پانچویں خلیفہ راشد کے عدل وانصاف، زہد وتقویٰ، فہم وفراست
اور قضاوسیاست کے واقعات کا حسین گلدستہ

سیرۃ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

مکتبہ لدھیانوی

سیرۃ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ

الامام الفقیہ ابو محمد عبداللہ بن عبدالحکم رحمہ اللہ

المتوفیٰ ۲۱۴ ھ

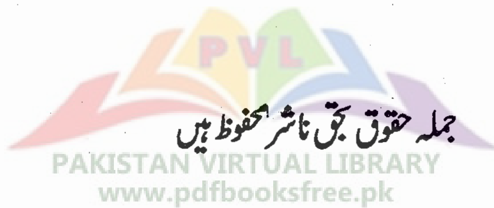
ترجمہ

مولانا محمد یوسف لدھیانوی

مکتبہ لدھیانوی

جب آپ دیکھیں کہ کوئی شخص حضرت عُمر بن عبد العزیز سے محبّت
کرتا ہے اُن کے محاسن کا ذکر اور اس کی اشاعت کا اہتمام
کرتا ہے تو اس کا نتیجہ ان شاء اللہ خیر ہی خیر ہے

—— امام احمد بن حنبلؒ



اشاعت اول —— ستمبر ۱۹۹۶ء

تعداد—— ایک ہزار

قیمت——

ناشر: مکتبہ لدھیانوی

18- سلام کتب مارکیٹ، بنوری ٹاؤن کراچی

برائے رابطہ: جامع مسجد باب الرحمت

پرانی نمائش، ایم اے جناح روڈ، کراچی

عرض مترجم

امیر المومنین سیدنا عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کو پانچواں خلیفہ راشد تسلیم کیا گیا ہے۔ حدیث، سیر اور تاریخ و رجال کی کتابوں میں ان کے عدل و انصاف، خشیت و للّٰہیت، زہد و تقویٰ، فہم و فراست اور قضا و سیاست کے بے شمار واقعات محفوظ ہیں اگر ان منتشر کلیوں کو مرتب کیا جائے تو ایک بیش قیمت گلدستہ تیار ہو سکتا ہے، آپ کی سیرت پر مستقل کتابیں بھی لکھی گئی ہیں جن میں "سیرۃ ابن جوزیؒ" معروف و مشہور ہے، غالباً اس موضوع پر سب سے پہلی (اور نہایت نادر و متبرک) کتاب امام مالکؒ کے شاگرد الامام الفقیہ ابو محمد عبد اللہ بن عبد الحکم المالکی المصری (م ۲۱۴ھ) کی تالیف ہے۔

مصنف امام نے وہ تمام حالات جو انھوں نے اپنے قابل اعتماد اساتذہ سے سُنے تھے اُن کو سیرۃ عمر بن عبد العزیز کے نام سے مرتب کیا ہے، اس کتاب کی جلالت قدر کا اندازہ امام محی الدین نوویؒ کے ان الفاظ سے کیا جا سکتا ہے وقد جمع ابن عبد الحکم فی مناقب عمر بن عبد العزیز مجلداً مشتملا علی جمیل سیرته وحسن طریقته وفیه من النفائس ما لا یستغنی عن معرفته والتأدب به[1] (ابن عبد الحکم نے حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے مناقب میں ایک کتاب لکھی ہے جو آپ کی سیرت جمیلہ اور حسن طریقت پر مشتمل ہے اور اس کتاب میں وہ نفائس ہیں جن کے علم و عمل سے استغناء نہیں ہو سکتا۔)

یہ کتاب نادر مخطوطوں کی شکل میں دنیا کے خال خال کتب خانوں کی زینت تھی، مشرق وسطیٰ کے ایک محقق الشیخ احمد عبید کی عرق ریزی و جانفشانی سے پہلی بار ۱۳۴۶ھ میں شائع ہوئی۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔ اس کا اُردو ترجمہ بعض احباب کی فرمائش پر کیا گیا، جو "بینات کراچی میں شائع ہوا۔

محمد یوسف لدھیانوی

---

[1] النووی: تہذیب الاسماء واللغات ج ۲ ص ۱۲۱۷

فہرستِ مضامین



وبہ نستعین

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ

مصنف کتاب، الامام الفقیہ، ابو محمد عبداللہ بن الحکم فرماتے ہیں :-

"اس کتاب میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے جتنے حالات ذکر کئے گئے ہیں وہ سب میں نے امام مالک بن انسؒ، لیث بن سعدؒ، سفیان بن عیینہؒ، عبداللہ بن لہیعہؒ، بکر بن مضرؒ، سلیمان بن یزید الکعبیؒ، عبداللہ بن وہبؒ، عبدالرحمن بن القاسمؒ، موسیٰ بن صالحؒ اور دیگر اہل علم سے جن کے نام میں نے ذکر نہیں کئے سُنے ہیں۔ ان تمام اکابر نے ان حالات کا کچھ حصہ بیان فرمایا، اور میں نے وہ سب جمع کر دیئے۔"

بنی ہلال کی ایک لڑکی سے حضرت عمرؓ بن خطاب کے صاحبزادے کا نکاح

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں دودھ میں پانی ملانے کی ممانعت فرمادی تھی، ایک رات اطراف مدینہ میں (کسی ضرورت کے لئے) نکلے، اچانک ایک عورت کی آواز سُنی، وہ اپنی لڑکی سے کہہ رہی تھی: "بیٹی! تم نے ابھی تک دُودھ میں پانی نہیں ملایا؟ صبح ہونے کو ہے" لڑکی بولی: "دودھ میں پانی کیسے ملاؤں، امیر المومنین نے تو اس سے منع کر رکھا ہے۔"

بڑھیا: "اور لوگ بھی تو ملاتے ہی ہیں تم بھی ملا لو، امیر المؤمنین کو کیا خبر؟"

لڑکی: "اگر عمر کو خبر نہیں تو ربِ عمر تو جانتا ہے، جب ان کی ممانعت ہے تو مجھ سے تو یہ نہیں ہوگا" اس لڑکی کی گفتگو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بے حد پسند آئی، صبح ہوئی تو اپنے صاحبزادہ عاصم کو بلا کر یہ سارا قصہ انہیں سنایا اور فرمایا: "جاؤ دریافت کردہ لڑکی کون ہے؟" عاصم گئے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ اس لڑکی کا تعلق قبیلہ بنی ہلال سے ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ (کو آکر اطلاع کی، یہ سُن کر آپ) نے عاصم سے فرمایا: "بیٹا جاؤ اس لڑکی سے نکاح کر لو، وہ یقیناً اس لائق ہے کہ اس کے بطن سے ایک شہسوار پیدا ہو جو تمام عرب کی قیادت کرے۔" چنانچہ عاصم نے اس لڑکی سے نکاح کر لیا، اس کے بطن سے امِ عاصم بنت عاصم بن عمر بن خطاب پیدا ہوئیں۔ امِ عاصم کا نکاح عبدالعزیز بن مروان بن الحکم سے ہوا اور ان سے عمر بن عبدالعزیز پیدا ہوئے (رضی اللہ عنہم)

امام لیث بن سعد فرماتے ہیں کہ اہلِ دانش کہا کرتے تھے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں عزیزِ مصر کی فراست بالکل صحیح نکلی، جب اُس نے کہا:

ایتونی بہ استخلصہ لنفسی	ان کو میرے پاس لاؤ، میں انھیں اپنی ذات کے لئے خاص کر لوں گا۔
فلما کلمہ قال انك الیوم لدینا مکین امین ۲	پس جب ان سے گفتگو کی تو کہا آج سے آپ ہمارے نزدیک ایک معزز امین کی حیثیت سے رہیں گے۔

۱۔ امام نووی نے تہذیب الاسماء واللغات میں ان کا نام "لیلیٰ" نقل کیا ہے شیخ اکبر محی الدین بن عربی کی "مسامرات" میں ہے کہ انکا نام "قریبہ" تھا۔ مناقل الدرر میں بھی اسی طرح ہے "تاریخ ابن عساکر میں دارقطنی کے حوالے سے اسکا نام "عتبہ" لکھا ہے (حاشیہ)

۲۔ سورۂ یوسف، آیت ۵۴۔ کتاب کے ایک دوسرے نسخے میں یہاں اس آیت کا حوالہ ہے۔ اکرمی مثواہ، عسیٰ ان ینفعنا او نتخذہ ولدا۔ سورۂ یوسف: آیت ۲۱ (یعنی عزیز مصر نے اپنی بیوی سے کہا: اسے ذرا عزت و احترام سے رکھنا، امید ہے یہ ہمیں کام دے گا یا کیا بعید ہے کہ ہم اسے بیٹا ہی بنا لیں)

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فراست قبیلۂ بنی ہلال کی اس لڑکی کے بارے میں بالکل درست ثابت ہوئی۔ آپ نے اپنے صاحبزادے سے فرمایا تھا: "اس سے نکاح کرلو' بخدا اس سے ایک شہسوار پیدا ہوگا، جو تمام عرب کی قیادت کرے گا" چنانچہ اس سے عمر بن عبدالعزیز پیدا ہوئے۔

اور مجھے ایک پسندیدہ شخص نے بتایا کہ حضرت لیث (اس پر یہ اضافہ) فرماتے تھے کہ سلیمان بن عبدالملک کی فراست بھی حضرت عمر بن عبدالعزیز کے بارے میں صحیح نکلی' اس نے کہا تھا: "بخدا میں ایسی نامزدگی کروں گا جس میں شیطان کا کوئی حصہ نہیں ہوگا" چنانچہ اس نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو اپنے بعد خلیفہ نامزد کیا۔

(روایت ہے کہ ایک بار) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سو کر اُٹھے آنکھیں ملیں، مُنہ پر ہاتھ پھیرا اور کئی بار فرمایا: "یہ کون ہے جو عمر کی اولاد سے ہوگا؟ جس کا نام عمر ہوگا، اور جو عمر کے طریقہ پر چلے گا" (رضی اللہ عنہ)

خلافت سے پہلے کے حالات

حضرت عمر بن عبدالعزیز مدینہ طیبہ میں پیدا ہوئے[1]۔ جب ذرا ہوش سنبھالا۔ ہنوز چھوٹے بچے تھے۔ تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بکثرت حاضر ہوا کرتے۔ حضرت عبداللہ اُن کی والدہ ماجدہ کے چچا تھے پھر جب ان کے پاس سے واپس آتے تو اپنی والدہ سے کہتے: "امی جان! میں اپنے ماموں[2] یعنی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جیسا بننا چاہتا ہوں"۔

[1] نسخۂ پاریس کے حاشیہ میں ہے کہ انکی پیدائش مصر کے ایک قصبہ "حلوان" میں ۶۱ھ میں اور بقول بعض ۶۳ھ میں ہوئی کہ انکے والد وہاں کے حاکم تھے۔ امام نووی نے تہذیب الاسماء واللغات میں ذکر کیا ہے کہ انکی ولادت مصر میں ۶۱ھ میں ہوئی نیز اس کتاب میں امام بخاری کی تاریخ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر بن العزیز کی اصل مدنی ہے فلینظر حاشیہ۔ [2] ماموں کے بجائے "چچا" ہونا چاہیے۔ (کمانی الحاشیہ) حضرت عبداللہ' انکی والدہ کے چچا ہوتے ہیں۔ بعید نہیں کہ صغر سنی کی بنا پر انہیں ماموں کہا ہو مترجم

والدہ ماجدہ فرماتیں: "جاہٹ! تو اپنے ماموں جیسا بنے گا؟" وہ کئی بار یہی بات دہراتیں عمر بن عبدالعزیزؒ کچھ سیانے ہوئے تو ان کے والد عبدالعزیز بن مروان مصر کے گورنر کی حیثیت سے وہاں چلے گئے، اور اپنی بیوی "ام عاصم" کے نام خط لکھا کہ وہ بچے کو لے کر مصر آجائیں۔ ام عاصم، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، اور انہیں اپنے شوہر عبدالعزیز کے خط کی اطلاع کی، حضرت عبداللہ نے فرمایا: "بھتیجی! تمہارے شوہر کا خط آیا ہے تو تمہیں جانا ہی چاہیئے"۔ جب انہوں نے روانگی کا ارادہ کیا تو حضرت عبداللہ نے فرمایا: "اس بچے کو۔ یعنی عمر بن عبدالعزیز کو۔ ہمارے پاس چھوڑ جاؤ۔ یہ تم سب کی بہ نسبت ہمارے گھرانے سے زیادہ مشابہت رکھتا ہے"۔ چنانچہ وہ انہیں چھوڑ گئیں، اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی بات کا رد کرنا انہیں گوارا نہ ہوا۔ جب مصر پہنچیں تو عبدالعزیز اپنے بیٹے کے استقبال میں نکلے، مگر عمرؒ ساتھ نہ تھے، دریافت کیا: عمر کہاں ہے؟ ام عاصم نے حضرت عبداللہ کے اصرار پر انہیں مدینہ چھوڑ آنے کا سارا قصہ سنایا، اس پر عبدالعزیز بے حد خوش ہوئے، اور اپنے بھائی عبدالملک بن مروان کو (جو اس وقت امیر المومنین تھے) یہ واقعہ لکھ بھیجا، عبدالملک نے لکھا کہ ہزار دینار ماہانہ ان کا وظیفہ جاری کر دیا جائے۔

بعد ازاں حضرت عمرؒ اپنے والد عبدالعزیز سے ملنے مصر آئے مدت وہاں رہے، دریں اثنا یہ سانحہ پیش آیا کہ ایک دن وہ دراز گوش پر سوار تھے، گر گئے، پیشانی پر زخم آیا، ان کے بھائی اصبغ بن عبدالعزیز کو۔ جو ابھی نوعمر تھے۔ ان کے گر کر زخمی ہونے کی خبر ملی تو بے تحاشا ہنسنے لگے۔ جب ان کے والد عبدالعزیز کو معلوم ہوا کہ اصبغ اپنے بھائی کے گر کر زخمی ہونے پر ہنستا ہے، تو اس پر بڑا خشمناک ہوا، اور تیز و تند لہجے میں بولا: "گر کر تمہارے بھائی کا سر پھوٹ جاتا ہے مگر تم اس کی مصیبت کی خوشی میں ہنستے ہو؟" اصبغ نے کہا: "جناب یہ بات نہیں، میں نہ تو ان کی مصیبت پر خوش ہوا ہوں، نہ ان کے گر جانے کی بنا پر ہنسا ہوں۔ اصل بات یہ ہے کہ میں دیکھتا تھا کہ ان میں اشج بنی امیہ کی تمام

علامتیں جمع ہیں، مگر پیشانی پر زخم کا نشان نہیں، جب یہ سواری سے گرے اور ان کی پیشانی پر زخم آیا تو مجھے اس سے خوشی ہوئی کہ وہ تمام علامتیں پوری ہوگئیں۔ میں اس خوشی میں ہنستا تھا، بخدا یہی اشجّ بنی اُمیّہ ہے"[لے]۔ عبدالعزیز یہ سُن کر خاموش ہوگئے، اور کہا: "جس شخص سے اس قسم کی امیدیں وابستہ ہوں اس کی تعلیم و تربیت مدینہ ہی میں ہونی چاہیئے" چنانچہ انھیں پھر مدینہ بھیج دیا۔

بعدازاں حضرت عمر بن عبدالعزیز مدینہ کے حاکم مقرر ہوئے، اور نہایت احسن طریق سے حکمرانی کی۔ اس کے ساتھ ساتھ (مزاج میں ترف و تنعم کا غلبہ تھا چنانچہ اعلیٰ درجے کا عنبر استعمال کرتے تھے جس کی) خوشبو دُور دُور تک مہکتی، زلفیں (کندھوں پر) لٹکتیں، چادر ٹخنوں سے نیچے ڈھلکتی، اور چال ڈھال میں ناز و خرام کا ایک خاص انداز پایا جاتا۔ تاہم ان پر شکم پروری، شہوت پرستی اور غلط فیصلے کے طعن کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔

جب سلیمان بن عبدالملک کا انتقال ہوا اور حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے) تو ایک شخص حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس آیا اور کہا: "آپ اللہ تعالےٰ کے فیصلے پر راضی اور اس کے حکم کے سامنے جھکے رہیئے جو کچھ اس کے پاس ہے اس کی امید رکھئے، کیونکہ اللہ تعالےٰ کے یہاں دائمی خیر اور مصائب کا عوض ہے۔ آپ کو جس چیز کا اندیشہ سلیمان (آپ سے پہلے خلیفہ) کے بارے میں تھا۔ اب اس کا اندیشہ خود اپنے بارے میں کیجئے"۔ اتنا کہہ کر وہ شخص اُٹھ کر چلا گیا، حضرت عمرؓ نے فرمایا: "اسے میرے پاس بلاؤ" جب واپس آیا تو حضرت عمرؒ نے فرمایا: "تم نے یہ نصیحتیں مجھے کس لئے کیں؟" اس نے کہا: "جان بخشی ہو، تو عرض کردوں"۔ فرمایا: "تمہیں کوئی خطرہ نہیں"۔ وہ شخص بولا: "میں نے آپ کو

[لے] اشجّ: اس شخص کو کہتے ہیں جس کی پیشانی پہ زخم کا نشان ہو۔ مشہور تھا کہ اموی خاندان میں امام عادل ہوگا۔ جس کی پیشانی پر زخم کا نشان ہوگا، اس کا مصداق حضرت عمر بن عبدالعزیز ہوئے "اشجّ بنی امیہ" سے یہی مُراد ہے۔ مترجم

مدینہ طیبہ میں دیکھا ہے کہ آپ کی چادر نیچے ڈھلکی ہوئی اور زلفیں دراز ہوتی تھیں، آپ سے عطر کی خوشبو مہکا کرتی تھی، مجھے یہ دیکھ کر تعجب ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو زمین میں رہنے کی مہلت کیسے دے رہے ہیں؟ اب آپ جب اس حالت کو پہنچے تو میں نے اپنا فرض سمجھا کہ ۔ ۔ ۔ ۔ تعزیت بھی کردوں اور نصیحت کا حق بھی ادا کردوں"۔ یہ سن کر حضرت عمرؒ نے فرمایا: "بھائی! اگر تم ہمارے پاس رہنا پسند کرو تو بڑی اچھی بات ہے ہماری نگرانی کرو گے اور اگر جانا چاہیئے تو خدا حافظ"۔

خلافت سے پہلے ترفہ و تنعّم

اُموی خانوادے میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سب سے بڑھ کر ناز پروردہ اور شاہانہ ٹھاٹ باٹ کے آدمی تھے، ان کی نشوونما سلطنت کی آغوش میں ہوئی، عطر بیزی میں ان کا شہرہ تھا، جہاں سے گذر جاتے وہاں کی فضا معطر ہو جاتی، وہ نازو خرام کی ایک مخصوص مستانہ چال چلتے تھے، جو انہی کی نسبت سے "عمری چال" کے نام سے مشہور ہو گئی تھی، اور جو نو عمر دوشیزاؤں کو بہت بھلی لگتی تھی، وہ اسے سیکھا کرتی تھیں، مگر جب مسند خلافت سنبھالی تو سب کو چھوڑ دیا، لیکن وہ مخصوص چال (ان کی فطری تھی یا فطرت ثانیہ بن گئی تھی، اس لئے اس کو) نہیں چھوڑ سکتے تھے، بسا اوقات اپنے غلام "مزاحم" سے فرماتے کہ جب مجھے اس مخصوص انداز میں چلتے دیکھو تو مجھے یاد دلا دینا، ان کے یاد دلانے پر آپ اسے بدلنے کی کوشش کرتے، مگر کامیاب نہ ہوتے، چنانچہ پھر وہی چال چلنے لگتے۔ خلافت سے پہلے ان کی چادر زمین کی جاروب کشی کیا کرتی تھی، کبھی جوتے میں پھنس جاتی تو اسے زور سے کھینچ کر پھاڑ دیتے مگر جوتا اُتارنے کی زحمت گوارا نہ کرتے، کبھی جوتا گر کر نکل جاتا تو اس کی پرواہ نہ کرتے، اگر خادم پیچھے سے لاکر پیش کرتا تو اسے ڈانٹ دیتے۔ انگشتری سے سرکاری کاغذات پر مہر لگاتے تو مٹی عنبر آلود ہو جاتی۔

حضرت سعید بن مُسیّب کا احترام

(الف) حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ مدینہ طیبہ کے حاکم تھے ایک دن آپ نے ایک قاصد حضرت سعید بن مسیّبؒ کی خدمت میں بھیجا کہ ان سے ایک مسئلہ پوچھ آئے، حضرت سعید کسی حاکم یا خلیفہ کے پاس جانے کے عادی نہیں تھے۔ قاصد نے غلطی سے کہہ دیا کہ آپ کو امیر صاحب بلاتے ہیں، چونکہ بلاوا حضرت عمر بن عبدالعزیز کی جانب سے تھا۔ اس لئے حضرت سعید کو ان کے بلانے پر نہ جانا گوارا نہ ہوا، فوراً جوتے پہنے اور قاصد کے ساتھ ہو لئے۔ جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے دیکھا کہ حضرت سعیدؒ بنفس نفیس تشریف لا رہے ہیں تو فرمایا: "حضرت! ہم نے قاصد آپ کو بلانے کے لئے نہیں بلکہ اس لئے بھیجا تھا کہ وہ آپ سے مسئلہ دریافت کر آئے، یہ اس کی غلطی ہے کہ اس نے آپ کو یہاں آنے کی زحمت دی، خدارا آپ واپس اپنی جگہ تشریف لے جائیں، ہمارا قاصد وہیں آکر آپ سے مسئلہ دریافت کرے گا۔"

(ب) حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ (اپنے زمانۂ امارت میں) ایک رات مسجد نبوی میں حاضر ہوئے، اور قرأت جہر کے ساتھ نماز پڑھنے لگے، آواز بڑی اچھی تھی، اتفاقاً قریب ہی کہیں حضرت سعید بن مسیّبؒ تھے، حضرت سعیدؒ نے اپنے غلام سے فرمایا: "ارے بُرد! ہٹاؤ اس قاری کو یہاں سے اس کی آواز ہمیں پریشان کر رہی ہے۔" حضرت عمرؒ بدستور اپنے دھیان میں نماز پڑھتے رہے، اتنے میں حضرت سعیدؒ نے بُرد سے پھر فرمایا: "ارے بُرد! بڑے افسوس کی بات ہے، میں نے کہا نہیں کہ اس قاری کو یہاں سے ہٹاؤ؟ تو نے ابھی تک نہیں ہٹایا۔" بُرد نے کہا: حضور! مسجد کوئی ہماری جاگیر تو نہیں۔" یہ بات حضرت عمرؒ کے کان میں پڑی تو اپنے جوتے اٹھائے اور مسجد کے دوسرے کونے میں چلے گئے۔

یادِ آخرت

ایک بار حضرت عمر بن عبد العزیزؒ، خلیفہ سلیمان بن عبد الملک کے ساتھ کسی سفر کے لئے نکلے، حضرت عمرؒ نے اپنا سامان اور خیمہ وغیرہ پہلے سے آگے نہیں بھجوایا تھا۔ منزل پر پہنچے تو ہر شخص اپنے خیمے میں، جو اُس نے پہلے سے بھجوا رکھا تھا، چلا گیا، اور سلیمان کے لئے جو خیمہ نصب کیا گیا تھا وہ اس میں فروکش ہوا، حضرت عمرؒ کہیں نظر نہ آئے تو سلیمان نے کہا اُنہیں تلاش کرو، غالباً انہوں نے کوئی خیمہ نہیں بھیجا تھا، تلاش کی گئی تو دیکھا گیا کہ ایک درخت کے نیچے بیٹھے رو رہے ہیں، سلیمان کو اطلاع کی گئی، آپ کو بلایا، اور دریافت کیا: "ابو حفص! کیوں رو رہے تھے؟" فرمایا: "امیر المومنین! رونے کا سبب یہ ہوا کہ مجھے قیامت کا دن یاد آگیا۔ دیکھئے! میں نے گھر سے کوئی چیز نہیں بھیجی تھی، مجھے یہاں کچھ نہیں ملا، اسی طرح قیامت میں بھی جس نے جو چیز آگے بھیجی ہوگی وہی اسے ملے گی۔"

خودداری اور جھوٹ سے نفرت

ایک بار حضرت عمر بن عبد العزیزؒ، خلیفہ سلیمان بن عبد الملک کی رفاقت میں تبدیلیٔ آب و ہوا کے لئے کسی پُرفضا مقام میں گئے۔ اتفاقاً وہاں پانی پر ان کے اور خلیفہ سلیمان کے غلاموں کے درمیان کسی بات پر تکرار ہوگئی۔ حضرت عمرؒ کے غلاموں نے خلیفہ سلیمان کے غلاموں کی پٹائی کردی۔ انہوں نے خلیفہ سلیمان سے اس کی شکایت کی، سلیمان نے حضرت عمرؒ کو بلایا، شکایت کے لہجے میں کہا: "آپ کے غلاموں نے میرے غلاموں کو مارا ہے"۔ آپ نے فرمایا: "مجھے علم نہیں"۔ سلیمان بگڑ کر بولا: "آپ جھوٹ کہتے ہیں"، فرمایا: "جھوٹ تو میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے، اور مجھے معلوم ہوا کہ جھوٹ، جھوٹے آدمی کو نقصان دیتا ہے۔ آج

تک کبھی نہیں بولا[1] اور آپ کی اس مجلس کے علاوہ دنیا میں رہنے کی اور بہت سی جگہ ہے۔" یہ کہہ کر وہاں سے اُٹھ آئے اور آتے ہی مصر چلے جانے کے ارادے سے سامان باندھنا شروع کر دیا، سلیمان کو خبر ہوئی تو اسے بہت شاق گزرا۔ ان دونوں کی پھوپھی نے بیچ میں پڑ کر صلح صفائی کی کوشش کی۔ سلیمان نے پھوپھی صاحبہ سے کہا: ان سے کہیے میرے پاس آئیں تو سہی، بس اب ناراضگی چھوڑ بھی دیں۔" پھوپھی کے کہنے پر حضرت عمرؒ سلیمان کے پاس گئے۔ اس نے معذرت کی اور کہا: "ابا حفص! مجھے جب بھی کوئی غم اور پریشانی کا قصہ پیش آتا ہے، میں غور و فکر کے بعد اس کا حل نکال لیتا ہوں"۔ اس کے منانے پر مان گئے اور ارادۂ سفر ترک کر دیا۔

حجاج کی موت پر

جب حجاج بن یوسف کی موت کی خبر آئی تو لوگ ولید بن عبدالملک کے پاس تعزیت کے لیے گئے۔ مگر حضرت عمرؒ نہیں گئے، ولید کو اس کا رنج ہوا، اس نے حضرت عمرؒ سے کہا: "عمر! حجاج کی موت پر جس طرح دوسرے لوگوں نے میری تعزیت کی تم نے کیوں نہیں کی؟" جواب دیا: "امیرالمومنین! حجاج ہمارے گھرانے کا ایک فرد تھا۔ اس کی موت پر ہم خود تعزیت کے مستحق ہیں۔ نہ یہ کہ ہم تعزیت کریں"۔ ولید بولا: آپ ٹھیک کہتے ہیں۔

حضرت عمرؒ فرمایا کرتے تھے: میں نہیں چاہتا کہ مجھے کلام کے بدلے اتنا اتنا کچھ

---

[1] جہشیاری نے اپنی کتاب "الوزراء والکتاب" میں روایت کیا ہے کہ حجاج نے ایک دن اپنے سیکرٹری سے کہا: "لوگ میرے بارے میں کیا کہتے ہیں"؟ اس نے معذرت کی، کہا: نہیں، ضرور بتانا ہوگا۔ اس نے کہا: "لوگ آپ کو ظالم، خائن، قاتل، سخت گیر، جھوٹا کہتے ہیں"۔ کہا سب کچھ ٹھیک کہتے ہیں سوائے جھوٹ کے، کیونکہ خدا جانتا ہے کہ جب سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ جھوٹ، جھوٹے آدمی کے لیے عیب کی چیز ہے۔ میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

بھی مل جائے۔

حجاج کی موت پر سجدۂ شکر

حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کو حجاج بن یوسف کے مرنے کی خبر ملی تو فرمایا:۔
اللہ تعالیٰ کے حضور میرا سر جھک گیا کہ اس نے حجاج کا دور ختم کر دیا۔[۱]

حجاج کے مدینہ میں داخلے کی ممانعت

جن دنوں حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز مدینہ کے حاکم تھے۔ حجاج کو امیر الحج بنا دیا گیا حضرت عمرؒ نے خلیفہ کو خط لکھا کہ مجھے حجاج کے مدینہ آنے سے معاف رکھا جائے۔ خلیفہ نے حجاج کو لکھا کہ عمر بن عبدالعزیز نے اس مضمون کا خط لکھا ہے، جو شخص تمہارے آنے کو پسند نہیں کرتا تم اگر اس کے پاس نہ جاؤ تو کیا حرج ہے؟ چنانچہ حجاج مدینہ نہیں گیا۔

مسجد نبوی کا احترام

حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز جن دنوں مدینہ کے حاکم تھے۔ جب آپ مسجد نبوی کی چھت پر رات گزارتے تو کوئی عورت آپ کے پاس نہیں آسکتی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کا ادب ملحوظ رہتا تھا۔

ولید بن عبدالملک سے گفتگو

حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز فرماتے ہیں: ایک دن دوپہر کا وقت تھا کہ خلیفہ

---

[۱] رغم انفی للہ ان قطع مدۃ الحجاج العقد الفرید میں ہے کہ جب آپ کو موت حجاج کی خبر ملی تو سجدے میں گر گئے۔ (کما فی الحاشیہ)

ولید بن عبدالملک نے مجھے بلوایا، اس وقت مجھے بلوانا اس کی عادت نہیں تھی۔ میں گیا، تو اسے اپنے مخصوص کمرے میں پایا، کمرے کے دو دروازے تھے، ایک بیرونی دروازہ جس میں باہر سے داخل ہوتا تھا اور دوسرا اندرونی دروازہ، جس سے نکل کر وہ گھر جاتا تھا۔ میں اجازت لے کر اندر گیا، تو دیکھا کہ ماتھے پر بل ہیں، سامنے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا: "یہاں بیٹھ جاؤ" چنانچہ مجھے اپنے سامنے بٹھلایا جیسے کسی ملزم کو بٹھایا جاتا ہے۔ اس کے پاس اس وقت صرف خالد بن ریان تھا جو تلوار سونتے کھڑا تھا۔ ولید نے گرجتے ہوئے کہا: "جو شخص خلفاء کو برا کہتا ہے اس کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ تمہارے خیال میں اسے قتل کر دیا جائے یا نہیں؟" میں خاموش رہا۔ وہ پھر گرجا: "جواب کیوں نہیں دیتے؟" پھر میں چپ رہا۔ اس نے پھر یہی کہا، میں نے عرض کیا: "کیا مجھے قتل کرنا ہے؟" کہنے لگا "نہیں سوال خلفاء کی عیب چینی کا ہے"؟ میں نے کہا: "تو پھر میری رائے یہ ہے کہ ایسے شخص کو خلفاء کی ہتک عزت کے جرم میں سزا دی جا سکتی ہے"۔ ولید نے سر اٹھا کر ابن ریان کی طرف دیکھا، مجھے یہی گمان ہوا کہ اسے میرے قتل کرنے کو کہہ رہا ہے تاہم اس نے اتنا کہا کہ یہ ان میں کا منتخب ہے۔ پھر اٹھا اور گھر چلا گیا، ابن ریان نے مجھے ہاتھ کے اشارے سے کہا: "آپ چلے جائیے"۔ ابن ریان حضرت عمرؒ کا محافظ اور خیر خواہ تھا۔ حضرت عمرؒ فرماتے ہیں: میں اٹھ کر چلا آیا، مگر خوف کی یہ حالت تھی کہ پیچھے سے ہوا کی سرسراہٹ بھی ہوتی تو مجھے خیال ہوتا کہ شاید مجھے واپس بلانے کے لئے کوئی آدمی آ رہا ہے۔

خالد بن ریان کی معزولی

خالد بن ریان ولید بن عبدالملک کا محافظ تھا۔ جب حضرت عمرؒ مسندِ خلافت پہ متمکن ہوئے تو اسے اس کے منصب سے معزول کر دیا اور فرمایا: "مجھے اس کی پکڑ دھکڑ یاد آ جاتی ہے"۔ پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ: "اے اللہ میں نے تیری رضا کی خاطر اسے نیچا

کیا ہے، اب اسے کبھی ادنچا نہ کیجیو"۔ چنانچہ کسی نامور کو اس طرح گمنام ہوتے نہیں دیکھا گیا، جیساکہ خالد بن ربّان گوشہ گمنامی میں چلا گیا، بعدازاں یہ ایک چھوٹی بستی میں رہا کرتا تھا اور کسی کو معلوم نہیں تھا کہ زندہ ہے یا مر چکا ہے، یہاں تک کہ لوگ کہا کرتے تھے: "خدا جانے خالد کا کیا ہوا، زندہ بھی ہے یا مر گیا"

بارش سے عبرت

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ایک بار سلیمان بن عبدالملک کے ساتھ حج کے لئے گئے راستہ میں گرج چمک کے ساتھ سخت بارش ہوئی، سلیمان نے حضرت عمرؒ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "ابو حفص! کبھی ایسی بارش دیکھی"؟ فرمایا: "ابھی تو یہ اس کی رحمت کی بارش ہے، اگر اس کے غضب کی بارش ہو تو کیا حالت ہوگی"؟

جذامیوں کا واقعہ

سلیمان بن عبدالملک حج کے لئے گئے، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ بھی ان کے ساتھ تھے، ایک رات مکہ مکرمہ کے قریب سواری پہ جا رہے تھے، سلیمان کو اونگھ آگئی، اتنے میں جذامیوں کے شور مچانے اور گھنٹیاں بجانے کی آواز آئی، گھبراہٹ اور بے چینی سے سلیمان کی آنکھ کھل گئی۔ ان کی اس حرکت پر بڑی کوفت ہوئی اور حکم دیا انہیں آگ سے جلا دیا جائے۔ جس شخص کو یہ حکم دیا گیا تھا وہ بے حد پریشان ہوا کہ کیا کیا جائے، اتنے میں اس کی ملاقات حضرت عمرؒ سے ہوئی وہ آپ کو دیکھتے ہی بولا: "ابو حفص! امیرالمومنین کی جانب سے بڑا حادثہ پیش آگیا، قصہ یہ ہوا کہ امیرالمومنین کا گزر سواری پر سوتے ہوئے ان جذامیوں کے پاس سے ہوا۔ ان کے چیخنے چلانے اور گھنٹیاں بجانے سے وہ گھبرا اٹھے اور غصے میں حکم فرما دیا کہ ان کو آگ سے جلا دیا جائے" حضرت عمرؒ نے فرمایا: "ذرا ٹھہر، میں امیرالمومنین

ملتا ہوں"۔ حضرت عمرؒ سلیمان کے پاس گئے، کچھ دیر باتیں ہوتی رہیں پھر آپ نے فرمایا:
"امیرالمؤمنین! آپ نے کبھی ان مبتلائے مصیبت (جذامی) لوگوں جیسا بھی کوئی دیکھا؟
اللہ تعالیٰ اپنی عافیت میں رکھے کاش آپ ان کو یہاں سے نکال دینے کا حکم فرما دیتے"۔
سلیمان بولا: آپ نے ٹھیک فرمایا۔ ان کو یہاں سے نکال دیا جائے"۔ حضرت عمرؒ پیچھے
لوٹے، اور اس شخص سے فرمایا: امیرالمومنین نے ان کو نکال دینے کا حکم فرما دیا ہے۔

میراث کے سلسلہ میں خلیفہ سے گفتگو

ایک بار حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ، سلیمان بن عبدالملک سے اس سلسلہ میں گفتگو کر رہے تھے کہ عبدالعزیزؒ (حضرت عمرؒ کے والد) کی بعض صاحبزادیوں کو عبدالملک کے خاندان سے وراثت پہنچتی ہے۔ (وہ دلوائی جائے) سلیمان نے کہا: "عبدالملک نے اس سلسلہ میں ایک تحریر چھوڑی ہے، جس میں لکھا ہے کہ ان کو میراث نہ دی جائے"۔ حضرت عمرؒ کچھ دیر خاموش رہے۔ اس کے بعد پھر اسی موضوع پر گفتگو کی، سلیمان نے خیال کیا کہ میں نے عبدالملک کی تحریر کا جو حوالہ دیا ہے غالباً ان کو میری بات کا اعتبار نہیں آیا۔ سلیمان نے اپنے خادم سے کہا: "فوراً عبدالملک کی کتاب (تحریر) لائیو"۔ حضرت عمرؒ نے فرمایا: "امیرالمومنین! آپ نے قرآن مجید منگوایا ہے؟" (سلیمان تو یہ سن کر چپ ہو گیا) اس کا لڑکا ایوب بولا: "اب تم ایسی باتیں بھی کرنے لگو گے جن کی وجہ سے تمہاری گردن اڑا دی جائے"۔ حضرت عمرؒ نے اس سے فرمایا: "خدانخواستہ اقتدار آپ کے ہاتھ آیا تو مسلمانوں کو اس سے بھی بڑا حادثہ پیش آسکتا ہے"۔ سلیمان نے ایوب کو جھڑکا تو حضرت عمرؒ نے فرمایا: "اگر اُس نے جہل سے کام لیا ہے تو بردباری ہم نے بھی نہیں کی"۔

مدینہ طیبہ سے تعلق

حضرت عمرؓ بن عبدالعزیزؒ جب مدینہ طیبہ سے نکلے تو اس کی طرف مڑ کر دیکھا اور رونے لگے۔ پھر اپنے غلام سے فرمایا: "مزاحم! میں ڈرتا ہوں کہ کہیں ہم بھی ان لوگوں سے نہ ہوں جنہیں مدینہ شریف باہر نکال پھینکتا ہے"۔[۱]

بدشگونی کی تردید

مزاحم کہتے ہیں: جب حضرت عمرؓ بن عبدالعزیزؒ مدینہ طیبہ سے نکلے تو میں نے دیکھا کہ چاند دَبَران[۲] میں ہے۔ میں نے ان سے یہ کہنا تو مناسب نہ سمجھا، بلکہ یہ کہا: "ذرا چاند کی طرف نظر فرمائیے کتنا خوبصورت نظر لگتا ہے" حضرت عمرؒ نے دیکھا تو چاند دَبَران میں تھا، فرمایا: "شاید تم مجھے یہ بتانا چاہتے ہو کہ چاند دَبَران میں ہے، مزاحم! ہم چاند سورج کے ساتھ نہیں۔ بلکہ اللہ واحد و قہار کے (حکم و مشیت کے) ساتھ نکلتے ہیں"۔[۳]

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "مدینہ کی مثال بھٹی کی سی ہے، یہ میل کچیل (یعنی غیر مخلص لوگوں) کو باہر نکال پھینکتا ہے"۔ حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے قول میں اسی ارشادِ نبوی کی طرف اشارہ ہے۔

۲۔ دَبَران: چاند کی ایک منزل کا نام ہے، اس وقت چاند ثریا اور جوزا کے درمیان ہوتا ہے۔ عرب میں نجومیوں کا یہ وہم رائج تھا کہ یہ ساعت منحوس ہوتی ہے۔ مزاحم کا اشارہ اسی طرف ہے۔

۳۔ مطلب یہ کہ چاند، سورج اور ستاروں کی گردش اور ان کے مختلف حالات کی تبدیلی انسان کے نفع و نقصان اور سعادت و حرمان میں کوئی تاثیر نہیں، نہ ان چیزوں پر ایک مسلمان کی نظر ہونی چاہیئے بلکہ انسان کی تمام تر کامرانی و ناکامی، اللہ واحد و قہار کی مشیت و ارادہ پر معلق ہے۔ مسلمان کا مطمح نظر صرف اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کے احکام کی پیروی ہے اور بس۔ اس لئے سعد و نحس کا نظریہ محض ایک جاہلی وہم ہے۔

(مترجم)

حضرت خضر علیہ السلام سے مُلاقات

حضرت عمر بن عبد العزیز ایک رات تن تنہا سوار ہو کر کسی طرف کو نکلے، آپ کے خادم مزاحم بھی آپ کے پیچھے ہو لئے۔ حضرت عمرؒ ان سے آگے ذرا فاصلے پر تھے۔ مزاحم نے دیکھا کہ آپ ایک اور شخص کے ساتھ چل رہے ہیں، وہ اپنا ہاتھ آپ کے کندھے پر رکھے ہوئے ہے۔ حالانکہ گھر سے آپ تنہا نکلے تھے، مزاحم کہتے ہیں۔ میں نے سوچا یہ کوئی رہبر ہو گا، (جسے راستہ بتانے کے لئے ساتھ لے لیا ہو گا) میں نے اپنی رفتار تیز کر دی تاکہ آپ سے جا ملوں، میں آپ تک پہنچا تو دیکھا کہ آپ تنہا چل رہے ہیں اور کوئی آپ کے ساتھ نہیں۔ میں نے عرض کیا: میں نے ابھی آپ کے ساتھ ایک شخص کو دیکھا تھا۔ وہ اپنا ہاتھ آپ کے کندھے پر رکھے آپ کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا میں نے خیال کیا وہ کوئی بدرقہ (رہبر) ہو گا، میں آپ تک پہنچا تو دیکھا کہ آپ تنہا ہیں۔" فرمایا "مزاحم! واقعی تو نے اسے دیکھا ہے؟" عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا: "میرا گمان ہے تم نیک آدمی ہو، مزاحم! دراصل وہ خضر علیہ السلام تھے، انہوں نے مجھے بتایا کہ مجھے اس امر (خلافت) سے پالا پڑے گا اور (حق تعالیٰ کی جانب سے) اس پر میری مدد کی جائے گی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسی نماز

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ عراق سے مدینہ آئے تو انہیں حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی نماز پسند آئی تھی۔ حضرت عمرؒ اس وقت حاکم مدینہ تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے آپ کے پیچھے نماز پڑھنے کے بعد فرمایا :۔

ماصلیت خلف امام بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشبہ صلاۃ بصلاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من امامکم ھذا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میں نے کسی امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھی جس کی نماز آنحضرت ؐ کی نماز سے اتنی شباہت رکھتی ہو، جتنی کہ تمہارے اس امام کی نماز۔

حضرت عمرؒ نماز میں رکوع سجدہ پورے اطمینان سے کیا کرتے تھے اور قیام و قعود میں تخفیف کیا کرتے تھے۔

عمر بن عبد العزیزؒ کے استخلاف کا واقعہ

خلیفہ سلیمان بن عبد الملک کا ایک لڑکا ایوب بن سلیمان تھا، جسے سلیمان نے ولیعہد بنا رکھا تھا، مگر اس کا انتقال سلیمان کی وفات سے پہلے ہوا، اس کے باقی تمام لڑکے کم عمر تھے سلیمان کی وفات کا وقت قریب آیا تو اسے اپنے بعد کسی کو خلیفہ نامزد کرنے کی فکر ہوئی۔ حضرت عمر بن عبد العزیز اور رجاء بن حیوۃ عیادت کے لئے آئے تو سلیمان نے رجاء کو مخاطب کرکے کہا: میرے لڑکوں کو قمیص اور چادر پہنا کر میرے پاس لاؤ، حکم کی تعمیل کی گئی، وہ بیچارے اتنے نوعمر تھے کہ اپنے لباس تک کو نہیں سنبھال سکتے تھے، ان کے کرتے اور چادریں زمین پر گھسٹ رہی تھیں، سلیمان نے انہیں اس حالت میں دیکھ کر ایک شعر پڑھا جس کا ترجمہ یہ ہے۔

میرے بیٹے کم سن بچے ہیں۔ کامیاب وہ ہے جس کے بیٹے بڑی عمر کے ہوں

حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا: امیر المومنین! اللہ تعالیٰ تو یہ فرماتے ہیں "بے تحقیق کامیاب ہوا وہ شخص جو پاک ہوا اور یاد کیا نام اپنے رب کا پھر نماز پڑھی" (سورۃ الاعلیٰ)

پھر سلیمان نے رجاء بن حیوۃ سے کہا "میرے لڑکوں کو تلواریں حمائل کرکے میرے پاس لاؤ" چنانچہ حکم کی تعمیل ہوئی، مگر وہ اپنی کم سنی کی بنا پر ان کے متحمل نہیں تھے، بلکہ انہیں زمین پر گھسیٹتے آرہے تھے، سلیمان نے یہ منظر دیکھ کر پھر کہا:۔

"میرے بیٹے بڑھاپے کی اولاد ہیں ۔ کامیاب آدمی وہ ہے جس کی جوانی کی اولاد ہو"

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ تو یہ فرماتے ہیں "تحقیق کامیاب ہوا وہ شخص جو پاک ہوا اور یاد کیا نام اپنے رب کا پھر نماز پڑھی"۔

سلیمان نے جب دیکھا کہ اس کی اولاد میں کوئی ایسا نہیں جو بارِ خلافت اٹھا سکتا ہو تو اسے حضرت عمر بن عبد العزیزؒ خلافت کے لئے موزوں تر نظر آئے، کیونکہ آپ کے حالات سے وہ اچھی طرح واقف تھا، اس کے لئے رجاء بن حیوۃ سے مشورہ کیا اور اپنا خیال بھی ان کے سامنے ظاہر کیا، رجاء نے اس رائے کی پُر زور تائید کی اور حضرت عمر بن عبد العزیزؒ ہی کو خلیفہ نامزد کرنے کا مشورہ دیا، سلیمان نے کہا: بخدا میں ایسی نامزدگی کروں گا جس میں شیطان کا کوئی حصہ نہ ہو"۔

جب مرض نے شدت اختیار کی تو سلیمان نے ایک عہد نامہ تحریر کرایا جس میں حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کو اور ان کے بعد یزید بن عبد الملک کو خلافت کے لئے نامزد کیا اور رجاء بن حیوۃ کے علاوہ کسی کو اس کی خبر نہ تھی۔ سعید بن خالد، عمر بن عبد العزیزؒ اور خاندان کے بعض دیگر افراد سلیمان کی عیادت کے لئے آئے، دیکھا کہ اس پر موت کے آثار نمایاں ہیں، سعید بن خالد اور عمر بن عبد العزیزؒ وہاں سے اُٹھ آئے، ان کے پیچھے پیچھے رجاء بن حیوۃ آرہے تھے، حضرت عمر بن عبد العزیزؒ جوتا ٹھیک کرنے کے بہانے سے ذرا پیچھے رہ گئے، اتنے میں رجاء بن حیوۃ ان سے آملے، حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے ان سے فرمایا: "رجاء! امیر المؤمنین پر موت کے آثار ہیں۔ میرا خیال ہے وہ یقیناً کسی کو خلیفہ نامزد کریں گے۔ میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ اگر وہ مجھے اس سلسلہ میں یاد کریں تو انہیں ضرور ٹال دیجیئے، اور اگر وہ مجھے یاد نہ کریں تو اس کے لئے میرا نام ہرگز پیش نہ کیجئے"

رجاء بن حیوۃ نے کہا: مجھے وہم و گمان بھی نہیں تھا، کہ آپ کا خیال بھی ادھر جا سکتا ہے کیا خیال ہے، عبد الملک کی اولاد خلافت کے کاروبار میں تمہیں بھی شریک کر سکتی ہے؟"

حالانکہ سلیمان اس کام سے فارغ ہو چکے تھے اور رجاء بن حیوٰۃ کو اس کی خبر بھی تھی، مگر اس موقعہ پر انہوں نے اس راز کو حضرت عمر سے مخفی رکھنا مناسب سمجھا۔

جب ہشام بن عبدالملک سریر خلافت پر متمکن ہوئے تو ایک بار ان کی مجلس میں رجاء بن حیوٰۃ کا تذکرہ ہوا، ہشام نے کہا، یہ وہی صاحب تو ہیں جنہوں نے عمر بن عبدالعزیز کے ساتھ ملی بھگت کر رکھی تھی اور اس کے نتیجے میں اگلے دن وہ خلیفہ بن گئے تھے رجاء بن حیوٰۃ کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے کہا: آج میں اس راز کا افشاء کرتا ہوں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے مجھے قسم دے کر کہا تھا کہ اگر سلیمان ان کو خلیفہ بنانا چاہیں تو میں اسے اس کام سے باز رکھنے کی ہر ممکن کوشش کروں اور اگر سلیمان ان کو اس سلسلہ میں یاد نہ کریں تو میں ان کا نام پیش نہ کروں" ہشام کو رجاء بن حیوٰۃ کے اس انکشاف سے بے حد تعجب ہوا، اور بے اختیار بولا: "میرا خیال ہے عمر بن عبدالعزیز نے کبھی ایک قدم بھی کسی اچھی نیت کے بغیر نہیں اٹھایا"

بہر حال جب سلیمان کی حالت نازک ہو گئی تو اس نے حکم دیا کہ اس تحریر میں جس کو خلیفہ نامزد کیا گیا ہے۔ اس کے لئے بیعت لی جائے، چنانچہ لوگوں نے بیعت کی، مگر انہیں کچھ خبر نہیں تھی کہ اس میں کس شخص کا نام درج ہے۔ دریں اثنا سلیمان کا انتقال ہو گیا۔ مگر رجاء بن حیوٰۃ نے سلیمان کی موت کو مخفی رکھا، باہر نکل کر لوگوں کے پاس آئے، اور کہا امیر المومنین بحمدللہ اب ٹھیک ہیں، اور حکم فرماتے ہیں کہ جس شخص کو خلیفہ نامزد کیا گیا ہے، اس سے دوبارہ بیعت کی جائے، لوگوں نے کہا: ہمیں امیر المومنین تک پہنچاؤ، ہم ان کی زیارت کریں گے اور ان کے حکم کی تعمیل کریں گے۔ رجاء بن حیوٰۃ اندر گئے اور حکم دیا کہ امیر المومنین کو تکیے کے سہارے بٹھا دیا جائے، ان کے پاس ایک خادم کو کھڑا کر دیا گیا، اب لوگوں کو امیر المومنین کی خدمت میں باریابی کی اجازت دی گئی، لوگ دروازے کے پاس ٹھہر کر دور ہی سے سلام و زیارت کرتے اور خادم، امیر المومنین

کی طرف سے سلام کا جواب دیتا، جیسا کہ مریض کی طرف سے جواب دینے کا دستور ہے، بہرحال لوگ یونہی دیکھ کر واپس ہو جاتے، بعد ازاں رجاء بن حَیوٰۃ نے کہا: امیر المؤمنین کا حکم ہے کہ جس شخص کو نامزد کیا گیا ہے، اس کی بیعت کرو اور سمع و طاعت بجا لاؤ۔ چنانچہ تمام لوگ مسجد میں جمع ہو گئے، بنی مروان، بنی اُمیہ اور امراء و وزراء تمام معززین موجود تھے۔ سب نے دوبارہ بیعت کی، جب رجاء بن حَیوٰۃ کو اطمینان ہو گیا، تو اِدھر اُدھر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو دیکھنے لگے، مگر وہ کہیں نظر نہیں آ رہے تھے، تلاش کیا تو دیکھا کہ مسجد کے ایک گوشے میں کہیں دور بیٹھے ہیں، رجاء بن حَیوٰۃ نے ان کے پاس جا کر کہا: "السلام علیک یا امیر المومنین و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ اٹھیئے ممبر پر تشریف لے چلیئے" حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا: "رجاء! خدا کے لئے مجھے معاف رکھو" رجاء بن حَیوٰۃ نے عرض کیا: خدا کے لئے مسلمانوں کو اضطراب اور الجھن میں نہ ڈالئے، سلیمان اپنے رب سے جا ملے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان پر موت کا فیصلہ فرما دیا ہے" ان کے اصرار پر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ممبر پر تشریف لے گئے لوگوں کو سلیمان کے انتقال کی اطلاع کی اور عہدنامہ کھول کر پڑھا، اس میں تحریر تھا کہ "سلیمان کے بعد عمر بن عبدالعزیزؒ اور ان کے بعد یزید بن عبدالملک خلیفہ ہوں گے۔" جب انہوں نے عمر بن عبدالعزیزؒ کا نام پڑھا تو ہشام بن عبدالملک گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا اور ایک آہ سرد کھینچی، ایک شامی نے یہ دیکھ کر تلوار نیام سے نکال لی اور بولا: "ایک کام کا فیصلہ امیر المؤمنین نے کر دیا ہے تو اس پر آہ کہتا ہے؟" پھر جب عمر بن عبدالعزیزؒ کے بعد یزید بن عبدالملک کا نام پڑھا تو ہشام بولا: بسر و چشم (سمعنا و اطعنا) امیر المؤمنین کی تحریر سنکر تمام لوگ سمع و طاعت بجا لائے اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے بیعت کی۔

جس دن حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے سریر خلافت کو زینت بخشی اس سے

پہلی رات ایک شخص نے خواب دیکھا کہ گویا ایک شخص آسمان سے کہہ رہا ہے: "اور یہ اسے دیکھ رہا ہے" لوگو! تمہارے پاس عدل اور نرمی آرہی ہے، اب مسلمانوں میں اعمالِ صالحہ کا چرچا ہوگا۔" خواب دیکھنے والا اس شخص سے دریافت کرتا ہے: بندۂ خدا! وہ کون ہے؟" آواز دینے والا آسمان سے زمین پر اترا اور اپنے ہاتھ سے لکھا "عمر"

تین فوری احکام

بیعت کے بعد سلیمان کی تجہیز و تکفین ہوئی ابھی جنازہ تیار نہیں ہوا تھا کہ نماز مغرب کا وقت ہوگیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلے نماز مغرب ادا کی اس کے بعد جنازہ پڑھایا پھر جنازہ "قصر سے قبر تک" لایا گیا، سلیمان کی تدفین سے فارغ ہوئے تو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فوراً قلم کاغذ طلب کیا اور تین فیصلے لکھے، گویا ان کے نزدیک خلیفہ بن جانے کے بعد ان میں ایک لمحہ کی تاخیر بھی فیما بینہ، و بین اللہ روا نہیں تھی، لوگ ان فیصلوں کے فی الفور وہیں لکھنے پر چہ میگوئیاں کرنے لگے وہ کہہ رہے تھے: آخر اتنی جلد بازی کی کیا ضرورت تھی؟" ان سے اتنا بھی صبر نہ ہو سکا کہ کم از کم اپنے گھر تو پہنچ لیں"! "بس جی! یہی اقتدار پسندی کا مظاہرہ ہے"! یہی صاحب ہیں جن کا سلطنت سے گریز پائی میں شہرہ تھا! وغیرہ وغیرہ

حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نہ کسی بات کی جلدی تھی، نہ خلافت کا رعب جمانا مقصود تھا، بلکہ انہوں نے اپنے نفس کا محاسبہ کیا تو انہیں محسوس ہوا کہ ان فیصلوں میں ایک لمحہ کی تاخیر بھی ان کے لئے جائز نہیں۔

پہلا حکم

انہوں نے سب سے پہلے جو فیصلہ لکھا وہ یہ تھا کہ مسلمہ بن عبدالملک کو قسطنطنیہ سے واپسی کی اجازت ہے۔

اس کا قصہ یہ تھا کہ سلیمان بن عبدالملک نے اسے قسطنطنیہ کے بری و بحری جہاد کے لئے بھیجا تھا۔ قریب تھا کہ شہر فتح ہو جائے مگر یہ دشمن کے دھوکے میں آ گئے، حریف نے ان کے کھانے پینے اور دوسری ضروریات کے سامان پر قبضہ کر کے شہر کا دروازہ بند کر لیا، سلیمان کو اس کی اطلاع پہنچی تو اسے اس فریب خوردگی کا بے حد رنج ہوا، اور قسم کھائی کہ جب تک میں زندہ ہوں انہیں واپس آنے کی اجازت نہیں دوں گا۔ ان کے لئے وہاں ٹھہرنا دوبھر ہو گیا تھا، بھوک اور بدحالی میں جانوروں کے کھانے تک نوبت پہنچی، کوئی شخص اپنی سواری سے ادھر ادھر ہوتا تو لوگ اسے کاٹ کر کھا جاتے۔ مگر سلیمان بار بار کی اپیل کے باوجود اپنے فیصلے پر اڑا ہوا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ' ان کی حالت سے پریشان تھے، چنانچہ جب وہ خلیفہ ہوئے تو انہیں اللہ تعالیٰ کے حضور اس امر کی گنجائش نظر نہ آئی کہ مسلمانوں کے معاملات ان کے سپرد ہوں اور وہ ان بے چاروں کے معاملہ میں ایک لمحہ کی تاخیر بھی روا رکھیں۔

دوسرا حکم

دوسری بات جو تحریر فرمائی وہ اسامہ بن زید تنوخی کی برطرفی تھی، یہ صاحب مصر کے خراج کے تحصیلدار تھے اور بڑے جابر و ظالم، حق تعالیٰ کی نازل فرمودہ سزاؤں میں تعدی کرتے، خلاف قاعدہ لوگوں کے ہاتھ کاٹ ڈالتے، چوپاؤں کے پیٹ چاک کر کے ان کے پیٹ میں گوشت کے ٹکڑے بھر کے بحری درندوں کے سامنے ڈال دیتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ' نے حکم دیا کہ اسے ہر علاقے کی جیل میں ایک سال رکھا جائے اور اس کے ہاتھ پاؤں باندھے جائیں۔ صرف نماز کے وقت کھولا جائے اور پھر باندھ دیا جائے، یہ ایک سال مصر میں محبوس رہا۔ پھر فلسطین منتقل کر دیا گیا اور وہاں ایک سال محبوس رہا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ' کا وصال ہوا اور یزید بن عبدالملک خلیفہ ہوئے تو انہوں نے پھر اسے مصر میں اس کے منصب

پر بحال کر دیا۔

تیسرا حکم

تیسرا حکم یزید بن ابی مسلم کی افریقہ سے برطرفی کا تھا یہ بہت بے ڈھب کا حاکم تھا، بظاہر بڑے زہد و عبادت کا مظاہرہ کرتا تھا، مگر چھوٹے بڑے تمام شاہی فرامین کو نافذ کرنا ضروری سمجھتا تھا، خواہ وہ کتنے ہی ظالمانہ اور مخالفِ حق کیوں نہ ہوں، عین اس حالت میں جب کہ اس کے سامنے لوگوں کو سزائیں دی جاتیں وہ ذکر و تسبیح اور وظیفہ میں مشغول رہتا اور ساتھ کے ساتھ سزا کے بارے میں ہدایات بھی دیتا: سبحان اللہ الحمدللہ اولڑکے! فلاں جگہ سے باندھو۔ لا الہ الا اللہ واللہ اکبر، او لڑکے فلاں جگہ کو باندھو" یہ تھی اس کی بدترین حالت اس بنا پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی معزولی کا حکم تحریر فرمایا [1]

بہر حال یہ اسباب تھے جن کی بنا پر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ان امور میں فوری فیصلہ ضروری سمجھا۔

شاہی اخراجات کی اصلاح

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جب سلیمان کے دفن سے فارغ ہو کر واپس آنے لگے تو آپ کو شاہانہ سواری پیش کی گئی۔ فرمایا: "یہ کیسی؟" عرض کیا گیا: یہ شاہی سواریاں ہیں جن پر کبھی کوئی سوار نہیں ہوا ان کا مصرف یہ ہے کہ نیا خلیفہ پہلی بار ان کو سواری سے مشرف کیا کرتا ہے۔ آپ نے

---

[1] یزید بن ابی مسلم کا جو واقعہ یہاں ذکر کیا گیا ہے، وہ مورخین کی عام تصریحات کے خلاف ہے جہاں تک میں نے کتبِ تاریخ کا مطالعہ کیا ہے کسی نے یہ نقل نہیں کیا کہ یزید بن ابی مسلم کو یزید بن عبدالملک کے دور سے پہلے کبھی افریقہ کا گورنر بنایا گیا ہو۔ یزید بن عبدالملک کا دور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی وفات کے بعد سے شروع ہوتا ہے اور آپ کی وفات کے بعد اسے افریقہ کا گورنر بنایا گیا۔

انہیں قبول نہیں فرمایا اور اپنے خادم مزاحم سے فرمایا :" مزاحم! انہیں مسلمانوں کے بیت المال میں داخل کر دو" نیز آپ کے لئے خیمے اور شامیانے آراستہ کئے گئے، جن کو کبھی کسی نے استعمال نہیں کیا تھا۔ دستور تھا کہ خلفاء کے لئے ان کے مسندِ خلافت سنبھالنے پر اس قسم کے شامیانے نصب کئے جاتے تھے۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا:" یہ کیا ہے؟" عرض کیا گیا:" یہ نئی خلافت کے خیمے اور شامیانے ہیں جو کبھی استعمال نہیں ہوئے۔ ان میں پہلی بار نئے خلیفہ کی نشست ہوتی ہے" فرمایا" مزاحم! ان کو مسلمانوں کے بیت المال میں شامل کر دو" پھر آپ اپنی خچر پر سوار ہوکر ان فرش فروش تک پہنچے جو نئے خلیفہ کے اعزاز میں آراستہ کئے گئے تھے، آپ ان کو پاؤں سے ہٹاتے ہوئے نیچے کی چٹائی پر بیٹھ گئے۔ پھر فرمایا:" مزاحم! ان کو بھی مسلمانوں کے بیت المال میں جمع کر دو"

سابق خلیفہ کی مخصوص اشیاء بیت المال میں

دستور یہ تھا کہ جب کسی خلیفہ کا انتقال ہو جاتا تو اس کے ملبوسات اور عطر وغیرہ میں سے جو چیزیں اس کی استعمال شدہ ہوتیں وہ اس کے اہل وعیال کا حق سمجھی جاتیں اور غیر مستعمل عطر اور لباس، بعد کے خلیفہ کی نذر کر دیا جاتا ۔ سلیمان بن عبدالملک کے انتقال کے بعد اس کے اہل وعیال کی ساری رات اس حالت میں گذری کہ وہ تیل اور خوشبو ایک شیشی سے دوسری شیشی میں انڈیلتے رہے اور جو کپڑے استعمال نہیں ہوئے تھے انہیں پہن پہن کر مستعمل کرتے رہے، صبح ہوئی تو سلیمان کے اہل خانہ نے وہ تمام چیزیں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضؓ کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے کہا: یہ آپ کی ہیں اور یہ ہماری ہیں" حضرت عمر نے فرمایا "یہ اور وہ کا کیا مطلب؟ انہوں نے بتایا کہ جو کپڑے اور عطر خلیفۂ سابق کے استعمال میں آچکے ہیں۔ وہ اس کی اولاد کا حق ہے، اور جو غیر مستعمل ہیں وہ بعد کے خلیفہ کا حق ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا۔ یہ ساری چیزیں نہ میری ہیں۔ نہ سلیمان کی اور نہ تمہاری۔ مزاحم! ان سب

کو مسلمانوں کے بیت المال میں پہنچاؤ۔"

خوبرو لونڈیوں کی پیش کش

امراء و وزراء نے باہمی مشورہ کیا، انہوں نے کہا جو کچھ آج تم نے دیکھا ہے اس کے بعد شاہی سواریوں، خیموں، شامیانوں، زینت و آرائش اور فرش فروش کی توقع تو بے سود ہے اب صرف ایک چیز باقی رہ جاتی ہے اور وہ ہیں لونڈیاں، یہ ان کی خدمت میں پیش کر دیکھو ممکن ہے۔ انہیں سے تمہاری مراد بر آئے، ورنہ تمہیں ان صاحب سے کوئی توقع نہیں رکھنی چاہیے چنانچہ حورنیوں جیسی حسین دوشیزاؤں کو لا کر آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا، آپ ایک ایک سے دریافت کرتے: تم کون ہو؟ کس کی ہو؟ اور کس نے تمہیں یہاں بھیجا ہے؟ ہر لونڈی بتلاتی کہ وہ اصل میں فلاں کی تھی اور اس طرح پکڑ کر اسے یہاں لایا گیا، آپ نے سب کے بارے میں حکم فرمایا کہ انہیں ان کے مالکوں کو واپس کر دیا جائے۔ چنانچہ سواری دے کر انہیں ان کے اصل شہروں کی طرف واپس کر دیا گیا جب ان لوگوں نے یہ حالت دیکھی تو آپ سے قطعی مایوس ہو گئے،

اور انہیں قطعی یقین ہو گیا کہ آپ لوگوں کو حق و انصاف پر مجبور کریں گے۔

خلافت کا نصب العین

خلافت کے بعد آپ نے تین دن تک لوگوں سے ملاقات نہیں کی، نہ کوئی شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہو سکتا تھا۔ بنی مروان اور بنی امیہ کے سربرآوردہ افراد، شرفائے عرب اور امراء لشکر آپ کے دروازے پر منتظر تھے کہ آپ کی جانب سے کیا احکامات صادر ہوتے ہیں۔ تین دن کے بعد اجلاس عام فرمایا، لوگوں کو شریعت کے مطابق حق و انصاف قائم کرنے کی تلقین کی، کتاب و سنت کو رواج دیا، عادلانہ سیرت پر چلے، دنیا کو خیرباد کہی

زہد و قناعت کو شعار بنایا، احکامِ الٰہیہ کو زندہ کرنے کے لئے زندگی وقف کر دی اور حیاتِ مستعار کے آخری لمحات تک اسی روش پر قائم رہے۔

مصاحبت کے شرائط

جب حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو لوگ آپ کے سامنے کھڑے ہونے لگے۔ آپ نے فرمایا۔

"لوگو! اگر تم کھڑے ہو گے ہمیں بھی کھڑے ہونا پڑے گا، تم بیٹھو تو ہم بیٹھیں گے (انسانوں کے سامنے کھڑے ہونا زیبا نہیں) کیونکہ سب لوگ ربّ العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض مقرر کئے ہیں اور کچھ سنّتیں جاری فرمائی ہیں، جو شخص ان پر عمل پیرا ہو گا وہ (رسول اللہ علیہ وسلم سے) جا ملے گا اور جو ان کو چھوڑ دے گا وہ مٹا دیا جائے گا۔ جو شخص ہماری مصاحبت میں رہنا چاہتا ہے اسے پانچ باتوں کا التزام کرنا ہو گا۔

(۱) جن لوگوں کی ضرورتیں ہم تک نہیں پہنچ پاتیں ان کی ضرورتیں ہمیں پہنچائے (۲) عدل و انصاف کی جو صورتیں ہم سے اوجھل ہیں ان کی طرف ہماری راہنمائی کرے (۳) حق و انصاف کے قیام میں ہماری مدد کرے (۴) ہماری اور تمام لوگوں کی امانت کا حق ادا کرے (۵) ہمارے پاس کسی کی بدگوئی نہ کرے۔ جو شخص ان امور کا التزام نہیں کر سکتا اس کو ہماری صحبت و ہمنشینی کی اجازت نہیں۔

ابتداءً بالسلام ہمارے ذمّہ ہے، خلیفہ کا حکم

حضرت عمر بن عبدالعزیز کا معمول تھا کہ جب پہرے داروں کی طرف باہر نکلتے تو پہلے سے یہ کہلا بھیجتے کہ ہماری آمد پر کھڑے ہونے کی ضرورت نہیں۔ نہ ہمیں سلام کرنے میں ابتدا

کی جائے، باہر آکر تمہیں السلام علیکم کہنا ہمارے ذمہ ہے۔

اتباعِ سنّت کی تاکید

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا ارشاد ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد کے خلفائے راشدین کی بہت سی سنتیں ہیں، ان پر عمل کرنا کتاب اللہ کو مضبوط پکڑنا ہے، ان سے اللہ کے دین میں قوت حاصل ہوتی ہے۔ ان میں تغیر و تبدل کا کسی کو حق نہیں، نہ خلافِ سنت کام لائقِ التفات ہے، جو شخص ان سنتوں سے ہدایت حاصل کرے وہ ہدایت پر ہوگا۔ جو ان سے مدد لے اس کی مدد ہوگی۔ اور جو شخص ان کو چھوڑ دے اور اہل ایمان کے راستے سے ہٹ کر کوئی اور راستہ اپنائے وہ جدھر جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے اسی طرف پھیر دیں گے اور اسے جہنم میں جھونک دیں گے۔ اور وہ لوٹنے کی بہت بری جگہ ہے۔ (مصنف کتاب عبداللہ بن عبدالحکیم فرماتے ہیں) میں نے امام مالکؒ سے سنا وہ فرماتے تھے احیائے سنت کے سلسلے میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا عزم مجھے بے حد پسند ہے۔

ختم رسالت اور منصب خلافت

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو خطبہ دیا۔ اس میں فرمایا:۔

"لوگو! تمہارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد کوئی نبی نہیں، نہ اس کتاب کے بعد جو آپ پر نازل کی گئی ہے کوئی کتاب ہے۔ جو چیزیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے حلال ٹھہرا دیں وہ قیامت تک حلال رہیں گی اور جن چیزوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی حرام قرار دیا وہ قیامت تک حرام رہیں گی۔

خوب سمجھ لو! میں فیصلہ کرنے والا نہیں ہوں، میں تو بس اللہ اور رسولؐ کے فیصلوں کو اللہ کی خاطر نافذ کرنے والا ہوں، میں کوئی نیا راستہ نہیں نکالوں گا،

بلکہ پہلوؤں کے راستے پر چلوں گا۔ سن رکھو! اللہ کی نافرمانی کی صورت میں کسی کی فرمانبرداری جائز نہیں، میں تم سے بہتر نہیں ہوں، بلکہ تمہیں میں کا ایک فرد ہوں، البتہ میری ذمہ داریوں کا بار تم سب سے گراں ہے۔ لوگو! سب سے افضل عبادت فرائض کا ادا کرنا اور محرمات سے بچنا ہے۔ بس مجھے یہ عرض کرنا تھا۔ میں اپنے لئے اور تمہارے لئے اللہ کے حضور میں استغفار کرتا ہوں۔

خوفِ خدا کی ضرورت

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا لوگو! خدا کے خوف (تقویٰ) کو لازم پکڑو، کیونکہ خدا تعالیٰ کا خوف ہر چیز کا بدل ہے مگر اس کا کوئی بدل نہیں، لوگو! مجھ سے پہلے کچھ حکام ہوئے ہیں جن کو خوش رکھنا تم اس واسطے ضروری سمجھتے تھے۔ تاکہ اس کے ذریعہ تم ان کے ظلم سے محفوظ رہ سکو۔ لوگو! میں مال و دولت کو تم سے بچا بچا کر نہیں رکھونگا بلکہ جہاں مجھے حکم دیا گیا ہے وہاں صرف کروں گا۔ سن رکھو! خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی فرمانبرداری جائز نہیں اقول قولی ہذا و استغفر اللہ العظیم لی ولکم۔

آخرت سے غفلت کی اصلاح

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو جمع کر کے حسب ذیل خطبہ دیا۔

"میں نے آپ حضرات کو ایسے کام کے لئے جمع نہیں کیا جو میں نے ایجاد کیا ہو بلکہ میں نے تمہاری معاد اور جس حالت کی طرف تم لوٹ کر جانے والے ہو اس میں غور کیا تو میں نے دیکھا کہ جو لوگ اس کی تصدیق کرتے ہیں، (مگر اس کی تیاری کی کوئی فکر نہیں کرتے) وہ احمق ہیں۔ اور جو لوگ اس کے سرے

سے منکر ہیں وہ ہلاک ہونے والے ہیں۔

بس اتنا فرمایا اور ممبر سے نیچے اُتر آئے۔

احیائے سنت نہ ہو تو زندگی بے مقصد ہے

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے بے وطن لوگوں کو (جو اپنے اپنے علاقوں سے اپنی ضرورتوں کے لئے دار الخلافہ میں آئے ہوئے تھے) جمع کیا اور ان کو خطبہ دیا اس میں فرمایا:-

لوگو! اپنے اپنے علاقوں میں واپس چلے جاؤ، کیوں کہ جب تم میرے پاس ہوتے ہو تو میں تمہیں بھول جاتا ہوں اور جب تم اپنی اپنی جگہ ہو تو مجھے خوب یاد رہتے ہو، دیکھو! میں نے کچھ لوگوں کو تم پر حاکم مقرر کیا ہے، میں یہ نہیں کہوں گا کہ وہ تم میں کے بہترین آدمی ہیں۔ ہاں یہ کہہ سکتا ہوں کہ وہ بروں سے اچھے ہیں اگر کسی شخص پر اس کا حاکم ظلم ڈھاتا ہے تو میں آگاہ کردینا چاہتا ہوں کہ اسے میری طرف سے اس کی اجازت نہیں ہے (اطلاع ملنے پر اس کے خلاف کارروائی کی جائے گی) اور جس پر کسی قسم کا ظلم نہیں ہوا (یونہی یہاں آیا ہوا ہے، اسے اپنی جگہ واپس جانا چاہیے) آئندہ میں اسے یہاں نہ دیکھوں۔

دیکھو! میں نے اپنے لئے اور اپنے اہل وعیال کے لئے اس مال کو ممنوع قرار دے رکھا ہے۔ اب اگر تم کو دینے میں بھی بخل کروں تو پھر میں پرلے درجہ کا کنجوس ٹھہرا، بخدا! اگر میں کسی سنت کو بلند نہ کرسکوں یا حق وانصاف کی راہ نہ چل سکوں تو میں ایک گھڑی بھی زندہ رہنا نہیں چاہتا۔"

موت اور قیامت

ایک اور خطبے میں حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ،

نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا۔

"اما بعد: لوگو! مہلت زیادہ طویل اور قیامت کا دن کچھ زیادہ دور نہیں، جس کی موت آ پہنچی اس کے لئے قیامت برپا ہوگئی، مرنے کے بعد نہ کسی گنہ گار سے عذر و معذرت قبول کی جائے گی۔ نہ کسی کی بھلائی میں اضافہ ہوگا، خبردار! خلافِ سنت میں کسی شخص کے لئے سلامتی نہیں، نہ اللہ کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت روا ہے ـــــ جو شخص حاکم کے ظلم سے بھاگ نکلے تم اسے نافرمان" کہتے ہو، جب کہ امام ظالم اس سے بڑھ کر نافرمان کہلانے کا مستحق ہے۔ دیکھو! میں ایک ایسی چیز کی اصلاح میں لگا ہوں جس کے لئے اللہ تعالیٰ ہی مدد کر سکتا ہے، اس پر بڑے ختم ہوگئے، چھوٹے بڑے بن گئے، گونگے بولنے لگے اور دیہاتی مہاجر بن گئے، اب لوگوں نے اسی چیز کو دین سمجھ لیا ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ حق بس یہی ہے۔ پھر فرمایا: میری محبوب خواہش یہ ہے کہ تمہاری عزت و آبرو اور مال و دولت کو بڑھاتا رہوں، الا یہ کہ مال و عزت سے تعرض حق کی بنا پر ہو (الا بحقہا) ولا قوۃ الا باللہ۔

سب سے بڑا بدقسمت

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضؓ نے مقام خناصرہ میں لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:-

"لوگو! تمہیں عبث اور بیکار نہیں پیدا کیا گیا نہ مہمل چھوڑا گیا ہے کہ من مانی کرتے رہو، تمہارے لوٹ کر جانے کی۔ ایک جگہ مقرر ہے جس میں اللہ رب العزت حکم اور فیصلے کیلئے نزول اجلال فرمائیں گے۔ بڑا بدقسمت اور حرماں نصیب ہے وہ شخص جو اللہ کی رحمت کے سائے سے نکل جائے جو رحمت کہ ہر چیز کو محیط ہے اور اس جنت سے محروم رہ جائے جس کی پہنائی آسمان و زمین کی برابر ہے، تم دیکھتے نہیں؟ آج تمہارے

قبضے میں ان لوگوں کا سروسامان ہے جو موت کے گھاٹ اتر چکے ہیں، اور تمہارے بعد وہ لوگ آئیں گے جو تمہاری چیزوں پر قابض ہوں گے، تا آنکہ یہ ساری چیزیں خیر الوارثین کے قبضہ میں چلی جائیں گی، تم صبح و شام ان لوگوں کو رخصت کرتے ہو جن کی میعاد ختم ہو جاتی ہے اور ان کا وقت موعود آ پہنچتا ہے پھر تم ان کو زمین کے گڑھے میں دبا آتے ہو، جہاں نہ تکیہ ہے نہ بستر، وہ احباب کو چھوڑ گیا ساز و سامان اس سے چھن گیا، حساب و کتاب کا اس کو سامنا ہے، مٹی میں اس کی رہائش ہے، اپنے عمل میں محبوس ہے، جو کچھ چھوڑا اس سے مستغنی ہے اور جو کچھ آگے بھیج گیا اس کا محتاج ہے"

اس کے بعد فرمایا:-

"خدا کی قسم! میں تم سے جو کچھ کہہ رہا ہوں یہ سمجھتے ہوئے کہہ رہا ہوں کہ جتنے گناہ میرے پاس ہیں تم میں سے کسی کے پاس نہیں ہوں گے۔ اس لئے میں اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار کرتا ہوں تم میں سے جو شخص بھی اپنی ضرورت میرے سامنے پیش کرے گا، میری خواہش ہو گی کہ جہاں تک مجھے قدرت ہے میں اس کی ضرورت پوری کردوں، اور اگر کوئی شخص اپنی ایسی ضرورت پیش کرے جس کی گنجائش میرے پاس نہ ہو، تو میری تمنا ہو گی کہ اس محرومی کی ابتداء مجھ سے اور میرے خاندان کے قریبی لوگوں سے کی جائے تا کہ ہماری اور تمہاری معیشت برابر کی سطح پر آجائے،

بخدا! اگر میں اس حالت کو چھوڑ کر فراخ دستی اور عیش سامانی کا ارادہ کرتا تو زبان کے لئے یہ کام بڑا آسان ہوتا، لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتاب ناطق نازل ہو چکی ہے جس میں مجھے اس کی اطاعت کا حکم ہے اور اس کی معصیت سے ممانعت۔

جب خطبہ یہاں تک پہنچا تو آپ نے کپڑے کے پلے سے چہرہ ڈھانک لیا

اور روتے روتے ہچکی بندھ گئی تمام حاضرین مجلس بھی رونے لگے۔ جب سکون ہوا تو فرمایا:۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ہمیں ہدایت عطا فرمائیں اور اپنی محبت و رضا کے اعمال کی توفیق بخشیں۔"

کھانے کا معمول

جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ ہوئے تو دنیا سے زہد و قناعت اختیار کی، عیش و عشرت پر لات ماری اور انواع و اقسام کے کھانے یکسر ترک کر دیئے۔ معمول یہ تھا کہ جب آپ کا کھانا تیار ہو جاتا تو کسی چیز میں ڈھک کر رکھ دیا جاتا، جب تشریف لاتے تو اسے خود ہی اٹھا کر تناول فرما لیتے۔

کوفہ کی ایک خاتون کا واقعہ

ایک عورت کوفہ سے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس آئی، عرض کیا: امیر المومنین کی طرف سے وظائف تقسیم ہوئے ہیں ان میں سے نہ مجھے کچھ ملا۔ نہ میری بیٹیوں کو"۔ فرمایا "تیرا گواہ کون ہے" کہنے لگی:۔ وہاں کے سارے چوہدری اور جان پہچان کے لوگ اس کی گواہی دیں گے"۔ فرمایا: "اچھا شام کو آئیو، میں تجھے ایک تحریر لکھ کر دوں گا۔ پھر فرمایا" ذرا ٹھہر جا! خدا جانے شام تک کون جیئے، کون مرے؟ جا تو فاطمہ بنت عبدالملک (حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی اہلیہ) کے پاس جا بیٹھ (میں ابھی لکھے دیتا ہوں) یہ خاتون، فاطمہ بنت عبدالملک کے پاس جا بیٹھیں، تھوڑی دیر بعد حضرت عمرؒ گھر تشریف لائے اور وضو کے لئے پانی ڈالا۔ اس عورت نے فاطمہ سے کہا "آپ سر کا کپڑا ٹھیک کر لیجئے، یہ آدمی آپ کو کھلے سر دیکھ رہا ہے" فاطمہ نے کہا "تم نہیں جانتیں یہ کون ہیں؟ یہ امیر المومنین ہیں، وضو کے لئے پانی لے رہے ہیں" اس عورت کا بیان ہے کہ وضو سے فارغ ہو کر آپ نے مجھے تحریر لکھ دی۔

چراغ ٹھیک کرنے کا واقعہ

ایک رات کچھ لوگ اپنے کسی کام کے سلسلہ میں حاضر خدمت تھے کہ چراغ مدھم ہو گیا، آپ نے اٹھ کر اسے ٹھیک کر دیا، حاضرین نے عرض کیا: امیر المومنین! اس خدمت کے لئے ہمیں فرما دیا جاتا۔ فرمایا کوئی بات نہیں! میں جب اٹھا تھا تب بھی عمر بن عبدالعزیز تھا ——— اور اب بھی عمر بن عبدالعزیز ہی ہوں۔"

گورنروں کی تنخواہ اور حضرت عمرؒ کا زہد

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے مال فے سے اپنے آپ کو طلاق دے رکھی تھی، بیت المال سے جو وظیفہ ایک عام آدمی کو ملتا تھا وہی آپ لیتے تھے، اس کے علاوہ کچھ نہیں لیتے تھے ابن ابی زکریا آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: امیر المومنین! میں آپ سے کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔" فرمایا: "کہئے" عرض کیا: میں نے سنا کہ آپ اپنے ایک ایک گورنر کو تین تین سو دینار تنخواہ دیتے ہیں؟ فرمایا: "صحیح ہے۔" عرض کیا: "وہ کیوں؟" فرمایا: "میرا مقصد یہ ہے کہ وہ اتنے مستغنی اور خوشحال ہوں کہ انہیں خیانت کی ضرورت نہ رہے۔" عرض کیا: "امیر المومنین آپ اس کے بدرجۂ اولیٰ مستحق ہیں" یہ سنکر آپ نے اپنی کلائی سے آستین اٹھائی اور فرمایا: اس کی پرورش مال "فے" سے ہوئی ہے (بس اب وہی پہلا کھایا بہت ہے) میں دوبارہ کبھی مال فے "سے اس کی ضیافت نہیں کروں گا۔

بیت المال کا عنبر

ایک دن عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ کے پاس "فیے" کا کچھ عنبر لایا گیا، ان کے سیکرٹری لیث بن ابی رقیہ بھی وہاں موجود تھے۔ آپ نے عنبر ہاتھ میں لے کر ملاحظہ فرمایا اور حکم دیا کہ اسے فروخت

کر دیا جائے، آپ کا ہاتھ کہیں ناک کو لگا تو اس کی خوشبو محسوس ہوئی، فوراً پانی منگوا کر ہاتھ دھوئے اور وضو کیا، سیکرٹری نے عرض کیا: اس عنبر میں کیا کوئی خاص بات تھی کہ آپ نے اس کی وجہ سے وضو کیا؟ فرمایا: "لیث! تم بھی عجیب آدمی ہو، کیا یہ کھانے پینے کے کام آتا ہے؟ اس کا استعمال یہی تو ہے جو ہمارے ہاتھ کو لگنے کی وجہ سے ہوا"

ایک دن حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے سامنے فے کی کستوری لا کر رکھی گئی اس کی خوشبو آئی تو آپ نے ہاتھ سے ناک بند کرتے ہوئے فرمایا: "اسے اتنی دور رکھو جہاں سے خوشبو نہ آئے۔"

بیت المال کا گرم پانی

آپ کا ایک غلام گرم پانی کا لوٹا لے کر آتا اور آپ اس سے وضو کر لیتے، ایک دن غلام سے فرمایا: "غالباً تم یہ لوٹا مسلمانوں کے مطبخ میں لے جاتے ہو، اور وہاں آتش دان کے پاس رکھ کر گرم کر لیتے ہو؟" عرض کیا "جی ہاں! یہی ہوتا ہے" فرمایا تو نے سارا ستیاناس کر دیا" پھر مزاحم سے فرمایا: "یہ لوٹا بھر کر گرم کرو اور دیکھو اس میں کتنا ایندھن صرف ہوتا ہے۔ پھر ان تمام دنوں کا حساب کر کے اتنا ایندھن مطبخ میں داخل کر دو"

ایک بار سخت سردی کی رات میں آپ کو غسل کی حاجت ہوئی، خادم نے پانی گرم کر کے پیش کیا، دریافت فرمایا: کہاں گرم کیا ہے؟ عرض کیا عام مطبخ میں" فرمایا: "پھر اسے اٹھالو" اور ٹھنڈے پانی سے غسل کرنے کا ارادہ فرمایا، ایک شخص نے عرض کیا" امیر المؤمنین! میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں، اپنی ذات پر رحم کیجئے، اگر مطبخ کا گرم شدہ پانی اپنے لئے جائز نہیں سمجھتے تو اس کی قیمت لگا کر بیت المال میں داخل کر دیجئے" چنانچہ حضرت عمرؓ نے یہی کیا۔ رضی اللہ عنہ،

خلیفہ کی ذاتی زمین اور اس کا غلّہ

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ رحمۃ اللہ فرماتے تھے: میں نے ہر چیز مسلمانوں کے بیت المال میں داخل کر دی ہے، البتہ چشمہ سویدا، میرا اپنا ہے، چنانچہ وہاں چٹیل زمین، جس کی ایک بالشت میں بھی کسی مسلمان کا حق نہیں تھا، میں نے حاصل کی پھر جو وظیفہ مجھے عام مسلمانوں کے ساتھ ملتا ہے اس رقم سے میں نے وہ زمین کاشت کرائی ہے۔ اس زمین کا غلہ آیا جس کی مالیت دو سو دینار اور ایک بوری صیحانی کھجور اور عجوہ کھجور تھی، آپ نے فرمایا: لاؤ یہ عجوہ کھجور ان حضرات (حاضرین مجلس) کے سامنے پیش کرو، یہ بڑی فرحت افزا اور صحت بخش ہے۔" عورتوں نے سنا کہ آپ کے پاس مال آیا ہے، تو انہوں نے آپ کے ایک کم سن صاحبزادے کو بھیجا کہ اسے اس مال میں سے کچھ عنایت فرمایا جائے، لڑکا آیا تو آپ نے فرمایا: "اسے ان کھجوروں کی ایک مٹھی دیدو۔" مٹھی بھر کھجوریں لے کر بچہ تو خوشی خوشی چلا گیا۔ مگر جب عورتوں کے پاس پہنچا اور انہوں نے دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں چند کھجوریں ہیں تو اس سے کہا: جاؤ! یہ کھجوریں آپ کے سامنے ڈال دو، لڑکا آیا، کھجوریں آپ کے سامنے ڈال دیں اور دیناروں کی طرف ہاتھ بڑھایا حضرت عمرؒ نے ولید بن ہشام سے فرمایا: ولید! اس کا ہاتھ پکڑ لو" ولید نے بچے کا ہاتھ پکڑ لیا، حضرت عمرؒ نے اس کے لئے طویل دعا کی چند الفاظ یہ تھے۔

> اے اللہ! اے آسمان و زمین کے پیدا کرنے والے: اے غیب اور ظاہر کو جاننے والے! آپ ہی فیصلہ کریں گے لوگوں کے درمیان اس بات کا جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں، یہ مال اس بچے کے لئے اسی طرح مبغوض بنا دیجئے جس طرح فلاں شخص کے لئے آپ نے اس کو محبوب بنایا ہے۔

دعا سے فارغ ہو کر فرمایا: "ولید! اس کا ہاتھ چھوڑ دو" بچے کے ہاتھوں پر رعشہ طاری ہو گیا اور اس نے ایک دینار کو بھی ہاتھ نہیں لگایا۔ ایک شخص نے عرض کیا: امیر المؤمنین!

آپ کی دُعا قبول ہو گئی۔

اس کے بعد حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ نے فرمایا:۔ ان دو سو دینار کی زکوٰۃ نکالو۔ جو شخص یہ مال لے کر آیا تھا اس نے عرض کیا امیر المؤمنین! اس باغ کا عشر ادا کیا جا چکا ہے۔ فرمایا بیٹا! یہ تیری محنت تھوڑا ہی ہے۔ چنانچہ پانچ پانچ دینار زکوۃ کے الگ کر دیئے گئے آپ نے فرمایا: کوئی ایسا شخص بتاؤ جو آنکھوں سے معذور ہو اور اس کے پاس لانے لے جانے کے لئے کوئی خادم بھی نہ ہو۔ لوگ آپس میں صلاح مشورہ کرنے لگے، حضرت عمر رحمۃ اللہ نے فرمایا: ہاں مجھے یاد آیا، وہ فلاں بوڑھا جو آنکھوں سے معذور ہے، وہ بے چارا برسات کی اندھیری رات میں ٹھوکریں کھاتا ہے، اس کے پاس کوئی خادم نہیں جو اسے پکڑ کر لائے لے جائے اس رقم میں سے ایک خادم کی قیمت نکال لو، خادم درمیانی عمر کا ہو، نہ اتنا بڑا ہو کر اسے ڈانٹا کرے، نہ اتنا کم عمر ہو کہ اس کی خدمت سے عاجز ہو۔ چنانچہ اس رقم سے پنتیس ۳۵ دینار اسکے نکال لئے گئے، بعد ازاں حضرت عمر رحمۃ اللہ نے اس شخص کو بلایا جو آپ کے گھر کے خرچ اخراجات کا متولی تھا، اس سے فرمایا: یہ دینار لے لو، ہمارے اہل و عیال پر خرچ کر دیہاں تک کہ میرا وظیفہ جو مسلمانوں کے ساتھ مجھے ملتا ہے حاصل ہو جاتے، یا اللہ تعالیٰ اس سے پہلے ہی فیصلہ فرما دیں۔

غلام اور خچر

حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک غلام تھا اور ایک خچر۔ وہ غلام اس خچر کے ذریعہ محنت مزدوری کیا کرتا تھا۔ ایک دن حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ نے اس غلام سے حال احوال دریافت کیا۔ اس نے جواب دیا کہ میرے، آپ کے اور اس خچر کے سوا باقی سب لوگ خیریت سے ہیں۔ فرمایا "جا تو آزاد ہے۔"

خوفِ الٰہی

حضرت عمر بن عبد العزیز کی اہلیہ محترمہ فاطمہ بنت عبد الملک سے

حضرت عمرؒ کی عبادت کا حال دریافت کیا گیا تو کہنے لگیں: "اللہ کی قسم! وہ اور لوگوں سے زیادہ نماز روزہ تو نہیں کرتے تھے، لیکن اللہ کی قسم! میں نے ان سے بڑھ کر کسی کو اللہ تعالیٰ کے خوف سے کانپتے نہیں دیکھا۔ وہ اپنے بستر پر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے، تو خوف خداوندی کی وجہ سے چڑیا کی طرح پھڑپھڑانے لگتے، یہاں تک کہ ہمیں اندیشہ ہوتا کہ ان کا دم گھٹ جائیگا اور لوگ صبح کو اٹھیں گے تو خلیفہ سے محروم ہوں گے۔

ایک رات حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سورۂ واللیل اذا یغشٰی پڑھ رہے تھے جب اس آیت پر پہنچے۔

فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى پس میں نے تم کو ڈرا دیا بڑھکتی آگ سے

تو ہچکی بندھ گئی، دم گھٹ گیا، آگے نہیں پڑھ سکے، دوبارہ پھر نئے سرے سے شروع کی، جب اس آیت پر پہنچے تو پھر وہی کیفیت ہوئی، اور آگے نہیں پڑھ سکے، بالآخر یہ سورت چھوڑ کر دوسری سورت پڑھی۔

دابق کی راتیں

ایک دن حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ اپنی اہلیہ محترمہ فاطمہ کے پاس تھے، ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: "فاطمہ! آج کی بہ نسبت دابق کی راتوں میں ہم زیادہ عیش و راحت میں تھے۔"

عرض کیا: "آج آپ کو جتنی قدرت ہے اس سے پہلے کبھی نہیں تھی (عیش و راحت کا سامان کیا مشکل ہے)، یہ سنکر آپ کی چیخ نکل گئی اور یہ کہتے ہوئے وہاں سے تشریف لے گئے "فاطمہ! مجھے دوزخ کی آگ سے ڈر لگتا ہے۔ فاطمہ! اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کردں تو میں بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔"

آٹھ سو کی چادر اور آٹھ درہم کا کمبل

ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا آپ نے

اسے فرمایا کہ آٹھ درہم کا کمبل خرید کر لاؤ وہ صاحب خرید کر لائے۔ آپ نے اسے بہت پسند کیا اور ہاتھ میں لیکر فرمایا: "بڑا نرم ہے" یہ سنکر وہ صاحب بیساختہ ہنسنے لگے، آپ نے فرمایا "عجیب احمق آدمی ہو، بلاوجہ ہنستے ہو" وہ صاحب کہنے لگے: "جی! احمق نہیں ہوں، دراصل مجھے یاد آیا کہ ایک بار جب کہ آپ گورنر تھے، آپ نے مجھے فرمایا تھا کہ میں آپ کے لئے ایک عمدہ قسم کی گرم چادر خرید کر لاؤں۔ میں نے آٹھ سو کی چادر خرید کر پیش کی تو آپ نے اس پر ہاتھ رکھتے ہی فرمادیا تھا: بڑی کھردری قسم کی اٹھا لائے" اور آج ماشاء اللہ آٹھ درہم کے موٹے سے کمبل کو فرمایا جا رہا ہے کہ بڑا ملائم ہے۔ اس پر مجھے تعجب ہوا اور بیساختہ ہنسی آگئی" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو شخص آٹھ آٹھ سو کا کمبل خریدتا ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ وہ اللہ سے بھی ڈرتا ہے"

ایک ہی کرتا

ایک دن حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو جمعہ کے لئے ذرا دیر ہو گئی، لوگوں نے اعتراض کیا، اس پر فرمایا "میں نے اپنی قمیص دھوئی تھی، اس کے سوکھنے کے انتظار میں دیر ہو گئی"

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ بیمار تھے مسلمہ بن عبدالملک عیادت کے لئے آئے، دیکھا کہ کرتا بہت میلا ہو رہا ہے، اپنی ہمشیرہ فاطمہ بنت عبدالملک زوجہ عمر بن عبدالعزیز سے کہا: ان کی قمیص کیوں نہیں دھو دیتیں؟ فاطمہ نے کہا: بخدا! ان کے پاس بس یہی ایک قمیص ہے اگر اسے اتار کر دھوئیں تو اتنی دیر ان کو بغیر قمیص کے رہنا ہو گا"

مجلس برخاست کرنے کا معمول

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو جب کسی کام کے لئے "تنہائی" کی ضرورت ہوتی اور حاضرین مجلس کو اٹھانا چاہتے، تو کسی کو یہ نہیں فرماتے تھے کہ لوگوں کو اٹھا دیا جائے بس یہ فرمایا کرتے: "جی ہاں! جب آپ چاہیں! اللہ آپ پر رحم فرمائے"

کھانے میں اسراف کی اصلاح

خاندانِ بنی اُمیّہ میں مسلمہ بن عبدالملک سب سے زیادہ مالدار، تنعم پرست اور کھانے پینے میں فضول خرچ تھے، حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو ان کی کھانے پینے میں فضول خرچی کا قصہ پہنچا تو ایک دن ان سے فرمایا کہ کل صبح سویرے آپ کے پاس آئیں، گھر میں فرمایا کہ آج مسور کی دال کا ثرید بنایا جائے، اس کے علاوہ عمدہ قسم کا سالن تیار کیا جائے مسلمہ صبح سویرے گئے اور دن چڑھے تک آپ کے پاس رہے، بھوک لگی تو اُٹھ کر جانے لگے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو روک لیا اور فرمایا: "ذرا تشریف رکھئے۔" بیٹھے بیٹھے دوپہر ہوگئی، وہ پھر اٹھنے لگے تو فرمایا: "ذرا تشریف رکھیئے" جب حضرت عمر رحمہ اللہ نے محسوس کیا کہ اب یہ بھوک سے بیتاب ہو رہے ہیں تو کھانا منگوایا، مسور کی دال کا ثرید پیش کیا گیا مسلمہ دیکھتے ہی اس پر جھپٹ پڑے اور یوں کھانے لگے جیسے کوئی بھوک سے مرا جاتا ہو، جب پیٹ بھرنے میں کچھ کسر باقی نہ رہی، تو حضرت عمر رحمہ اللہ نے یہ کھانا اٹھوا دیا اور عمدہ، لذیذ اور بہترین کھانا طلب فرمایا، جب کھانا لایا گیا تو مسلمہ سے فرمایا: "تناول فرمایئے" کہنے لگے: "میں سیر ہو چکا ہوں، اب اور گنجائش نہیں۔" آپ نے فرمایا" جب مسور کا ثرید بھی کافی ہو سکتا ہے تو کھانے میں فضول خرچی کرنے اور جہنم میں گھسنے کی کیا ضرورت؟" حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مقصد انہیں نصیحت کرنا اور ادب سکھانا تھا۔ چنانچہ اس کے بعد مسلمہ نے اپنی پہلی حالت کی اصلاح کر لی۔

خلافت سے وفات تک

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے خلافت کے بعد نہ کوئی نئی سواری خریدی، نہ کسی عورت سے نکاح کیا، نہ نئی باندی رکھی، یہاں تک کہ آپ کا وصال ہوگیا اور خلافت سے وفات تک کبھی آپ کو کھل کر ہنستے نہیں دیکھا گیا۔ آپ کی اہلیہ محترمہ فرماتی ہیں کہ خلافت سے

وفات تک آپ سے تین مرتبہ کے سوا کبھی غسل جنابت نہیں کیا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کو کبھی اس کی نوبت نہیں آئی۔

مزاج پُرسی کرنے والے کو جواب

ایک شخص نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے کہا: "امیرالمؤمنین! آپ نے کس حالت میں صبح کی؟"[1] فرمایا: میں نے اس حالت میں صبح کی کہ پیٹو، سُست کار اور گناہوں میں آلودہ ہوں، اور اللہ تعالیٰ پر خام آرزوئیں باندھ رہا ہوں۔

بنی اُمیہ کا مطالبہ اور اس کا جواب

بنی اُمیہ نے جمع ہو کر ایک شخص کو کہا کہ وہ آپ سے گفتگو کرے کہ آپ ان کے ساتھ صلہ رحمی اور شفقت کا برتاؤ کریں (مطلب یہ کہ کچھ عطیات سے نوازا کریں) آپ ان کے لئے دس ہزار دینار کا حکم کر چکے تھے مگر انہیں ابھی تک وصول نہیں ہوئے تھے۔ چنانچہ وہ شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ سے گفتگو کی، اور بنی اُمیہ کا پیغام پہنچایا، آپ نے فرمایا: ہاں! اللہ کی قسم میں وہ (دس ہزار دینار) ان کو دے چکا ہوں، مگر اس پر پشیمان ہوں کہ یہ رقم میں نے ان کے بجائے دوسرے مسلمانوں کو کیوں نہ دے دی، کیونکہ وہ مسلمانوں کے چار ہزار گھروں کے واسطے کافی ہو سکتی ہے؛ ان صاحب نے واپس جا کر ان لوگوں کو اپنی گفتگو سے آگاہ کیا اور کہا: اے بنی اُمیہ! تم کو خود اپنے آپ پر ملامت کرنی چاہیے، تم نے اُٹھ کر اپنے خاندان کے ایک شخص کا نکاح حضرت عمر کی لڑکی (مراد پوتی ہے) سے کرا دیا، اس نے عمر کو کپڑوں میں لپیٹ کر تمہارے حوالے کر دیا، پس اپنے آپ ہی کو ملامت کرو۔

---

[1] کیف اصبحت؟ یہ مزاج پُرسی کا ایک محاورہ ہے۔ مطلب یہ کہ مزاج کیسے ہیں، رات کیسے گزری؟

حضرت عمرؒ کے معین اور مددگار

آپ کے گھر کے تین افراد یعنی آپ کے بھائی سہل، آپ کے صاحبزادے عبدالملک اور آپ کے غلام مزاحم کو حق تعالیٰ نے آپ کا معین و مددگار بنا دیا تھا، یہ حضرات حق کے نافذ کرنے میں آپ کی مدد کرتے تھے اور آپ کے لئے تائید و قوت کا باعث تھے۔ ایک بار بنی اُمیّہ کے چند لوگ جمع ہو کر آپ کے صاحبزادہ عبدالملک کے پاس آتے، ان سے کہا: تیرے باپ نے ہم سے قطع رحمی کی ہے، ہمارے پاس جو کچھ تھا وہ سب ہم سے چھین لیا ہے اور ہمارے اسلاف کی عیب جوئی کی ہے، بخدا! ہم اس پر صبر نہیں کریں گے، ان سے کہیئے یہ طرز عمل ہمارے لئے ناپسندیدہ ہے، اس سے باز آجائیں۔" عبدالملک نے ان کا یہ پیغام حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ تک پہنچانے کی حامی بھر لی، آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس گفتگو کی اطلاع دی، عبدالملک کی زبان سے یہ باتیں سُنکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو صدمہ ہوا، یہ دیکھ کر عبدالملک نے عرض کیا" امیرالمومنین! آپ جو چاہتے ہیں وہی کیجیئے (ان لوگوں کی دھمکیوں کی ذرا پروا نہ کیجیئے) بخدا! میری دلی تمنا یہ ہے کہ اللہ کی خاطر میں اور آپ حوادثِ تقدیر کا نشانہ بن جائیں۔" حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ یہ سُنکر بہت خوش ہوئے، ان کو جزاک اللہ کہی اور فرمایا: اللہ پاک کا بے حد شکر ہے کہ اس نے سہل (آپ کے بھائی) عبدالملک اور مزاحم کے ذریعہ میری کمر مضبوط کر دی۔"

زیاد اور بیت المال

ایک بار آپ کی خدمت میں زیاد مولیٰ ابن عیاش اپنے چند رفقاء سمیت حاضر ہوئے در دولت پر پہنچے تو دروازے پر لوگوں کی ایک جماعت، حاضری کی اجازت کی منتظر تھی، حضرت عمرؓ نے صرف زیاد کو باریابی کی ——— حضرت عمرؓ نے صرف

زیاد کو باریابی کی اجازت مرحمت فرمائی، یہ اندر گئے سلام عرض کیا، مگر انہیں یہ یاد نہ رہا کہ مجھے امیرالمومنین کے عنوان سے آپ کو سلام کہنا ہے تھوڑی دیر بعد یاد آیا تو عرض کیا: السلام علیک یا امیرالمؤمنین! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، پہلے سلام سے بھی میرا کچھ نہیں بگڑا۔ بعد ازاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی جگہ سے ہٹ کر زمین پر بیٹھ گئے اور فرمایا "میرے نزدیک یہ بڑی (بے ادبی کی) بات ہے کہ میں زیاد سے اونچی جگہ بیٹھوں۔" زیاد اپنی گفتگو ختم کر کے جانے لگے تو حضرت عمرؓ نے بیت المال کے خزانچی کو کہلا بھیجا کہ زیاد اور ان کے رفقاء کے لئے بیت المال کا دروازہ کھول دو، انہیں جس چیز کی ضرورت ہو اور جتنی ضرورت ہو خود اٹھا کر لے جائیں۔ بیت المال کا خزانچی زیاد سے واقف نہیں تھا، اس نے زیاد کو دیکھا تو اس کی نظر میں ان کی شخصیت کچھ ایسی نہیں تھی کہ ان کے لئے بیت المال کا دروازہ کھول کر بیت المال محض ان کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جاتا۔ تاہم امیرالمومنین کا حکم تھا، اس نے دروازہ کھول دیا۔ زیاد اندر گئے اپنے لئے اور اپنے رفقا کے لئے تقریباً اسی بانوے درہم لئے اور بس۔ خزانچی نے دیکھا تو بول اٹھا: امیرالمومنین بہتر سمجھتے تھے کہ وہ بیت المال پر کس کو مسلط کر رہے ہیں۔"

خلیفۃ اللہ کا مصداق

ایک شخص نے آپؓ کو یا خلیفۃ اللّٰہ فی الارض (اے زمین میں اللہ کے خلیفہ) کہہ کر پکارا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: دیکھو! جب میں پیدا ہوا تو والدین نے میرے لئے ایک نام منتخب کیا۔ چنانچہ میرا نام "عمر" رکھا اگر تم مجھے "یا عمر" کہہ کر پکارتے تو میں جواب دیتا، پھر جب میں بڑا ہوا تو میں نے اپنے لئے ایک کنیت پسند کی، چنانچہ میں نے اپنی کنیت "ابو حفص" رکھی اگر تم "ابو حفص" کی کنیت سے مجھے بلاتے تو میں جواب دیتا پھر جب تم لوگوں نے امر خلافت میرے سپرد کیا تو تم نے میرا نام "امیرالمومنین" رکھا، اگر تم

"امیرالمومنین" کے لقب سے مجھے خطاب کرتے تب بھی مضائقہ نہیں تھا، باقی رہا "خلیفۃ اللہ فی الارض" کا خطاب! سو میں اس کا مصداق نہیں ہوں، زمین میں اللہ تعالیٰ کے خلیفہ تو حضرت داؤد علیہ السلام اور ان جیسے حضرات تھے، حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

یاداود انا جعلناک	اے داؤد! ہم نے بنایا آپ کو
خلیفتہ فی الارض (سورۂ ص)	خلیفہ زمین میں۔

ککڑیوں کا تحفہ

حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں اردن سے ککڑیوں کے دو ٹوکرے آئے آپ نے فرمایا: "یہ کیسے ہیں؟" عرض کیا گیا: ککڑیوں کے ٹوکرے اردن کے گورنر نے "ہدیہ بھیجے ہیں" فرمایا کس چیز پر لاد کر لائے گئے؟ عرض کیا گیا: سرکاری ڈاک کی سواریوں پر۔ فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے ان سواریوں پر میرا حق عام مسلمانوں سے زیادہ نہیں رکھا۔ انہیں لے جاؤ اور فروخت کر کے ان کی قیمت ڈاک کی سواریوں کے چارہ کی مد میں جمع کر دو"

راوی کہتا ہے: حضرت عمرؓ کے بھتیجے نے مجھے اشارہ کیا کہ جا! جب ان کی قیمت طے ہو جائے تو میرے لئے خرید لا۔ چنانچہ وہ دونوں ٹوکرے بازار لائے گئے، ان کی قیمت چودہ درہم طے ہوئی میں نے یہ قیمت ادا کی اور ٹوکرے خرید کر ان کے بھتیجے کو لا دیئے اس نے ایک خود رکھ لیا اور دوسرے کے لئے کہا: "یہ امیرالمومنین کی خدمت میں لے جاؤ۔" میں نے وہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر کیا تو چونک کر فرمایا "یہ کیسا؟" عرض کیا:

وہ دونوں آپ کے فلاں بھتیجے نے خرید لئے تھے۔ ایک انہوں نے خود رکھ لیا ہے، اور یہ دوسرا آپ کی خدمت میں بھیج دیا" فرمایا: "ہاں! اب میرے لئے ان کا کھانا درست ہے۔"

محمد بن کعب کا واقعہ اور حدیث ابن عباسؓ

محمد بن کعب القرظی فرماتے

ہیں : میں خلافت کے بعد حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی خدمت میں حاضر ہوا ، دیکھا کہ ان کا جسم لاغر ہو چکا ہے۔ سر کے بال جھڑ گئے ہیں، چہرے کی رنگت بدلی ہوئی ہے۔ جب وہ مدینہ طیبہ میں گورنر تھے اس وقت وہ بڑے خوب صورت اور سڈول بدن کے تھے، بہر حال میں انہیں ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا تھا ، فرمانے لگے، ابن کعب ! خیر تو ہے، کیا بات ہے تم مجھے اس طرح دیکھ رہے ہو گویا اس سے پہلے کبھی مجھے نہیں دیکھا ؟" میں نے عرض کیا۔ بنظر تعجب دیکھ رہا ہوں "، فرمایا " تعجب ؟ تعجب کس بات پر؟ عرض کیا : تعجب اس پر ہے کہ آپ کا جسم لاغر ہو چکا ہے، سر کے بال جھڑ گئے ہیں، چہرے کا رنگ کچھ کا کچھ ہو گیا ہے " فرمایا " اگر تم دفن کے تین بعد میری قبر میں مجھے دیکھو تو کیسا تعجب ہو، جب کہ میری آنکھیں رخساروں پر گر پڑیں گی، منہ اور نتھنوں سے کیڑے نکلتے اور پیپ بہتی ہو گی، یقیناً آج کی بہ نسبت اس دن میرے جسم میں بے پہچانی کی کیفیت تمہیں زیادہ نظر آئے گی ، اچھا مجھے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سناؤ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

" بیشک سب سے افضل نشست وہ ہے جس میں قبلہ کی طرف منہ ہو، تم ایک دوسرے کے پاس امانت کے ساتھ بیٹھتے ہو (یعنی مجلس میں جو بات کہی جائے وہ امانت ہے، اس کا افشاء جائز نہیں) جو شخص سو رہا ہو یا بے وضو ہو اس کے پیچھے نماز مت پڑھو۔ سانپ اور بچھو کو مار ڈالو خواہ تم نماز میں ہو۔ دیواروں کو کپڑوں سے مت ڈھانکو۔ سن رکھو! جس نے بغیر اجازت اپنے بھائی کا خط پڑھا، اس نے دوزخ میں نظر کی۔ کیا تمہیں نہ بتا دوں کہ تم میں سے بدترین لوگ کون ہیں؟ عرض کیا گیا : ضرور بتائیے یا رسول اللہ ! فرمایا : جو تمہارے اپنے عطیہ اور مہمانی سے لوگوں کو محروم رکھے اور اپنے غلام اور نوکر کو مارے پیٹے ، کیا تمہیں نہ بتاؤں کہ اس سے بھی بدتر کون ہے ؟ جو لغزش کو معاف نہ کرے ، معذرت قبول نہ کرے ، اور گناہ معاف نہ کرے کیا تمہیں نہ بتاؤں کہ

اس سے بدتر کون ہے؟ وہ آدمی جو لوگوں سے بغض رکھے اور لوگ اس سے بغض رکھیں ـــــ کیا تمہیں نہ بتاؤں کہ اس سے بھی بدتر کون ہے؟ جس سے خیر کی توقع نہ رکھی جائے اور اس کے شر سے امن نہ ہو۔

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نے اپنی قوم کو خطبہ دیا اس میں فرمایا :-

"اے بنی اسرائیل! حکمت کی بات جاہلوں کے پاس مت کہو، ورنہ یہ کلمۂ حکمت پر ظلم ہوگا، اور جو لوگ اس کے اہل ہیں ان کو اس سے محروم نہ رکھو، ورنہ تم ان پر ظلم کروگے، ظالم کے ہمسائے میں مت رہو ورنہ اللہ رب العزت کے ہاں تمہاری قدر مٹ جائے گی،

کام بس تین قسم کے ہیں۔ ایک کام وہ ہے جس کی بھلائی واضح ہے، اس کی پیروی کرو، ایک وہ ہے جس کی گمراہی واضح ہے اس سے پرہیز کرو۔ اور ایک کام وہ ہے جس کی بھلائی برائی میں اختلاف ہو، اسے اللہ تعالیٰ کے سپرد کردو" (نہ بحث میں وقت ضائع کرو۔ نہ اس پر عمل کرو۔)

گھوڑ دوڑ سے ممانعت

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضؓ بے مقصد اور ناحق گھوڑ دوڑ سے ممانعت فرماتے تھے۔

اندھوں اور اپاہجوں کی دیکھ بھال

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضؓ کے پاس جب خمس کے غلام زیادہ ہو جاتے تو دو دو اپاہجوں کو خدمت کے لئے ایک غلام دیتے، اور ہر نابینا کو ایک غلام مرحمت فرماتے،

گرجا والے کی ضیافت حضرت عمر بن عبدالعزیز رحؒ (کسی سفر میں) ایک گرجا کے

پاس فروکش ہوئے، آپ نے دیکھا کہ کھانے کے تھال اِدھر اُدھر لے جا رہے ہیں۔ دریافت فرمایا: "یہ کیسے ہیں؟ عرض کیا گیا: گرجے والا لوگوں کو کھانا کھلاتا ہے۔ پھر ایک تھال آپ کے لئے لایا گیا جس میں پستہ اور بادام تھے۔ آپ نے فرمایا: "یہ سارے تھال اسی قسم کے ہیں؟" عرض کیا گیا: نہیں۔ فرمایا: تو اپنا کھانا اُٹھالے جاؤ" (ہم نہیں کھائیں گے)

صاحبزادیوں کی معاشی حالت

حضرت عمر بن عبدالعزیز کا معمول تھا کہ عشا کی نماز سے فارغ ہو کر اپنی صاحبزادیوں کے پاس تشریف لے جاتے حسب معمول ایک رات ان کے یہاں گئے تو آپ کی آہٹ پاتے ہی انہوں نے اپنے مونہہ پر ہاتھ رکھ لئے اور دروازے کی طرف لپکیں۔ آپ نے خادمہ سے اس کا سبب دریافت کیا، اس نے بتایا کہ ان کے پاس شام کے کھانے کے لئے کچھ نہیں تھا، مجبوراً انہوں نے مسور کی دال اور پیاز سے پیٹ بھرا ہے۔ ان کو گوارا نہ ہوا کہ آپ کو ان کے مُنہ کی بُو محسوس ہو۔ یہ سُنکر حضرت عمرؓ رو پڑے اور صاحبزادیوں سے فرمایا: بیٹی! تمہیں اس سے کیا نفع ہوگا کہ تم رنگا رنگ کے کھانے کھاؤ اور تمہارے باپ کو پکڑ کر دوزخ میں لے جائیں؟" یہ کہہ کر حضرت عمرؓ واپس آگئے اور صاحبزادیوں کی روتے روتے چیخیں نکل گئیں۔

سیر و تفریح اور آج کا کام

حضرت عمرؓ کے شفیق بھائی نے آپ سے عرض کیا: امیر المومنین! تھوڑی دیر کے لئے سواری پر سیر و تفریح کر آیا کیجئے۔ فرمایا: "ایک ہی دن کے کام نے مجھے لاچار کر رکھا ہے دو دن کا جمع ہو جائے تو کیسے نپٹے گا؟" عرض کیا: "(آپ سے پہلے خلیفہ) سلیمان، سیر و تفریح کیا کرتے تھے، اس کے باوجود اپنا کام بھی پورا کر لیتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: دنیا

کا ایک دن بھی ایسا نہیں جس کا کام سلیمان نے پورا نہ کر لیا ہو۔

عنبسہ کا واقعہ

حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے تو آپ نے تمام ناجائز املاک اور زمینیں واپس کرائیں سلیمان بن عبدالملک نے عنبسہ بن سعید بن عاص کو بیس ہزار دینار دینے کا حکم کیا تھا، یہ حکم نامہ دفتری کارروائی کے آخری مرحلہ میں تھا اور اب اس رقم کا صرف وصول کرنا باقی تھا کہ سلیمان کا انتقال ہوگیا، عنبسہ، حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کا گہرا دوست تھا، وہ اس رقم کی وصولی کے سلسلہ میں گفتگو کرنے کے لئے حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا، دیکھا کہ آپ کے دروازے پر بنی امیہ کے کئی لوگ جمع ہیں اور وہ اپنے اپنے معاملات میں گفتگو کرنے کے لئے حاضری کی اجازت چاہتے ہیں۔ جب انہوں نے عنبسہ کو دیکھا تو آپس میں کہنے لگے کہ ہمیں بات چیت کرنے سے پہلے یہ دیکھنا چاہیئے کہ عنبسہ سے کیا سلوک کیا جاتا ہے، انہوں نے عنبسہ سے کہا کہ آپ امیر المومنین کے پاس جائیں تو ان کی خدمت میں ہمارا تذکرہ بھی کریں، اور واپس آکر ہمیں بتائیں کہ آپ کے ساتھ کیا ہوا، عنبسہ اندر گئے، اور عرض کیا: "امیر المومنین!

امیر المومنین سلیمان نے مجھے بیس ہزار دینار عطا کرنے کا حکم فرمایا تھا۔ اس کی دفتری کارروائی مکمل ہو چکی تھی اور صرف قبضہ باقی تھا کہ ان کا انتقال ہو گیا، میرے نزدیک امیر المومنین (یعنی آپ) کو اس کی تکمیل بدرجہ اولیٰ کرنی چاہیئے، کیونکہ میرا آپ کا تعلق اس سے کہیں زیادہ گہرا ہے جو میرا اور امیر المومنین سلیمان کا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: کتنی رقم ہے؟" عرض کیا: "بیس ہزار دینار!" فرمایا: "بیس ہزار دینار؟ .... بیس ہزار دینار تو مسلمانوں کے چار ہزار گھروں کے لئے کافی ہو سکتے ہیں۔ وہ ایک ہی آدمی کو دے ڈالوں؟ واللہ میرے لئے اس کی کوئی سبیل نہیں۔"

عنبسہ کہتے ہیں میں نے یہ سنکر وہ دستاویز پھینک دی، حضرت عمرؓ نے فرمایا:

یہ تمہارے پاس ہی رہے تو تمہارا کیا نقصان ہے، ممکن ہے میرے بعد کوئی ایسا خلیفہ آئے جو اس مال کے معاملے میں مجھ سے زیادہ جری ہو۔ اور تمہیں یہ رقم دلوا دے۔" عنبسہ کہتے ہیں میں نے ان کی رائے کو متبرک سمجھتے ہوئے یہ دستاویز اٹھالی۔ اور میں نے عرض کیا امیرالمومنین! "جبل ورس" کا کیا ہوا؟ جبل ورس، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی جاگیر تھی۔ حضرت عمرؒ نے فرمایا: آپ نے خوب بر موقعہ یہ طعن یاد دلایا مجھے یاد نہیں تھا۔ اے لڑکے! ذرا وہ ٹوکری لائیو۔" کھجور کے تنکوں کی بنی ہوئی ٹوکری لائی گئی، اس میں عبدالعزیزؒ کی اولاد کی جاگیروں کے کاغذات تھے، آپ نے خادم کو پڑھنے کا حکم دیا، وہ ایک ایک کو پڑھتا جاتا اور آپ اسے چاک کرتے جاتے، یہاں تک کہ اس ٹوکری کے تمام کاغذات پھاڑ ڈالے۔

عنبسہ کہتے ہیں: میں باہر نکلا تو بنی اُمیہ کے لوگ دروازے پر موجود تھے، میں نے سارا قصّہ ان کو سنایا، وہ بولے: اس کے بعد اب کچھ نہیں۔ ان کے پاس واپس جائیے، اور ان سے درخواست کیجئے کہ ہمیں اجازت مرحمت فرمائیں کہ ہم دوسرے علاقوں میں چلے جائیں، میں نے واپس آکر عرض کیا: امیرالمومنین! آپ کی قوم کے لوگ آپ کے دروازے پر کھڑے ہیں، ان کی درخواست ہے کہ آپ ان کے وہ عطیات جاری کردیں۔ جو آپ سے پہلے ان کو ملا کرتے تھے۔ حضرت عمرؒ نے فرمایا: "بخدا! یہ مال میری ملکیت نہیں۔ نہ یہ عطیات میں ان کو دے سکتا ہوں۔" میں نے عرض کیا: پھر ان کی درخواست ہے کہ آپ انہیں دوسرے علاقوں میں چلے جانے کی اجازت دیں۔" آپ نے فرمایا: "وہ جہاں جانا چاہیں انہیں اس کی اجازت ہے۔" میں نے عرض کیا: "مجھے بھی؟" فرمایا: "ہاں آپ کو اجازت ہے، مگر میری رائے یہ ہے کہ آپ یہیں ٹھہریں، آپ اچھے خاصے مالدار آدمی ہیں، میں سلیمان کا ترکہ فروخت کرنا چاہتا ہوں، ہو سکتا ہے کہ آپ کوئی چیز خرید کر نفع کمالیں اور اس طرح جو رقم آپ کو نہیں مل سکی اس کا بدل ہی مل جائے۔" عنبسہ کہتے ہیں: میں ان کی رائے کو بابرکت سمجھتے ہوئے رہ پڑا، چنانچہ سلیمان کا ترکہ فروخت ہوا تو میں نے وہ ایک لاکھ کا خرید لیا، اور اسے

عراق لیجا کر دو لاکھ کا فروخت کر دیا۔ بیس ہزار کی دستاویز میں نے محفوظ رکھی، جب حضرت عمر کا وصال ہوا اور یزید بن عبدالملک خلیفہ بنے تو میں نے سلیمان کی تحریر لا کر ان کو دکھائی، انہوں نے وصولی کے احکامات جاری کر دیئے۔"

لونڈی کا قصّہ

ایک بار فاطمہ بنت عبدالملک کی لونڈی پر حضرت عمر بن عبدالعزیز رضؓ کی نظر پڑی، فاطمہ کو محسوس ہوا کہ غالباً یہ لونڈی آپ کو پسند ہے، دریافت کیا: امیرالمومنین! کیا یہ آپ کو پسند ہے؟" فرمایا: "وہ ہے ہی ایسی" فاطمہ نے لونڈی کو آراستہ و پیراستہ کر کے آپ کی خدمت میں بھیج دیا۔ آپ نے دریافت کیا: تو پہلے کس کے پاس تھی؟ .... عرض کیا: فاطمہ کے والد عبدالملک نے مجھے فاطمہ کو ہبہ کیا تھا" فرمایا "عبدالملک سے پہلے کس کے پاس تھی؟ اس نے بتایا کہ میں دراصل بصرہ کے فلاں خاندان کی ملک تھی وہاں کے گورنر نے مجھے عبدالملک کے پاس بھیجا اور عبدالملک نے فاطمہ کو ہبہ کر دیا۔ یہ قصہ سن کر آپ نے قاصد کو بلایا اور بصرہ کے گورنر کو لکھا کہ یہ لونڈی اس کے اصل مالکوں کو واپس کر دی جائے۔

اصلاح کا طریقہ

خلافت کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز رضؓ کے صاحبزادے عبدالملک نے آپ سے عرض کیا" ابا جان! میں دیکھتا ہوں کہ آپ نے ایسے کئی کام موخر کر دیئے جن کے بارے میں میرا خیال تھا کہ اگر آپ کو ایک گھڑی کے لئے بھی حکومت ملی تو آپ انہیں فوراً سرانجام دیں گے، اور میرا جی چاہتا ہے کہ خواہ مجھے اور آپ کو کتنے ہی حوادث سے گزرنا پڑے مگر یہ کام تو آپ کر ہی ڈالیں۔" حضرت عمر رضؓ نے فرمایا: "بیٹا! تم ماشاءاللہ بڑے خوش بخت اور سمجھدار نوجوان ہو (تمہاری رائے بالکل صحیح ہے، مگر اصل پیچیدگی یہ ہے کہ) اس وقت تک

ان کو دین کی کسی بھی بات پر آمادہ کرنا میرے بس کی بات نہیں۔ جب تک کہ میں اس کے ساتھ تھوڑی سی دنیا نہ ملادوں۔ ان کے دلوں کو نرم کرنا چاہتا ہوں، ورنہ اندیشہ ہے کہ ان میں اتنا بڑا شگاف پیدا ہو جائے جس کی اصلاح میرے لئے ممکن نہ ہو۔"

انصاف و عدالت

ولید بن عبدالملک کا ایک لڑکا تھا جو "روح" کہلاتا تھا، اس کی نشوونما دیہات میں ہوئی تھی اور وہ بالکل دیہاتی لگتا تھا، چند مسلمانوں نے حضرت عمرؓ کی عدالت میں نالش کی کہ حمص میں ان کی چند دکانوں پر "روح" نے ناجائز قبضہ جما رکھا ہے۔ یہ دکانیں "روح" کو ان کے والد عبدالملک نے بطور جاگیر دی تھیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: "ان کی دکانیں واپس کر دو" روح بولا: یہ میرے پاس ولید کی تحریر موجود ہے، آپ نے فرمایا: "جب دکانیں ان کی ہیں اور اس پر شہادت موجود ہے تو ولید کی تحریر کیا معنی رکھتی ہے؟" اس فیصلہ کے بعد دونوں فریق اٹھ کر چلے گئے۔ باہر جا کر روح نے مدعی کو دھمکایا، اس نے واپس آ کر شکایت کی کہ امیرالمومنین! بخدا وہ مجھے دھمکیاں دیتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے کعب بن حامد سے۔ جو آپ کا پولیس افسر تھا۔ فرمایا روح کے پاس جاؤ۔ اگر دکانیں ان کے حوالے کر دے تو بہتر اور اگر اس سے انکار کرے تو اس کا سر کاٹ لاؤ۔" روح کے حامیوں نے خلیفہ کا یہ فرمان سنا تو فوراً اسے جا کر مطلع کیا، یہ حکم سنکر وہ کانپ گیا، اتنے میں کعب بن حامد پولیس افسر باہر نکلا ــــــ ــــــ ایک بالشت تلوار نیام سے باہر نکال کر اس سے کہا: ان کی دکانیں فوراً ان کے حوالے کرو ورنہ ...... اس نے کہا: بہت اچھا، چنانچہ اس نے دکانوں کا قبضہ چھوڑ دیا۔

خیبر کی جاگیر

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنی تمام جاگیروں کی دستاویزیں

چاک کردی تھیں، البتہ خیبر اور سویداد کی دو جاگیریں ابھی باقی تھیں۔ آپ نے خیبر کی جاگیر کے بارے میں تحقیقات کی کہ ان کے والد کو یہ کیسے ملی؟ انہیں بتایا گیا کہ دراصل فتح خیبر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اراضی اپنی ضروریات کے لئے مخصوص فرمائی تھی، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو مسلمانوں کے لئے "فے" بنا کر چھوڑ گئے پھر یہ مروان کے پاس پہنچی، مروان نے آپ کے والد ماجد کو عطا کی اور آپ کے والد سے آپ کو ملی، حضرت عمر رضؓ نے اس کی دستاویز بھی چاک کر ڈالی اور فرمایا: میں اس کو اسی حالت میں چھوڑتا ہوں جس حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے چھوڑ کر گئے تھے۔

خلیفہ کی اہلیہ کے زیورات

حضرت عمر رضؓ نے اپنی اہلیہ محترمہ فاطمہ بنت عبدالملک سے فرمایا: تمہیں اپنے زیورات کا حال معلوم ہے کہ تمہارے والد نے یہ کس طرح حاصل کئے اور پھر کس طرح تمہیں دیئے اگر تم اجازت دو تو میں ایک صندوق میں مقفل کر کے ان کو بیت المال کے آخری گوشے میں رکھ دوں اور اس سے ورے ورے کا مال خرچ کرتا رہوں۔ اگر اس سے پہلے کا سارا مال خرچ ہو جائے تو اسے بھی خرچ کر ڈالوں گا اور اس کے خرچ کرنے سے پہلے ہی میرا انتقال ہو جائے تو تمہیں یہ مل ہی جائیں گے"۔ (یعنی بعد کا خلیفہ تمہیں واپس کر ہی دے گا) فاطمہ نے کہا: جیسی رائے ہو، میری طرف سے اجازت ہے" چنانچہ حضرت عمر رضؓ نے یہی کیا یہ زیورات بیت المال میں ابھی محفوظ تھے کہ آپ کا وصال ہو گیا، بعد میں فاطمہ کے بھائی یزید بن عبدالملک خلیفہ ہوئے تو یہ زیورات فاطمہ کو واپس کرنے چاہے، مگر فاطمہ نے یہ کہہ کر لینے سے انکار کر دیا کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ میں ان کی زندگی میں زیورات سے دستبردار ہو جاؤں اور ان کی وفات کے بعد واپس لے لوں۔ یزید نے یہ زیورات اپنے گھر کی عورتوں کے درمیان تقسیم کر دیئے۔

خلیفہ اور حج

حضرت عمرؓ نے اپنے غلام مزاحم سے فرمایا: "حج کرنے کو جی چاہتا ہے، تمہارے پاس کچھ رقم ہے؟" عرض کیا کچھ اوپر دس درہم موجود ہیں" فرمایا ان سے کیا حج ہو جائے گا! چند دن بعد مزاحم نے عرض کیا: امیر المومنین! تیاری کر لیجیے، ہمیں بنی مروان کے مال سے سترہ ہزار دینار مل گئے ہیں" فرمایا: "ان کو بیت المال میں داخل کر دو، اگر یہ حلال کے ہیں تو ہم بقدر ضرورت لے چکے ہیں اور اگر حرام کے ہیں تو جتنا ہم کھا چکے ہیں وہی بہت ہے" مزاحم فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ مجھے یہ بات گراں گذری ہے تو آپ نے فرمایا: دیکھو! مزاحم! جو کام اللہ کے واسطے کیا کروں اسے گراں نہ سمجھا کرو، میرا نفس (ترقی پسند ہے) بلند سے بلند مرتبے کا مشتاق رہتا ہے، جب بھی اسے کوئی مرتبہ حاصل ہوا فوراً اس نے اس سے بلند تر مرتبہ کی تگ و دو شروع کر دی، دنیا کے مناصب میں سب سے بلند تر اور آخری منصب خلافت ہے وہ اس نے حاصل کر لیا، اب وہ صرف جنت کا مشتاق ہے (اور جنت کے مقابلے میں دنیا کے بڑے سے بڑے مال و دولت اور عزت و منصب کی اس کے نزدیک اب کوئی قیمت نہیں رہی)

کھلی آزمائش

ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، عرض کیا: امیر المومنین! مجھ پر بڑا ظلم ہوا ہے فرمایا: "کیا قصہ ہے؟ کس نے کیا؟ راوی کہتا ہے کہ آپ اسے بار بار دریافت فرما رہے تھے، مگر اس کے مونہہ سے اس شخص کا نام نہیں نکل پاتا تھا، وہ آپ کا کوئی عزیز تھا، بالآخر اس نے کہا کہ فلاں شخص نے اتنا مال لے لیا ہے آپ نے فوراً غلام سے قلم دوات اور کاغذ طلب کیا اور اپنے گورنر کے نام لکھا: فلاں آدمی نے میرے پاس یہ شکایت کی ہے،

اگر یہ صحیح ہے تو مجھے اطلاع دینے سے پہلے اس کا مال اسے واپس مل جانا چاہیئے"۔ تحریر لکھنے کے بعد آپ نے ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مار کر فرمایا۔

ان ھذا لھو البلاؤ المبین یقیناً یہ کھلی آزمائش ہے۔

پھوپھی صاحبہ کا وظیفہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بعد آپ کی پھوپھی صاحبہ آپ کی اہلیہ محترمہ فاطمہ کے پاس آئیں اور کہا "میں امیر المومنین سے کچھ کہنا چاہتی ہوں"۔ فاطمہ نے کہا: "ذرا تشریف رکھیئے، وہ ابھی مصروف ہیں"۔ وہ بیٹھ گئیں، تھوڑی دیر بعد غلام گھر سے چراغ لے کر گیا، فاطمہ نے کہا: "اگر آپ کو کوئی بات کرنی ہے تو اب وہ فارغ ہیں ان کا معمول یہ ہے کہ جب تک مسلمانوں کے کام میں مصروف ہوتے ہیں تو شمع جلاتے ہیں اور اپنا ذاتی کام کرنا ہو تو گھر سے چراغ منگوا لیتے ہیں"۔ پھوپھی صاحبہ آپ کے پاس گئیں، دیکھا کہ آپ شام کا کھانا تناول فرما رہے ہیں۔ چھوٹی چھوٹی چند روٹیاں۔ کچھ نمک اور ذرا سا زیتون بس یہ تھا امیر المومنین کا کھانا۔ پھوپھی صاحبہ نے کہا: امیر المومنین میں تو ایک اپنی ضرورت کے لئے آئی تھی، مگر آپ کو دیکھ کر مجھے احساس ہوا کہ اپنی ضرورت سے پہلے مجھے آپ کے مسائل پر کچھ کہنا چاہیئے"۔ آپ نے کہا: فرمایئے"۔ پھوپھی صاحبہ نے کہا: آپ ذرا اس سے نرم کھانا کھایا کیجیئے"۔ فرمایا: "پھوپھی جی! یقیناً میں ایسا ہی کروں مگر کیا کیجیئے اس کی گنجائش ہی نہیں"۔

اس کے بعد پھوپھی صاحبہ نے کہا: امیر المومنین! آپ کے چچا عبدالملک مجھے اتنا وظیفہ دیا کرتے تھے۔ ان کے بعد آپ کے بھائی ولید آئے تو انہوں نے اس میں اور اضافہ کر دیا۔ اب آپ آئے تو میرا وظیفہ ہی بند کر دیا"۔ آپ نے فرمایا: "پھوپھی جی! میرے چچا عبدالملک میرے بھائی ولید اور میرے بھائی سلیمان آپ کو مسلمانوں کا مال دیا کرتے تھے۔ اب یہ مال

میرا تو نہیں کہ میں آپ کو دیا کروں ؟ ہاں ! آپ چاہیں تو ذاتی مال سے دے سکتا ہوں۔" وہ بولیں اور وہ کونسا ؟ فرمایا : وہی جو مجھے دو سو دینار (سالانہ) وظیفہ ملتا ہے۔"

پھوپھی صاحبہ: میں تمہارے وظیفے کا کیا کروں گی ؟ فرمایا : "پھوپھی جی ! بس پھر میرے پاس تو یہی ہے اس کے علاوہ میں کسی چیز کا مالک نہیں ہوں" یہ سُنکر پھوپھی صاحبہ واپس چلی گئیں۔

نماز کی تاکید : خلیفہ کا گشتی فرمان

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے (امراءِ لشکر اور گورنروں کے نام) تحریر فرمایا: "اللہ کے بندے عمر امیر المؤمنین کی طرف سے امراءِ لشکر کے نام۔ اما بعد: دین کا مضبوط حلقہ اور اسلام کا مدار اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا، ٹھیک وقت پر نماز ادا کرنا اور زکوٰۃ دینا ہے، نمازوں کے اوقات کی پابندی کرو، چنانچہ ظہر کی نماز کا وقت زوال کے بعد ہے۔ نماز عصر اس وقت پڑھی جائے جبکہ آفتاب سفید اور صاف ہو۔ اس میں زردی نہ آئی ہو۔ نمازِ مغرب روزہ افطار کرنے کے وقت پڑھی جائے اور عشاء کی نماز اس وقت تک نہ پڑھو جب تک کہ افق کی سفیدی نہ جاتی رہے، جب افق کی سفیدی جاتی رہے تو نماز عشاء تہائی رات کے اندر اندر پڑھو، افق کی سفیدی ختم ہو جانے کے بعد جتنی جلدی عشاء کی نماز پڑھ لی جائے اتنا ہی بہتر اور مناسب ہے۔ بہر حال اس کی تکمیل اور اسے ٹھیک وقت پڑھنے کی صورت یہی ہے کہ اس چیز کی رعایت رکھی جائے جو میں نے اس خط میں بیان کر دی ہے۔ پھر نماز فجر اندھیرے میں پڑھو، اور اس کی خوب پابندی کرو ــــــــ کیونکہ اس کی پابندی حق ہے۔ اپنے نفس کو اس کا عادی بناؤ اور نماز کا وقت آجانے پر تمام کاروبار چھوڑ دو، اور شہروں اور بستیوں کے تمام ماتحت حکام کو یہ حکم لکھ بھیجو، کیونکہ یقیناً نماز مسلمانوں پر فرض ہے اور وقت کے ساتھ محدود ہے (النساء آیت ۱۰۳)

اور بے شک نماز بے حیائی اور ناشائستہ کاموں سے روک ٹوک کرتی رہتی ہے اور اللہ کی یاد بہت بڑی چیز ہے۔" (العنکبوت ۴۵)

جو شخص نماز کو ضائع کرتا ہے وہ باقی احکام شرعیہ کو سب سے زیادہ ضائع کرنے والا ہوگا۔ نیز احکام شرعیہ کی پابندی ونگہداشت بکثرت کیا کرو اور تمہارے لشکر میں جو اہل علم وفقہ موجود ہیں انہیں حکم دو کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جو علم سکھایا ہے۔ اس کی نشرواشاعت کا اہتمام کریں۔ اور اسے اپنی مجالس میں بیان کیا کریں۔ والسلام

فیصلے کرنے کے آداب
خلیفہ کا گشتی فرمان

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ نے تحریر فرمایا :۔

اللہ کے بندے عمر بن عبدالعزیز امیر المومنین کی طرف سے امراء لشکر کے نام۔ امابعد:

جو شخص حکمرانی وسلطنت میں مبتلا ہو اسے بہت سی ناگواریوں اور بڑی مصیبتوں کا سامنا ہوتا ہے، اگر وہ ایک دن پیش نہ آئیں تو دوسرے دن لازماً پیش آکر رہیں گی اور صاحب سلطنت سے بڑھ کر کوئی شخص اپنے نفس کی جانب سے مشغول اور کجروی کے درپے نہیں ہوتا الا یہ کہ اللہ تعالیٰ ہی کسی کو عافیت میں رکھیں اور اس پر اپنا رحم فرمائیں۔ اس لئے جہاں تک بس چلے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، اور اپنے اس منصب کو جس پر تم فائز ہو اور ان ذمہ داریوں کو جو تم پر ڈالی گئی ہیں ہمیشہ ذہن میں رکھو، اپنے نفس سے اسی طرح جہاد کرو جس طرح کہ تم اپنے دشمن سے لڑتے ہو اور جب کوئی ناگوار امر پیش آئے تو اپنے نفس کو اس پر ثابت قدم رکھو محض اس حسن ثواب کی خاطر جو اللہ کے یہاں سے اس پر ملے گا اور جس کا وعدہ متقیوں سے موت کے بعد کیا گیا ہے۔ نیز تقویٰ وصبر پر دنیا وآخرت میں جس نجات کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اس کی خاطر، اور جب تمہارے پاس کوئی ایسا جاہل اور نادان فریق آئے جس کا

معاملہ تقدیر الٰہی نے تمہارے سپرد کر دیا ہے اور تمہیں اس کے ساتھ مبتلا کر دیا ہے اور تم اس کی جانب سے حق طلبی یا حق دہی کے سلسلہ میں بدخلقی اور بدتمیزی کا مظاہرہ دیکھو تو جہاں تک ممکن ہو اسے راہ راست پر لانے کی کوشش کرو۔ اس سے نرمی کا برتاؤ کرو اور اسے تعلیم دو۔ پس اگر وہ راست پر آجائے اور علم و بصیرت سے کام لینے لگے تو یہ اللہ کی جانب سے انعام و فضل ہوگا اور اگر اسے علم و بصیرت حاصل نہ ہو سکے تو تم نے تعلیم و تلقین سے حجت تو پوری کر دی؛ اگر تم کسی شخص کو دیکھو کہ اس نے ایسے گناہ کا ارتکاب کیا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ سزا کا مستحق ہے تو اسے اپنے نفسیاتی غیظ و غضب کی بنا پر سزا نہ دو بلکہ خوب غور و فکر کے بعد یہ دیکھو کہ اس کا گناہ کتنا ہے اور بتقاضائے انصاف اس پر اسے کتنی سزا ملنی چاہیے، بس جتنا گناہ اتنی سزا اور اگر گناہ صرف ایک کوڑے کی سزا کو مقتضی ہے، تو ایک ہی کوڑا لگاؤ، اور اگر گناہ اس سے بڑا ہے اور تمہارے خیال میں وہ اس کی سزا میں قتل کا یا اس سے کم سزا کا مستحق ہے تو اسے جیل بھیج دو تاکہ اس کی سزا پر مزید غور و فکر کیا جائے) اور دیکھو! جو لوگ تمہاری مجلس میں آتے ہیں کہیں ان کی حاضری تمہیں ملزم کی سزا میں جلدی کرنے پر آمادہ نہ کرے، بخدا! بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ امام (حاکم) محض اپنے ہمنشینوں کی موجودگی اور شہریوں کو ادب سکھانے اور ان کو دبانے (مرعوب کرنے) کی خاطر سزائیں جاری کرتا ہے، جس امام (حاکم) کے ہمنشیں ہوں اسے بالضرور یہ صورت حال پیش آتی ہے، اور کوئی قوم ایسی نہیں کہ وہ امام کے کسی فیصلے کو سنے اور پھر اس کے پاس اپنی خواہش کے موافق مختلف سفارشیں لے کر نہ آئے، البتہ اس سے وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جن پر اللہ کا رحم ہو، کیونکہ جن لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے رحم فرمایا ہو، وہ حق و انصاف کے فیصلے میں اختلاف نہیں کرتے، حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے مگر جس پر آپ کے رب کی رحمت ہوئی۔"

(سورہ ہود: آیت ۱۱۹)

اور اگر کوئی معاملہ مجہول اور مبہم ہو تو اس کی تحقیق کرو، اور جب آپ کے گرد و پیش

کے لوگ یہ دیکھیں کہ آپ اپنی رعیت کے کسی بے وقوف آدمی کے ساتھ، جس نے حماقت یا غلطی کی ہو، کیا برتاؤ کرتے ہیں تو اس کے بارے میں اس چیز کا قصد کرو جو تمہارے نزدیک زیادہ بر و تقوی کی ہو اور جو موت کے بعد تمہارے لئے بہتر ہو اور لوگوں کا تم کو دیکھنا اور تمہارے کارناموں کا تذکرہ کرنا تمہارے لئے اترانے کا باعث نہیں ہونا چاہیئے، کیونکہ جو بات بھی ان کے دل میں ہو خواہ وہ اسے پسند کریں یا ناپسند، کم و بیش اسے ظاہر کرکے رہتے ہیں۔

پس ہر اس دن کو غنیمت سمجھو جس میں اللہ تعالیٰ تمہیں صحیح سالم نکال لیں، اسی طرح ہر اس رات کو غنیمت سمجھو جو تم پر اس حالت میں گذرے کہ تم صحیح سالم ہو (یعنی کسی کو ناجائز سزا دینے کا وبال تمہاری گردن پر نہ ہو) اور اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے اور اپنی رعایا کے لئے بکثرت عافیت کی دعا کیا کرو، کیونکہ رعایا کے ٹھیک ہونے سے جو فائدہ تمہیں حاصل ہوگا وہ ان میں سے کسی کو بھی حاصل نہیں ہوگا۔ اور رعایا کے صرف ایک آدمی کے بگاڑ سے جو تمہیں نقصان ہوگا وہ ان میں سے کسی کو بھی نہیں ہوگا اور اگر تم نے رعایا سے احسان کیا یا ان کی اصلاح و درستگی کی تو اس کی جزائے خیر ان سے مت ڈھونڈو، اگر رعایا کے لئے تم نے کوئی نیک عمل اور اچھا کارنامہ انجام دیا ہو تو ان سے نہ جزاء و ثواب کی خواہش رکھو، نہ کسی مدح و ثنا اور مادی منفعت کی، بلکہ جزاء و ثواب کی توقع صرف اس ذات سے رکھی جائے جس کے سوا نہ کوئی خیر عطا کرسکتا ہے نہ کسی شر کو دفع کرسکتا ہے۔

ہاں! اپنے دربان، پولیس اور تمام ماتحت حکام پر کڑی نظر رکھو، وہ تمہارے زیر دست کسی قسم کا ظلم اور دھاندلی نہ کرنے پائیں، ان کے بارے میں لوگوں سے بکثرت دریافت کرتے رہو، پس ان میں سے جو شخص نیک سیرت ثابت ہو، یہ اس کے لئے نفع مند ہوگا اور جو شخص بدخصلت ہو اسے ہٹا کر اس کی جگہ کسی اچھے آدمی کو رکھو۔

ہم اللہ تعالیٰ سے جو ہمارا رب ہے، اس کی رحمت اور اس کی قدرت کا واسطہ دے کر سوال کرتے ہیں کہ ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے، ہمارے تمام کاموں کو آسان کردے، نیکی

تقویٰ اور اپنے محبوب اور پسندیدہ کاموں کے لئے ہمارے سینے کھول دے، ہمیں تمام مکروہات سے بچائے رکھے اور ہمیں ان میں سے بنائے "جو نہ زمین میں برتری چاہتے ہیں نہ فساد" اور ہمیں ان متقیوں میں شامل کرے جن کا انجام بخیر ہے۔ والسلام علیک ورحمۃ اللہ۔

خارجیوں کے نام

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے (خارجیوں کے نام) لکھا :-

"اللہ کے بندے عمر امیر المومنین کی طرف سے اس گروہ کے نام جس نے خروج کیا ہے، اما بعد: میں تمہیں اللہ کی کتاب اور اس کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سنت کی طرف دعوت دیتا ہوں حق تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ

اور اس سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے (جو لوگوں کو) خدا کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

نیز فرماتے ہیں :-

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۚ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝

اپنے رب کی راہ کی طرف علم کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کی ذریعہ سے بلایئے اور ان سے اچھے طریقے سے بحث کیجیے، آپ کا رب خوب جانتا ہے۔ اس شخص کو بھی جو اس کے راستے سے گم ہوا اور وہی راہ پر چلنے والوں کو بھی خوب جانتا ہے

اور میں تمہاری خونریزیوں کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ کو یاد دلاتا ہوں (یعنی خدا کا واسطہ دیتا ہوں) اس امر سے کہ تم اپنے بڑوں کا سا طرز عمل اختیار کرو" جو اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور لوگوں کو دکھاتے ہوئے نکلے اور لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے تھے اور اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو

احاطہ میں لئے ہوئے ہے۔"

پس کس گناہ کی بنا پر تم اپنے دین سے نکلتے ہو، خونِ حرام کو حلال کرتے ہو اور مال حرام سمیٹتے ہو۔؟ اور اگر ابوبکر و عمر، رضوان اللہ علیہما کے گناہ ان کی رعیت کو ان کے دین سے نکالنے والے تھے تو ابوبکر و عمر کے لئے بھی گناہ تھے، جب کہ تمہارے باپ دادا بدستور ان کی جماعت میں رہے انہوں نے تو لشکروں کے مقابلہ میں تمہاری شوکت کے باوجود جماعت سے خروج نہیں کیا اور تمہاری تعداد تو کل کچھ اوپر چالیس آدمی ہیں۔ میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ اگر تم میری نابالغ اولاد ہوتے اور پھر تم ان امور سے جو ہم نے اپنی ولایت میں عام لوگوں کی خاطر کئے ہیں اعراض کرتے تو میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور ثواب آخرت کی خاطر تمہارا خون بہا دیتا کیونکہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔

تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ — (القصص : آیت ۸۳)

یہ عالم آخرت ہم انہی لوگوں کے لئے خاص کرتے جو دنیا میں نہ بڑا بننا چاہتے ہیں اور نہ فساد کرنا اور نیک نتیجہ متقی لوگوں کو ملتا ہے۔

یہ میں نے خیر خواہی کی بات کہی ہے اگر تمہیں پسند ہو اور اگر تم اسے بدخواہی سمجھو تو ہوتی آئی ہے کہ لوگ خیر خواہوں کو بدخواہ سمجھتے ہیں۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ"

قتال کے آداب

اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے تحریر فرمایا:-

"یہ وہ تحریر ہے جس کی وصیت اللہ کے بندے عمر امیر المومنین نے منصور بن غالب کو کی، جب کہ ان کو اہل حرب سے قتال کرنے اور اہل صلح میں سے جو شخص مقابلے میں آئے اس سے لڑنے کے لئے بھیجا۔" امیر المومنین انہیں حکم دیتے ہیں کہ انہیں اللہ کے حکم سے

جو حالت بھی پیش آئے اس میں تقویٰ الٰہی کو لازم پکڑیں کیونکہ تقویٰ خداوندی سب سے بہتر سامان، سب سے عمدہ تدبیر اور سب سے بڑی قوت ہے اور انہیں یہ حکم بھی دیتے ہیں کہ وہ اپنے رفقاء کے لئے کسی دشمن سے بچنے کا جس قدر اہتمام کریں اس سے کہیں بڑھ کر اللہ کی نافرمانی سے احتراز کا اہتمام کریں، کیونکہ میرے نزدیک گناہ دشمن کی سازشوں سے زیادہ خوفناک ہیں، ہم جو اپنے دشمنوں سے عداوت رکھتے ہیں اور ان کے مقابلے میں ہمیں جو فتح نصیب ہوتی ہے یہ محض ان کے گناہوں کی وجہ سے ہے اگر یہ نہ ہو تو ہمیں کبھی ان سے مقابلہ کی تاب نہ ہو، کیونکہ نہ ہماری تعداد ان کی تعداد جتنی ہے، نہ ہمارے پاس ساز و سامان ان کے جیسا ہے، اب اگر ہم اور وہ معصیت میں برابر ہوں گے تو قوت و تعداد میں وہ ہم سے بڑھ کر ہوں گے اندریں صورت نہ ان کے مقابلہ میں حق پر ہماری مدد ہوگی، نہ اپنی قوت کے بل بوتے پر ہم ان پر غالب آسکیں گے۔

کسی انسان کی عداوت سے اتنا نہ ڈرو جتنا کہ ڈر تمہیں اپنے گناہوں سے ہو اور قوت و طاقت کی اتنی نگرانی نہ کرو جتنی کہ تم اپنے گناہوں کی کر سکتے ہو، اور یہ بات ہمیشہ پیش نظر رکھو کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے تم پر فرشتے مقرر ہیں جو تمہارے تمام اعمال کو لکھ رہے ہیں، اور اپنے سفر و حضر میں تم جو کچھ کرتے ہو، اسے جانتے ہیں، ان سے شرم کرو اور ان کی حسنِ صحبت کا حق ادا کرو اور انہیں اللہ کی نافرمانیوں سے ایذاء نہ دو۔ جب کہ بزعم خود تم اللہ کے راستے میں نکلے ہوئے ہو اور یہ نہ کہو کہ ہمارے دشمن ہم سے بدتر ہیں اس لئے ہم خواہ کتنے ہی گنہ گار ہوں وہ ہم پر مسلط نہیں ہو سکتے کیونکہ بہت سی قوموں کے گناہوں کی بدولت ان سے بدتر لوگوں کو ان پر مسلط کیا جا چکا ہے۔ پس اپنے نفسوں کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ سے مدد کی دعا کرو جس طرح کہ تم اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں مدد کی دعا کرتے، میں اس امر کی اپنے لئے اور تمہارے لئے دعا کرتا ہوں۔

اور انہیں (منصور بن غالب کو) یہ حکم بھی دیا ہے کہ دوران سفر اپنے رفقاء کے ساتھ

نرمی کا برتاؤ کریں۔ انہیں ایسی مسافت قطع کرنے کی زحمت نہ دیں۔ جس سے ان کو نکان ہو جائے۔ اور کسی ایسی منزل پر پڑاؤ کرنے سے کوتاہی نہ کریں جو رفقا کے لئے سہولت کا باعث ہو تاکہ جب دشمن سے ان کا مقابلہ ہو تو وہ بالکل تازہ دم ہوں، ان کی قوت بحال ہو اور وہ مقابلہ کے لئے پوری طرح تیار ہوں اور اگر سفر میں ان سے اور ان کی سواریوں سے نرمی نہیں کی گئی ہوگی تو جب وہ دشمن تک پہنچیں گے تو تھکے ماندے ہوں گے اور ان کے مقابلہ میں دشمن اپنی اقامت کی وجہ سے تازہ دم اور قوی ہوگا اور اس کی سواریاں آسودہ ہوں گی۔ واللہ المستعان

اور انہیں یہ حکم بھی دیا ہے کہ وہ اپنے رفقا سمیت ہر ہفتہ میں (کسی مقام پر) ایک دن رات کا قیام کریں، تاکہ اس میں لوگ اپنی جانوں اور سواریوں کو راحت دلائیں اور اپنے اسلحہ اور سازو سامان کی اصلاح و مرمت کر سکیں۔

اور انہیں یہ حکم بھی دیا ہے کہ جن بستیوں سے ہماری صلح ہے ان سے اپنا پڑاؤ الگ رکھیں، ایسی بستیوں میں ان کے رفقا میں سے کوئی داخل نہ ہو۔ البتہ جن لوگوں کے دین و امانت پر وثوق ہو وہ ضروریاتِ زندگی کی خرید کے لئے بازار بھیجے جائیں اور وہ وہاں کسی ظلم کا ارتکاب نہ کریں کسی گناہ کا توشہ نہ باندھیں اور وہاں کے کسی شخص کو ناحق ایذا نہ دیں، کیونکہ ان اہل صلح سے زبردستی مدد نہ لو، بخدا ان سے (اہل صلح سے) تمہیں اتنا مل چکا ہے جو تمہیں ان سے بے پروا کر سکتا ہے، میں نے تمہارے لئے سامان کی تیاری میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی نہ قوت میں کمی رہنے دی ہے۔ چنانچہ تمہارے پاس سامان کافی و وافی ہے اور میں نے چن چن کر تمہارے لشکر کے لئے آدمی منتخب کئے ہیں اور صلح کی زمین کے بجائے اہل حرب کی زمین تمہارے لئے کافی ہے کسی مجاہد کو بہتر سے بہتر جو سامان میں دے سکتا تھا۔ وہ میں نے تم کو دیدیا ہے، تمہاری تقویت میں کوئی ادنیٰ پہلو فروگذاشت نہیں کیا، اور اعتماد صرف اللہ کی ذات پر ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

اور انہیں یہ حکم بھی دیا ہے کہ ان کے خبر رساں اور جاسوس اہل عرب میں سے

ہوں اور وہ ایسے ہوں کہ ان کی صداقت وخیر خواہی پر تمام روئے زمین کے لوگوں سے زیادہ اعتماد کیا جا سکے کیوں کہ جھوٹا آدمی کبھی سچی بات بھی کہہ دے تب بھی اس کی خبر بے فائدہ ہے اور بدخواہ آدمی تمہارے لئے جاسوسی نہیں کرے گا۔ بلکہ خود تمہاری جاسوسی کرے گا۔ والسلام علیک

حاکم کے لئے دستور العمل

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے (عُمّال کے نام) تحریر فرمایا :۔

اللہ کے بندے عمر امیر المؤمنین کی طرف سے حکّام کے نام اما بعد : جو شخص امورِ سلطنت میں سے کسی چیز میں مبتلا ہوا وہ اپنے اس ابتلار کے علاوہ جو اس کی ذات سے متعلق ہے دنیا میں بہت بڑی آفت میں مبتلا ہوا، اس لئے ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں عافیت اور اپنی نصرت سے نوازے، اس ابتلا سے بڑھ کر کونسی آزمائش ہوسکتی ہے۔ جس میں آدمی کو قول وفعل کی آزادی ہو؟ اب اگر وہ اس (حکومت کے کسی کام) میں ذرا بھی نفسانی خواہش یا ذاتی رنجش کی طرف مائل ہوگا تو یہ نہایت گھناؤنی اور قابلِ مواخذہ بات ہوگی، الا یہ کہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دیں اور بخش دیں۔ میں تو صاحبِ سلطنت کی حیثیت اس زر خرید غلام کی سی پاتا ہوں، جسے آقا نے اپنی زمین کی نگرانی پر مقرر کر دیا ہو، اس پر لازم ہے کہ وہ اس زمین کی اصلاح کی ہر ممکن کوشش کرے، اگر وہ عمدہ کارکردگی دکھائے گا۔ تو اچھے اجر کا مستحق ہوگا۔ پس تم اپنے آپ کو تمام معاملات میں اسی مرتبہ میں سمجھو، اپنی پسند (کے حاصل کرنے) اور ناپسند (کے دفع کرنے میں) صبر سے کام لو (یعنی حکمِ خداوندی کے خلاف نہ ہو) اور ہر پوشیدہ اور ظاہر امر میں اپنے نفس کو اس چیز پر مجبور کرو جس کے ذریعہ تمہیں اپنے پروردگار کے یہاں نجات کی امید ہوسکتی ہے۔ یہاں تک کہ جب تم اپنی اس دنیا سے جدا ہو اور ممکن ہے کہ یہ جدائی بہت جلد ہو جائے۔ تو نیکوکار اور مستحقِ اجر ٹھہرو، اپنے گذشتہ زمانے کے گذشتہ اعمال کو سوچا کرو، ان میں جو ناپسندیدہ ہوں ان کی اصلاح کر لو، قبل اس کے کہ کسی دوسرے

کو ان کی اصلاح کرنا پڑے، اور اس سلسلہ میں تمہیں لوگوں کی چہ میگوئیوں کا اندیشہ نہیں ہونا چاہئے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم یہ کام اس کی خاطر کر رہے ہو تو اس پر دنیا میں پیش آنے والے خطرات سے وہ خود ہی تمہاری کفایت فرمائے گا۔ مزید براں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ خیر کا ذخیرہ اپنے پاس جمع کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے جس رعایا کا تمہیں نگران بنایا ہے ان کے دین اور عزت کے معاملات میں ان کے خیر خواہ بن کر رہو، جہاں تک ممکن ہو ان کے عیوب کی پردہ پوشی کرو، البتہ ایسی چیز جس کو اللہ تعالیٰ نے ظاہر کر دیا ہو اس کی پردہ پوشی تمہارے لئے روا نہیں ہو گی۔ اپنی چاہت اور اپنے غصہ کے وقت ضبطِ نفس سے کام لو، تاکہ حتی الامکان وہ معاملہ بہتری اور خوش اسلوبی سے طے ہو جائے اور جب تم سے کوئی فیصلہ جلدی میں ہو جائے یا کسی معاملہ میں اپنی چاہت یا اپنے غصہ کا دخل ہو تو اس فیصلے سے رجوع کر لیا کرو۔

یہ نصیحتیں جو میں نے تم کو لکھی ہیں اپنی استطاعت کے مطابق حق سمجھ کر لکھی ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے مدد چاہتے ہیں اور اس سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ہمارے عمل کی اصلاح فرمائیں۔ وہ ہماری اس زندگی اور موت کے بعد کی تمام گرانباریوں کی عمدہ کفایت فرمائیں والسلام

خوارج کو دعوت

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے (خوارج کے نام) تحریر فرمایا:۔

اللہ کے بندے عمر امیر المومنین کی طرف سے اس گروہ (خوارج) کے نام اما بعد: میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ "جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے نجات کی شکل نکال دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا اور جو شخص اللہ پر توکل کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہے اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا کر کے رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر شئی کا ایک اندازہ مقرر رکھا ہے (الطلاق آیت ۳)

اس کے بعد واضح ہو کہ مجھے آپ کا خط ملا اور جو کچھ آپ لوگوں نے یحییٰ بن یحییٰ اور سلیمان بن داؤد کو لکھا اس کی بھی اطلاع ملی، اور تمہارے دو نمائندوں کا آنا اور جو ان کو جواب دیا گیا وہ بھی معلوم ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "اور اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے، حالانکہ وہ اسلام کی طرف بلایا جاتا ہو اور اللہ ایسے ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔" (سورۃ الصف)۔

نیز فرماتے ہیں: "آپ اپنے ربّ کی راہ کی طرف علم کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کے ذریعہ سے بلایئے اور ان کے ساتھ اچھے طریقہ سے بحث کیجئے۔ آپ کا رب خوب جانتا ہے اس شخص کو بھی جو اس کے رستہ سے گم ہوا اور وہی راہ پہ چلنے والوں کو بھی خوب جانتا ہے۔"

(سورۃ النحل آیت ۱۲۵)

نیز فرماتے ہیں: "سو تم ہمت مت ہارو اور صلح کی طرف مت بلاؤ، اور تم ہی غالب رہو گے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور تمہارے اعمال میں ہرگز کمی نہ کرے گا۔" (سورۃ محمد ۳۵)

میں تمہیں اللہ کی طرف، اسلام کی طرف، نماز قائم کرنے، زکوٰۃ دینے، نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے روکنے کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ انشاء اللہ، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ اس طرزِ عمل کو ترک کر دو جس کی وجہ سے آج تک بے مقصد اور بلاوجہ خونریزیاں ہوتی رہی ہیں، یہ ہماری طرف سے نصیحت ہے جو ازراہِ خیر خواہی لکھی گئی ہے اگر تم اسے قبول کر لو تو یہی ہمارا اصل مقصود ہے اور اگر تم اسے نصیحت کنندہ پر ردّ کر دو تو ہمیشہ سے ہوتی آئی ہے کہ خیر خواہوں کو بدخواہ سمجھا گیا ہے، پھر ہم نے نہیں دیکھا کہ اس نے اللہ کے حق میں سے کسی چیز کو ساقط کر دیا ہو۔ عبد صالح نے اپنی قوم سے فرمایا: "اور اگر تم لوگ اعراض کرتے رہے تو مجھ کو تمہارے لئے ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔"

(سورۃ ہود آیت ۳)

اور حق سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: "آپ فرما دیجئے کہ یہ میرا طریق ہے، میں خدا کی

طرف اس طور پر بلاتا ہوں کہ میں دلیل پر قائم ہوں میں بھی اور میرے ساتھ والے بھی اور اللہ پاک ہے اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں۔" (سورۂ یوسف آیت ۱۰۸)

ایک بدعت کی اصلاح

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے امرائے لشکر کو لکھا :۔

اللہ کے بندے عمر امیر المومنین کی طرف سے امراء افواج کے نام۔ اما بعد : لوگ جب تک کتاب اللہ کی پیروی کرتے رہیں گے، تو دنیا میں ان کے دین و معاش میں بھی اور موت کے بعد اللہ کے دربار میں حاضری کے موقعہ پر بھی یہ ان کے لئے کار آمد ہو گی، اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام بھیجنے کا حکم فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد ہے :" اے ایمان والو! آپ پر درود و سلام بھیجو۔" حضرت محمد رسول اللہ پر اللہ تعالیٰ کی ہزاروں رحمتیں، برکتیں اور درود و سلام نازل ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا :" اور آپ اپنی خطاؤں کی معافی مانگتے رہیئے اور سب مسلمان مردوں اور سب مسلمان عورتوں کے لئے بھی اور اللہ تعالیٰ تمہارے چلنے پھرنے اور رہنے سہنے کی خبر رکھتا ہے۔"

(سورۂ محمدؐ - ۱۹)

بہر حال مجموعی طور پر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود اور مومن مردوں اور عورتوں کے لئے دعا کا حکم فرمایا ہے، سنا ہے کہ بعض واعظوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کے لئے دعا و درود کے بجائے امراء و خلفاء پر درود پڑھنے کی بدعت ایجاد کر لی ہے، جب میرا یہ خط تمہیں پہنچے تو فوراً اپنے واعظوں سے کہو کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا کریں، اور ان کی دعا و نماز کی طوالت اسی میں صرف ہونی چاہیئے، بعد ازاں مسلمان مردوں اور عورتوں کے لئے دعا کریں اور اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کریں، ان کا سوال عام مسلمانوں کے لئے ہونا چاہیئے اس کے ماسوا اور جو دعائیں چاہیں کریں، ہم اللہ تعالیٰ سے تمام امور میں توفیق، بھلائی

راہ راست اور اس کی رضا، اور پسندیدگی کے مطابق ہدایت کی درخواست کرتے ہیں، ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم والسلام۔

ادائے حقوق میں احتیاط

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے لکھا۔

اللہ کے بندے عمر امیر المومنین کی طرف سے حکام کے نام: میں نے تمہیں لکھا تھا کہ "مظالم"[1] واپس کر دیئے جائیں، پھر لکھا تھا کہ ابھی روک لئے جائیں، پھر لکھا تھا کہ واپس کر دیئے جائیں، دراصل ہوا یہ تھا کہ بعض مالکوں کی طرف سے خیانتوں اور جھوٹی شہادتوں کی اطلاع مجھے ملی تھی، اس بنا پر بعض وہ املاک جن کو واپس کر دیا گیا تھا ان کو میں نے اپنی تحویل میں لے لیا تھا کہ جب تک مدعیان کی طرف سے قابل اعتماد شہادت فراہم نہیں کی جاتی، اس وقت تک ان کو قبضہ نہ دلایا جائے) لیکن پھر میری رائے یہ ہوئی کہ مالکوں سے بدگمانی کے باوجود ان املاک کو ردّ کر دینا بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ میں اصل معاملہ کے منکشف ہونے تک ان پر قبضہ رکھوں، اس لئے جب میرا یہ خط ملے تو یہ املاک ان کے مالکوں کو واپس کر دی جائیں۔ والسلام

حکام کے لئے خطرات

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے تحریر فرمایا۔

اللہ کے بندے عمر امیر المومنین کی طرف سے حکام کے نام۔ اما بعد: یہ امر خلافت جو اللہ تعالیٰ نے میرے سپرد فرمایا ہے اگر مجھے اس کے ذریعہ کھانے پینے، لباس و پوشاک سواری شادی رچانے اور اموال جمع کرنے کی رغبت ہوتی تو یہ چیزیں تو اللہ تعالیٰ نے اس خلافت کو میرے

---

[1] مظالم سے مراد وہ املاک ہیں جن پر ذی اثر لوگوں نے ناجائز قبضہ جمالیا ہو۔

سپرد کرنے سے پہلے ہی مجھے بہتر سے بہتر عطا فرما رکھی تھیں، واقعہ یہ ہے کہ میں اس سے حد درجہ خائف تھا اور ہوں، میں خوب جانتا ہوں کہ اس کی ذمہ داری نہایت گراں ہے۔ اس کا حساب بڑا سخت اور اس پر جرح و سوال نہایت باریک ہوگا۔ جب کہ اللہ رب العزت کے سامنے اصحاب حقوق مطالبہ کریں گے۔ ہاں اللہ تعالیٰ ہی عافیت میں رکھے اپنا رحم فرمائے۔ اور حقوق ادا فرما دے (تو نجات کی امید کی جا سکتی ہے)

میں نے جو عہدہ تمہیں تفویض کیا ہے اور جو معاملات تمہارے سپرد کئے ہیں ان کے بارے میں میں تم کو اللہ تعالیٰ کے خوف، ادائے امانت، احکام خداوندی کی پیروی اور ممنوعات سے اجتناب کا حکم کرتا ہوں اور یہ کہ جو چیز ان امور کے خلاف ہو اس کی طرف کم التفات کرو، تاکہ یہ چیزیں جن کا میں تمہیں حکم کر رہا ہوں، ہر معاملہ میں تمہارے پیش نظر رہیں۔ سیرت و کردار میں بھی نفس کی نگہداشت میں بھی۔ ان اعمال میں بھی جو تم اپنے رب کے پاس پہنچاتے ہو اور ان معاملات میں بھی، جو تمہارے اور رعایا کے مابین ہیں۔ یہ تو تم قطعی طور پر جانتے ہی ہو کہ جب تک طاعت خداوندی کے اس مرتبہ پر تم فائز نہیں ہوتے تب تک نہ نجات ہے نہ حفاظت اور نہ بچاؤ کی کوئی صورت۔ امید و بیم کے کسی دن کے لئے کسی چیز کی تیاری ترک کر دو، ماسوا اس کل کے دن کے جس میں تمہیں اللہ کی جانب سے امید یا خوف کا سامنا ہوگا (یعنی آخرت کے سوا کسی دن کے لئے تیاری نہ کریں) کیونکہ تم خود اپنی ذات میں بہت سی عبرتیں دیکھ چکے ہو، اور وہ عبرتیں بھی جن سے ہمارے حبیبوں کو نصیحت کی گئی اور وہ ان کو کافی ہوئی اور اسی قسم کی عبرتیں تمہیں اس خوش بختی سے ہمکنار کر سکتی ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے مقدر ہے۔ والسلام

بعض اہم اصلاحی اقدامات

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے تحریر فرمایا:۔

"اللہ کے بندے امیر المومنین عمر کی طرف سے حکام کے نام: اما بعد: اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا: "ہدایت اور دین حق دے کر تاکہ اس دین کو تمام دینوں پر غالب کر دے خواہ مشرکوں کو کتنا ہی ناگوار ہو" اللہ تعالیٰ کا یہ دین، جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ بھیجا گیا ہے اس کی کتاب ہے جو آپ پر نازل ہوئی اور جس میں یہ حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جائے اس کے ہر حکم کی پیروی کی جائے، جس چیز سے اس نے روک دیا ہے اس سے اجتناب کیا جائے۔ اس کی حدوں کو قائم کیا جائے، اس کے عائد کردہ فرائض پر عمل کیا جائے، حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھا جائے، حق کا اعتراف کیا جائے اور جو احکام اس کتاب میں نازل کیے گئے ہیں ان کے مطابق فیصلہ کیا جائے جو شخص اللہ کی ہدایت کی پیروی کرے گا۔ وہ سیدھی راہ پالے گا۔ اور جو اس سے اعراض کرے گا وہ سیدھی راہ سے بھٹک جائے گا۔

من جملہ اس طاعت کے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں نازل فرمائی ہے ایک یہ ہے کہ تمام انسانوں کو اسلام کی دعوت دی جائے اور اہل اسلام کے لئے (دار کفر سے دار اسلام کی طرف، ہجرت کا دروازہ کھولا جائے اور (ارباب اموال سے) صدقات اور خمس وغیرہ کو اللہ تعالیٰ کے فرمان اور (مقررہ) فرائض کے مطابق وصول کیا جائے اور یہ کہ لوگوں کو اجازت دی جائے کہ وہ برّ و بحر میں (سفر کر کے) اپنے مال تجارت کے ذریعہ حلال روزی تلاش کریں، نہ انہیں منع کیا جائے نہ کوئی رکاوٹ ڈالی جائے۔

جہاں تک دعوت اسلام کا تعلق ہے تو (معلوم ہونا چاہیئے کہ) اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو (روئے زمین کے) تمام انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے "اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام انسانوں کی طرف بشارت دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر" (سورۂ سبا آیت ۲۸)

اور اللہ تعالیٰ مشرکوں کے بارے میں مسلمانوں کو حکم دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

پس اگر وہ (مشرک) توبہ کر لیں اور نماز کو قائم کریں اور زکوٰۃ دیا کریں تو وہ تمہارے دینی بھائی

ہیں ۔ (سورۂ توبہ آیت ۱۲)

پس یہ ہے اللہ کا حکم اور اس کا فرمان ۔ اس کی پیروی کرنا اللہ کی اطاعت ہے اور اس کو پس پشت ڈال دینا خدا کی نافرمانی ہے اس لئے تم تمام غیر مسلموں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دو۔ اور اس کا حکم کرو، حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں " اور اس سے بہتر کس شخص کی بات ہوسکتی ہے جو خدا کی طرف (دوسروں کو) دعوت دے اور (خود بھی) نیک عمل کرے اور کہے کہ میں (اللہ کے) فرمانبرداروں میں سے ہوں ۔ (حم آلسجدہ - ۳۳)

جو نصرانی، یہودی اور مجوسی آج کل جزیہ ادا کرتے ہیں ان میں سے جو شخص بھی اسلام لائے اور دارالحرب کو چھوڑ کر ۔ جس کا وہ باشندہ ہے ۔ دارالاسلام میں مسلمانوں سے مل جل کر رہے ۔ اس کے وہی حقوق ہوں گے جو مسلمانوں کے حقوق ہیں اور اس پر وہی ذمہ داریاں عائد ہوں گی جو مسلمانوں پر عائد ہیں ۔ مسلمانوں پر لازم ہوگا کہ اس سے گھل مل کر رہیں اور اس کے دکھ درد میں شریک ہوں ۔ البتہ اس کا مکان اور اس کی جائیداد جو دارالحرب میں ہے، وہ تمام مسلمانوں کے لئے فے (غنیمت کا مال) ہوگی، اور اگر وہ اس علاقہ کے فتح ہونے سے پہلے اسلام لے آئے تو یہ اسی کی ملک ہوگی ۔

جو غیر مسلم آج مسلمانوں سے برسر پیکار (محارب) ہیں انہیں لڑائی سے پہلے اسلام کی دعوت دی جائے، اگر وہ اسلام قبول کرلیں تو ان کے وہی حقوق ہیں جو مسلمانوں کے ہیں اور ان کے ذمہ وہی امور ہیں جو مسلمانوں کے ذمہ ہیں اور اسلام لاتے وقت اس کے اہل (عیال اور مال و جائیداد اسی کے پاس رہیں گے اور اگر وہ اہل کتاب میں سے ہو اور جزیہ (مسلمانوں کی رعایا ہونے کا ٹیکس) دینا قبول کرے، اور مسلمانوں کے مقابلہ سے ہاتھ روک لے تو ہم اس سے جزیہ قبول کرلیں گے ۔

رہی ہجرت ! سو ہم ان کا دروازہ کھولتے ہی ہر اس اعرابی (دیہاتی) کے لئے جو ہجرت کرکے آئے، اپنے مواشی فروخت کردے اپنی بداوت کے مقام (دیہات)

سے منتقل ہو کر دار الہجرت میں چلا آئے اور جہاد میں حصہ لے۔ جو شخص ایسا کرے گا اسے مہاجرین کے برابر حصہ ملے گا (اس مال "فے" میں سے جو اللہ تعالیٰ عطا کرے گا اور اللہ تعالیٰ نے جہاں "فے" کا ذکر فرمایا ہے۔ وہاں ان مومنین کی بھی تشخیص فرما دی ہے۔ جن کو یہ مال دیا جائے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کو فقرا مہاجرین کا حق قرار دیا ہے۔ نیز ان لوگوں کا جو دار الاسلام اور دار الایمان میں پہلے سے قرار پذیر ہیں، نیز ان لوگوں کا جو ان کے بعد آئیں گے (سورۂ حشر)

پھر اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے: اور کچھ اور لوگ ان میں سے جو ابھی تک نہیں ملے ان سے" (سورۂ جمعہ)

مہاجرین بغیر کسی وظیفے اور تنخواہ کے جہاد کیا کرتے تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ ان کو یہ کشائش دیتے تھے اور عظیم فتوحات نصیب فرماتے تھے بعد کے لوگوں میں سے جو اپنے ان بھائیوں سے محبت کریں گے، ان کی اقتدا کریں گے اور ان کے عمدہ طریقے پر عمل پیرا ہوں گے، اللہ تعالیٰ ان کو آخرت میں اجر عطا فرمائے گا اور دنیا میں ان کو فتح عظیم دے گا۔

رہے صدقات! سو اللہ تعالیٰ نے ان کے مستحقین کو خود ہی بیان فرما دیا ہے اور اس کے مصارف کی تعیین بھی فرما دی ہے کیونکہ بعض لوگوں (منافقوں) نے ان کے (نہ ملنے پر) ان کے بارے میں طعن کیا تھا اور اس سلسلہ میں ان کی انتہا پسندی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تہمت تراشی تک جا پہنچی تھی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا! "اور ان (منافقین) میں سے بعض وہ لوگ ہیں جو صدقات (تقسیم کرنے) کے بارہ میں آپؐ پر طعن کرتے ہیں، سو اگر ان صدقات میں سے (ان کی خواہش کے مطابق) ان کو کچھ مل جاتا ہے تو وہ راضی ہو جاتے ہیں اور اگر ان صدقات میں سے ان کو نہیں ملتا تو وہ ناراض ہو جاتے ہیں۔" (التوبہ — ۵۸)

بہر حال اسی لئے اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے صدقات کے مصارف متعین فرما دیئے، چنانچہ ارشاد ہے۔

صدقات تو صرف حق ہے۔ غریبوں کا اور محتاجوں کا اور جو کارکن ان صدقات پر متعین ہیں ان کا اور جن کی دلجوئی کرنا (منظور) ہے ان کو دینے میں اور (غلاموں کی) گردنیں چھڑانے میں اور قرضداروں کے قرضے ادا کرنے میں اور جہاد میں اور مسافروں (کی امداد) میں (صرف کئے جاتے ہیں)، یہ اللہ کی طرف سے مقرر کردہ فریضہ ہے، اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی حکمت والے ہیں۔ (التوبہ ۶۰)

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام اموال کے صدقات کی تفصیل بیان فرمائی غلّہ مویشی (اونٹ، گائے، بکری) اور سونا چاندی کے نصاب اور مقدارِ زکوٰۃ علیحدہ علیحدہ بیان فرما دیئے ہیں، لہٰذا صدقات اسی طرح وصول کئے جائیں گے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے اور مقرر کئے ہیں، نہ کسی پر ظلم و لتعدی ہوگی، نہ کسی رشتہ دار سے مسامحہ کیا جائے گا اور نہ مستحق افراد سے بچا کر رکھا جائے گا۔ پھر (اموال زکوٰۃ کی تحصیل کے بعد) وہ اہلِ اسلام میں سے جو لوگ پسندیدہ ہیں ان کی تحویل میں دیئے جائیں گے اور جہاں جہاں اللہ تعالیٰ نے خرچ کرنے کا حکم فرمایا ہے وہ وہاں وہاں خرچ کریں گے۔ امام (صدر مملکت) اس سلسلہ میں ساری ذمہ داری انہی پر ڈالے گا اور خود اپنی ذات کو اس سے بچا کر رکھے گا کیونکہ اکثر سربراہان مملکت (ائمہ) پر اس سلسلہ میں نکتہ چینی اور چہ میگوئیاں ہوا کرتی ہیں۔

سہام خمس[1] ! سو گزشتہ خلفاء کا اس کے مصارف کے سلسلہ میں اختلاف رہا ہے، طعن و تشنیع کرنے والوں نے ان پر زبان طعن بھی دراز کی ہے اور اس کے خود تراشیدہ وجوہ بھی بیان کئے ہیں، ہم نے غور کیا تو دیکھا کہ اس کے مصارف ٹھیک وہی ہیں جو "فئے" کے ہیں۔ دونوں آیتیں ایک دوسری کے خلاف نہیں (بلکہ دونوں ایک دوسری کی مؤید ہیں)

---

[1] غنائم (مال غنیمت یعنی لڑائی کے ذریعہ کافروں سے چھینا ہوا مال) کے پانچ حصے کئے جاتے ہیں، چار حصے غانمین یعنی لڑنے والوں میں تقسیم کر دیئے جاتے ہیں پانچویں حصہ کو خمس کہتے ہیں فئے کافر دشمنوں کے اس مال کو کہتے ہیں جو بغیر لڑائی کے مسلمانوں کے ہاتھ آجائے۔ مترجم)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ' مال فئے کے بارے میں ایک ایسا فیصلہ فرما گئے ہیں جس کو تمام مسلمانوں نے بنظر استحسان دیکھا ہے۔ جب آپ رضؓ نے مسلمانوں کے لئے عطیے اور وظیفے جاری کئے تو انہیں محسوس ہوا کہ جمع شدہ مال اس ضرورت کو پورا نہیں کر سکے گا، نیز انہوں نے دیکھا کہ اس میں یتیم، مسکین اور مسافر کا بھی حق ہے اس بنا پر ان کی رائے ہوئی کہ "مال خمس" کو بھی "مال فئے" کے ساتھ "ملحق" کر دیا جائے اور اسے بھی انہی مصارف میں صرف کیا جائے جو اللہ تعالیٰ نے مال فئے کے لئے مقرر فرمائے ہیں، حضرت عمرؓ نے یہ فیصلہ محض اس وجہ سے کیا کہ خود اس مال سے پاک رہیں اور اس میں کسی شک وشبہ کا خطرہ بھی لاحق نہ ہو۔

بہر حال امام عادل (حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ) کی پیروی کرو کیونکہ آیت "فئے" اور آیت "خمس" (مصارف کے لحاظ سے) دونوں متفق ہیں، مختلف نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "جو مال اللہ تعالیٰ اپنے رسولؐ کو کافروں کی بستیوں سے دلوائے وہ اللہ کا حق ہے اور رسولؐ کا اور (رسول کے) قرابت داروں کا اور یتیموں کا اور مسافروں کا۔" (الحشر۔ ۷)

اور ٹھیک یہی مضمون خمس کے بارے میں فرمایا، اس لئے ہماری رائے یہ ہے کہ ان دونوں کو جمع کر دیا جائے اور دونوں کو مسلمانوں کے لئے مال فئے قرار دیا جائے، ان میں سے کسی کو ترجیح نہ دی جائے اور اسے مالداروں کے درمیان گردش کرنے والی دولت نہ بننے دیا جائے۔

ہماری رائے میں حمیٰ (رکھت) عام مسلمانوں (کی ضروریات) کے لئے مباح ہے (گذشتہ زمانہ میں) حمیٰ بنائی جاتی تھی اس میں صدقات کے مویشی رکھے جاتے تھے۔ چنانچہ یہ (عام مسلمانوں کے لئے) تقویت بخش اور اہل صدقات کے لئے سود مند ہوتی تھیں، لیکن بعد میں لوگوں نے اس میں دخل اندازی اور اس پر طعن وتشنیع کا سلسلہ شروع کر دیا اس لئے اب ہماری رائے یہ ہے کہ جب نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے تو حکمرانوں کو حمیٰ سے تعلق ختم کر لینا اور اس سے پرہیز کرنا ہی بہتر ہے۔ امام، مسلمانوں میں کا ہی ایک فرد ہوتا ہے داس کو عام مسلمانوں کی بہ نسبت

کوئی خصوصی رعایت اس معاملہ میں حاصل نہیں، علاوہ ازیں یہ چراگاہیں اس بارش کا نتیجہ ہیں جو اللہ تعالیٰ اپنے عام بندوں کے فائدے کے لئے نازل فرماتا ہے۔ اس لئے سب لوگ ان سے استفادہ میں مساوی ہیں ۔

طِلاء میں مسلمانوں کے لئے کوئی خیر نہیں، یہ تو خالص شراب ہے جس کا نام طِلاء رکھ لیا گیا ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے علاوہ اور بہت سے پاکیزہ مشروبات پیدا فرما کر اپنے بندوں کو اس سے بے نیاز کر دیا ہے، مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے طلاء کو حلال قرار دیا تھا اور سلف میں ثقہ اور پسندیدہ لوگ اس کا استعمال کرتے تھے، اصل قصہ یہ ہے کہ حضرت عمر رضؓ کے پاس ایک مشروب لایا گیا جسے یہاں تک پکایا گیا تھا کہ اس کا جوش ختم ہو گیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جب اس کو پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا: کیا یہ طلاء ہے؟ یعنی وہ طِلاء جو اونٹوں کی مالش کے کام آتا ہے، آپ رضؓ نے اسے چکھ کر دیکھا تو فرمایا: اس میں کچھ مضائقہ نہیں" کیونکہ یہ نشہ آور نہیں) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد لوگوں نے ان شرابوں کا نام طلاء رکھ لیا"

رہا نیک لوگوں کا اس کو پینا! سو انہوں نے اس کے نشہ آور ہونے سے پہلے پیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، کہ "ہر مومن کے لئے ہر نشہ آور چیز حرام ہے" اس لئے میں نہیں سمجھتا کہ کوئی بدکار کسی بھی نیکوکار کو اس سلسلہ میں دھوکہ دے سکتا ہے ہماری رائے ہے کہ تمام مسلمان اس سے پرہیز کریں اور اسے حرام سمجھیں کیونکہ یہ (شراب نوشی) گناہوں کا سب سے بڑا دروازہ ہے اور مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں اس کے استعمال کی وجہ سے مسلمانوں پہ کوئی ایسی (آسمانی) آفت نہ ٹوٹ پڑے جو سب مسلمانوں کو گھیر لے ۔

رہا بحری راستہ! سو ہمارے نزدیک اس کا حکم وہی ہے جو بری راستے کا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے دریا کو مسخر کر دیا تاکہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں اور تاکہ تم اس کے ذریعہ روزی تلاش کرو" (الجاثیہ - ۱۲) اللہ تعالیٰ نے

اجازت دی ہے کہ بحری راستوں سے جو چاہے تجارت کرے میری رائے ہے کہ کسی شخص کو بحری راستوں سے (نفع اٹھانے سے) نہ روکا جائے، کیونکہ بر و بحر دونوں اللہ تعالیٰ کے ہیں اسی لئے ان کو اپنے بندوں کے لئے مسخر فرمایا ہے تاکہ وہ ان راستوں سے رزق تلاش کریں، بنا بریں ہم اللہ تعالیٰ کے بندوں اور ان کی معاش کے درمیان کیونکر حائل ہو سکتے ہیں ؟

اوزان اور پیمانوں میں چند امور ایسے ہیں جن کا ارتکاب ظلم ہے۔ پیمانے میں جو کجی (دھوکہ دہی) پیدا ہوتی ہے۔ وہ کم ماپنے سے پیدا ہوتی ہے اور وزن میں کمی بیشی کم تولنے سے وجود میں آتی ہے (اور چونکہ پیمانے اور باٹ مختلف ہوتے ہیں۔ اس لئے اس کمی بیشی کی وجہ سے لین دین میں ظلم کا اندیشہ اکثر رہتا ہے) اس لئے ہماری رائے ہے کہ تمام روئے زمین کا تول اور ناپ ایک ہی ہو۔

باقی رہے ٹیکس! سو زمین کے عشر کے علاوہ باقی تمام ٹیکس ساقط کئے جاتے ہیں، البتہ زمین کا عشر ضرور وصول کیا جائے گا۔ علاوہ ازیں جزیہ ادا کرنے والے "ذمی" تین قسم کے ہیں۔

(۱) وہ صاحب زمین جو زمین کا جزیہ دیتا ہے۔

(۲) وہ صنعت پیشہ جو اپنی کمائی کا جزیہ ادا کرتا ہے۔

(۳) وہ تاجر جو اپنے مال کی درآمد و برآمد کرتا ہے اور اس کا جزیہ دیتا ہے، ان سب کے لئے ایک ہی دستور ہے (کہ ان سے جزیہ ضرور وصول کیا جائے گا) باقی رہے مسلمان! سو ان کے ذمہ صرف ان کے اموال کی زکوٰۃ ہے۔ جب وہ یہ زکوٰۃ بیت المال میں ادا کر دیں گے تو بری الذمہ ہو جائیں گے۔ اس کے علاوہ ان کے مال پر کوئی تاوان اور ٹیکس نہیں۔ اور یہ جو ٹیکس وصول کئے جاتے ہیں۔ یہ وہی حق تلفی (بخس) ہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا چنانچہ ارشاد ہے: "اور لوگوں کا ان کی چیزوں میں نقصان مت کیا کرو اور زمین میں فساد کرتے ہوئے حد سے مت نکلو" (ہود - ۸۵) مگر اس ظلم صریح کا نام لوگوں نے

ٹیکس رکھ لیا ہے

ہماری رائے یہ ہے کہ امام (صدر مملکت) خود تجارت نہ کرے، نہ کسی حاکم کے لئے حلال ہے کہ وہ اپنے زیر حکومت علاقہ میں تجارت کرے، کیونکہ حاکم جب بھی تجارتی کاروبار کرے گا وہ لامحالہ بہت سی مراعات سے ناجائز فائدہ اٹھائے گا اور وہ ایسے امور کا مرتکب ہوگا جن میں ارتکاب گناہ ضرور لازم آئے گا۔ خواہ وہ ان امور سے بچنے کی کتنی ہی کوشش کرے،

اور ہماری رائے ہے کہ صرف زمین کی عمارت کو فروخت نہ کیا جائے، کیونکہ خریدار اس عمارت کو اپنی ذات کے واسطے خریدتا ہے اور اسے اپنی ذاتی ملکیت بنانا چاہتا ہے، اس کا نتیجہ زمین کی ویرانی اور زمین کے مالکوں کی مظلومیت ہوگا اور جو عرب زمیندار اپنی زمین میں آباد نہ ہو، اور اس کا جزیہ اس کی زمین سے وصول ہو رہا ہو تو اس کے لئے صرف یہی ہے اور اس کی زمین کا کسان اس کے تاوان کا زیادہ مستحق ہے۔

اور ہماری رائے ہے کہ زمین والوں سے بیگار لینا ترک کر دیا جائے کیونکہ بہت سے ظالمانہ امور اس میں داخل ہو جاتے ہیں۔

اور ہماری رائے ہے کہ (فے کی) پیداواری زمین (کی آمدنی) کو اسی مقصد کی طرف لوٹا دیا جائے۔ جس کے لئے ان کو تجویز کیا گیا تھا۔ چنانچہ یہ عام مسلمانوں کے وظائف کے لئے رکھی گئی تھیں، لہٰذا عام مسلمانوں کا معاملہ نفع کے اعتبار سے افضل اور عظیم برکت کا موجب ہے،

پھر زمین والوں کی وراثت ان کے وارثوں کے لئے ہے۔ یا ان کی زمین کے کاشتکاروں کے لئے جو اس کا خراج ادا کرتے ہیں، اس لئے ہماری رائے ہے کہ ان سے کوئی چیز واپس نہ لی جائے۔

البتہ اگر (زمین بیت المال کی ہو اور) وہ (غیر مسلم، امام کی طرف سے) صرف عامل ہو۔ جس کو امام، اس حق کے مطابق جو اپنے ذمہ سمجھتا ہے، اس کے عمل کے لئے مقرر کرے (تو اس کے وارثوں کی طرف حق کاشت بطورِ وراثت منتقل نہیں ہوگا)

شراب نوشی کی ممانعت

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے تحریر فرمایا

"اللہ کے بندے عمر بن عبدالعزیز امیر المؤمنین کی طرف سے ایوب بن شرحبیل اور مصر کے مومن مردوں اور عورتوں اور مسلمان مردوں اور عورتوں کے نام۔ السلام علیکم، امابعد: میں تمہارے سامنے اس اللہ کی حمد و ثنا کرتا ہوں، جس کے سوا کوئی معبود نہیں، بعدازاں واضح ہو کر شراب کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی تین سورتوں میں تین آیتیں نازل کی ہیں پہلی دو آیتوں (میں چونکہ اس کی قطعی حرمت کا اعلان نہیں ہوا تھا اس لئے ان) کے نازل ہونے کے باوجود بھی کچھ لوگ اس کو پیتے رہے اور تیسری آیت میں اس کی حرمت کا صاف اعلان کر دیا گیا اور اس کی حرمت (قیامت تک کے لئے) قطعی ہو گئی، چنانچہ پہلی آیت میں اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں (اور اس کا کلام حق ہے) لوگ آپ سے شراب اور قمار کی نسبت دریافت کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ ان دونوں (کے استعمال) میں گناہ کی بڑی بڑی باتیں بھی ہیں اور لوگوں کو (بعضے) فائدے بھی ہیں اور گناہ کی باتیں ان فائدوں سے زیادہ بڑھی ہوئی ہیں" (البقرہ آیت ۲۱۹)

اس آیت میں چونکہ شراب کی منفعت بھی مذکور ہے اس لئے اس آیت کے بعد بھی کچھ لوگ پیتے رہے، پھر اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت میں (یہ حکم) نازل فرمایا:-

"اے ایمان والو! تم نماز کے پاس بھی ایسی حالت میں مت جاؤ کہ تم نشہ میں ہو، یہاں تک کہ تم سمجھنے لگو کہ منہ سے کیا کہتے ہو اور حالت جنابت میں بھی۔ باستثنا تمہارے مسافر ہونے کی حالت کے۔ یہاں تک کہ غسل کر لو" (النساء: ۴۳)

اس آیت کریمہ کے بعد لوگوں نے نماز کے اوقات میں تو نشہ سے پرہیز کیا مگر اوقات نماز کے علاوہ دوسرے اوقات میں پیا کئے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے تیسری آیت میں (یہ حکم نازل) فرمایا

اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بت وغیرہ اور قرعہ کے تیر یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں، سو ان سے بالکل الگ رہو تاکہ تم کو فلاح ہو، شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ سے تمہارے آپس میں عداوت اور بغض واقع کردے اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے تم کو باز رکھے، سو اب بھی باز آؤ گے؟ اور تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے رہو اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کرتے رہو، اور احتیاط رکھو اور اگر اعراض کرو گے تو یہ جان رکھو کہ ہمارے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ذمے صرف صاف صاف پہنچا دینا تھا۔ (المائدہ: ۹۰، ۹۱، ۹۲ - ترجمہ حکیم الامت تھانویؒ)

(بہر حال شراب (خمر) تو اس آیت کے بعد قطعی حرام ہوگئی مگر) پھر اس شراب کے معاملہ میں ایک ایسی چیز پیدا ہوئی جس سے بہت سے لوگوں کی پرہیزگاری بُری (طرح مجروح) ہوئی چونکہ (شراب نوشی سے) عقل وفہم زائل ہوجاتے ہیں اس لئے لوگوں نے اس شراب نوشی کی بدولت بہت سے حرام امور کو جمع کرلیا، حتیٰ کہ ناحق قتل، حرام مال اور حرام شہوت رانی کو حلال کرلیا۔

جو لوگ اس شراب نوشی میں مبتلا ہیں ان میں سے ہر ایک کا بہانہ یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں "یہ تو طلاء ہے اس کے پینے میں کچھ حرج نہیں" حالانکہ بخدا! جو چیز بھی شراب کے قریب ہو، خواہ وہ کھانے پینے کی ہو یا کوئی اور وہ لائق اجتناب ہے، یہ لوگ جو شراب کو (طلاء کے نام سے) حلال سمجھ کر پیتے ہیں در اصل (مسلمانوں میں اس ذہنیت کے پیدا کرنے میں) نصاریٰ کی گہری سازش کا ہاتھ کام کر رہا ہے، ان کے لئے یہ معمولی چیز ہے کہ مسلمان اپنے دین کے معاملہ میں راہ راست سے ہٹ جائے اور ایسی چیزوں میں مبتلا ہوجائے جو ان کے لئے کسی طرح حلال نہیں اور اس کے ساتھ ساتھ نصاریٰ کا اس میں فائدہ یہی ہے کہ انہیں اپنا سامان فروخت کرنے کے لئے ایک منڈی ہاتھ آتی ہے اور ان کا بوجھ ہلکا ہوجاتا ہے۔

کسی مسلمان کے لئے ایسے مشروبات کے استعمال میں جو شراب کے مشابہ ہیں، کوئی

عذر اور مجبوری نہیں کیونکہ اللہ نے میٹھے پانی کے علاوہ ان مشروبات کے ذریعہ، جن میں کسی قسم کی کھٹک نہیں، ہمیں اس سے مستغنی کر دیا ہے، چنانچہ اس کے بجائے شہد، دودھ، ستو، کشمش اور کھجور کی نبیذ موجود ہے۔ البتہ جو شخص شہد، کشمش یا کھجور کی نبیذ بنانا چاہے، وہ ایسے برتنوں میں نبیذ نہ بنائے جن پر تارکول کا روغن ہو، کیونکہ ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نبیذ کے پینے کی ممانعت فرمائی ہے جو روغنی مٹکوں، کدّو کے برتنوں اور تارکول کے روغنی برتنوں میں تیار کی گئی ہو" جو لوگ طِلاء پیتے ہیں انہیں معلوم ہے کہ یہ روغنی مٹکوں اور مشکیزوں میں تیار کیا جاتا ہے۔ کیونکہ ان کے بغیر وہ ٹھیک نہیں بنتا اور اس کی وجہ سے اس میں نشہ پیدا ہو جاتا ہے اور ہم سے ذکر کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: "ہر نشہ لانے والی چیز حرام ہے" لہٰذا حرام اور مشابہ حرام چیزوں کو چھوڑ کر صرف ان چیزوں پر کفایت کرو جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے حلال کی ہیں۔ سوائے اس ایک (طلاء کے) مشروبات میں کوئی چیز شراب حرام کے مشابہ نہیں۔ ہماری اس اطلاع کے بعد جس شخص کو اس کا استعمال کرتے ہوئے پایا جائے گا وہ مالی و بدنی سزا کا مستحق ہوگا۔ اور ہم اس پر ایسی سزا جاری کریں گے جس سے دوسروں کو بھی عبرت ہو اور اگر کوئی بدقماش ہماری سزا کو معمولی اور ہلکا سمجھے گا تو اللہ تعالیٰ سخت گرفت کرنے والے سخت سزا دینے والے اور سخت رسوا کرنے والے ہیں۔

میں نے شراب نوشی اور شراب کے مشابہ چیزوں۔ مثلاً طِلاء، اور وہ نبیذ جو کدّو کے برتن اور روغنی مٹکوں اور برتنوں میں تیار کی جاتی ہے۔ کے استعمال سے ممانعت کا جو حکم جاری کیا ہے اس سے میرا مقصد یہ ہے کہ آج اور آج کے بعد تم لوگوں پر حجت قائم کر دی جائے اب جو لوگ اس حکم کی اطاعت کریں گے یہ ان کے لئے خیر و برکت کا موجب ہوگا اور جو لوگ اس ممانعت کی خلاف ورزی کرتے ہوئے پائے جائیں گے ہم ان پر علانیہ سزا جاری کریں گے اور جو لوگ خفیہ طور پر حکم عدولی کے مرتکب ہوں گے ان کو سزا دینے کے لئے

اللہ تعالیٰ کافی ہے۔ وہ ہر چیز پر نگہبان ہے اور اللہ ہر چیز پر گواہ ہے ہم اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ہمیں حلال کے ذریعہ حرام سے مستغنی کر دے، اور یہ کہ جو لوگ ہم میں سے راہ راست پر ہیں ان کے لئے رشد و ہدایت میں اضافہ فرمائے اور گنہ گار کو عافیت کے ساتھ توبہ و انابت کی توفیق بخشے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

نعمت اسلام کی ناقدری

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے ضحاک بن عبدالرحمٰن کو تحریر فرمایا۔

امابعد: اسلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے بھی پسند فرمایا ہے اور اپنی مخلوق میں سے ان لوگوں کے لئے بھی جو اس کے نزدیک مکرم ہیں، اللہ تعالیٰ اس کے سوا کسی دین کو قبول نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی نازل کردہ کتاب کے ذریعہ عزت بخشی جس نے اسلام اور غیر اسلام کے درمیان تفریق کردی، چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے: تحقیق تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ایک روشن چیز آئی ہے اور ایک کتاب واضح (یعنی قرآن مجید) کہ اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ ایسے شخصوں کو جو رضائے حق کے طالب ہوں، سلامتی کی راہیں بتلاتے ہیں اور ان کو اپنی توفیق سے "تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے آتے ہیں اور ان کو راہ راست پر قائم رکھتے ہیں۔ (المائدہ ۱۶/۱۵)

نیز ارشاد ہے: اور ہم نے اس قرآن کو راستی ہی کے ساتھ نازل کیا ہے اور وہ راستی کے ساتھ نازل ہوگیا اور ہم نے آپ کو صرف خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

(الاسراء: ۱۰۵)

پس اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور جب آپ پر کتاب نازل فرمائی اس وقت اے گروہ عرب! تمہاری جو حالت تھی وہ تمہیں معلوم ہے، تم گمراہی جہالت، مشقت، معاشی تنگدستی اور افتراق و انتشار کا شکار تھے، تم میں باہمی فتنے عام تھے

لوگ تم پر دانت پیس رہے تھے اور انہیں دین و دنیا میں تم پر فوقیت حاصل تھی، دنیا کی کسی قوم میں جو گمراہی ہو سکتی ہے وہ تم میں موجود تھی، تم میں سے جو زندہ رہتا وہ ضلالت و جہالت کی زندگی بسر کرتا اور جو مرتا وہ سیدھا جہنم میں جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے (اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر تمہاری) پیشانی پکڑ کر تمہیں بت پرستی، باہمی قطع تعلق، بغض و عداوت اور فتنہ و فساد سے نکالنا چاہا۔ تم میں سے انکار کرنے والوں نے انکار کیا اور جھٹلانے والوں نے جھٹلایا، حالانکہ اللہ کے نبی (ان پر ہزاروں درود و سلام) کتاب اللہ اور اسلام کی طرف دعوت دے رہے تھے، پھر گنتی کے چند آدمی آپؐ کے ہاتھ پر اسلام لائے، جو زمین میں نہایت کمزور تھے اور جنہیں ہر وقت یہ خطرہ لاحق رہتا تھا کہ لوگ انہیں اچک لیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو ٹھکانا دیا، اپنی نصرت سے ان کی مدد فرمائی اور ان کو ایسے لوگ نصیب فرمائے جن کی قسمت میں اللہ تعالیٰ نے اسلام لکھا تھا۔ مگر دنیا ان سے سمٹی ہوئی تھی، اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کئے ہوئے وعدہ کو۔ جس میں تخلف نہیں ہو سکتا۔ پورا کرنے والے تھے، مگر اسے جو بھی دیکھتا نہایت مستبعد سمجھتا، بجز معدودے چند مومنین کے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وہ اللہ ایسا ہے کہ اس نے اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہدایت (کا سامان یعنی قرآن) اور دین حق (یعنی اسلام) دے کر بھیجا ہے تاکہ اس کو تمام (بقیہ) دینوں پر غالب کر دے، گو مشرک کیسے ہی ناخوش ہوں" (التوبہ: ۳۳۔ الصف: ۹)

نیز مسلمانوں سے وعدہ کرتے ہوئے فرمایا (اے مجموعۂ امت) تم میں جو لوگ ایمان لا دیں اور نیک عمل کریں ان سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو (اس اتباع کی برکت سے) زمین میں حکومت عطا فرمائے گا۔ جیسا ان سے پہلے (اہل ہدایت) لوگوں کو حکومت دی تھی اور جس دین کو (اللہ تعالیٰ نے) ان کے لئے پسند کیا ہے (یعنی اسلام) اس کو ان کے (نفع آخرت کے) لئے قوت دے گا، اور ان کے اس خوف کو مبدل بہ امن کر دے گا، بشرطیکہ میری عبادت کرتے رہیں اور میرے ساتھ کسی قسم کا شرک نہ

کریں اور جو شخص بعد (ظہور) اس (وعدے) کے ناشکری کرے گا وہ لوگ بے حکم ہیں۔"

(النور : ۵۵)

بہر حال اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل اسلام سے جو وعدہ فرمایا وہ بلاکم و کاست پورا کر دکھایا۔ اے اہل اسلام! تمہیں جو کچھ ملا ہے وہ اس اسلام کی بدولت، ہاں صرف، اسی کی بدولت ملا ہے، اسی کی بدولت تم دشمن کے مقابلہ میں کامیابی حاصل کرتے ہو، اور اسی کی برکت سے تم قیامت کے دن گواہ بن کر کھڑے ہو گے، تمہارے واسطے اس کے سوا دنیا و آخرت میں نجات کا کوئی راستہ نہیں، نہ اس کے سوا کوئی حجت ہے نہ پناہ کی جگہ، نہ حفاظت اور بچاؤ کا کوئی سامان۔ جب اللہ تعالیٰ نے وہ بہتر سے بہتر دن، جس کا تم سے وعدہ کیا تھا، تمہیں عطا کر دیا ہے تو موت کے بھی بعد اللہ تعالیٰ کے ثواب کی امید رکھو، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "یہ عالم آخرت ہم انہی لوگوں کے لئے خاص کرتے ہیں جو دنیا میں بڑا بننا نہیں چاہتے اور نہ فساد کرنا اور نیک نتیجہ متقی لوگوں کو ملتا ہے۔" (القصص : ۸۳)

میں تمہیں اس قرآن سے اور اس کو چھوڑنے کے وبال سے ڈراتا ہوں، کیونکہ اس کے وبال اور اس کی شرطوں (کو پورا نہ کرنے) ہی نے، اے امت! تم میں خونریزی شہروں کی ویرانی اور جماعتی افتراق جیسے حوادث برپا کئے ہیں۔

دیکھو! جس چیز سے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں روکا ہے۔ اس سے باز رہو، کیونکہ جو چیز کہ خوف کی سب سے زیادہ مستحق ہے وہ اللہ تعالیٰ کی وعید ہے خواہ وہ قول سے ہو یا عمل سے یا اس کے علاوہ کسی اور طریقے سے پس اگر کوئی شخص حکم الٰہی کے موافق بات کرے گا اور اس پر عمل پیرا ہوگا، تو یہ اس کے لئے بہت ہی خوب ہوگا اور اگر حکم الٰہی کے خلاف کوئی بات کرے گا تو (اس کا) یہ (طرز عمل اسے) ہلاکت کے راستہ پر ڈال دے گا۔

جس چیز نے مجھے اس خط کی تحریر پر آمادہ کیا ہے، وہ یہ ہے کہ مجھ سے ذکر کیا گیا ہے

کہ کچھ گنوار لوگ اور کچھ ایسے لوگ جنہیں نئی قوت حاصل ہوئی ہے جن کا ظاہر غیر شائستہ اور جن کا علم احکامِ الٰہی سے متعلق بہت کم ہے وہ اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں بہت بڑے دھوکے میں مبتلا ہوگئے ہیں اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے انعام و ابتلا کو یکسر فراموش کر دیا ہے۔ مجھے بتایا کہ یہ لوگ مضر اور یمن کے (کافر) قبائل سے جنگی معاہدے کر رہے ہیں، انہیں خیال ہے کہ ان (کافر) لوگوں کو دوسرے لوگوں پر فوقیت حاصل ہے۔ سبحان اللہ وبحمدہ، یہ لوگ نعمتِ الٰہی کے شکر سے کس قدر بعید اور ہر قسم کی ہلاکت اور ذلت و رسوائی سے کس قدر قریب ہیں اللہ تعالیٰ ان کو تباہ و برباد کرے یہ کس منزل میں جا کر اترے ہیں اور کس امان سے نکلے ہیں، اور کس چیز سے جا کر چپکے ہیں؟ لیکن میں جانتا ہوں کہ بدبخت اپنی بدنیتی ہی سے بدبخت بنتا ہے اور یہ کہ دوزخ بہر حال بے کار پیدا نہیں کی گئی۔ کیا انہوں نے کتاب اللہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد نہیں سنا؟ فرماتے ہیں "مسلمان تو سب بھائی بھائی ہیں، سو اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کرا دیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو تاکہ تم پر رحمت کی جائے (الحجرات ۱۰)

نیز فرماتے ہیں: آج کے دن تمہارے دین کو میں نے کامل کر دیا اور میں نے تم پر اپنا انعام پورا کر دیا اور میں نے اسلام کو تمہارا دین بننے کے لئے پسند کر لیا" (المائدہ : ۳)

مجھ سے بیان کیا گیا ہے کہ بعض لوگ (غیر قوموں سے) حلف اور معاہدہ کی دعوت دیتے ہیں، حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حلف سے ممانعت فرمائی ہے آپؐ کا ارشاد ہے: "اسلام میں حلف نہیں جو معاہدے جاہلیت میں ہو چکے ہیں اسلام ان کو اور بھی مضبوط کرتا ہے" (حلف کے) دو فریقوں میں سے ہر ایک اس بات کی امید رکھتا تھا کہ دوسرا فریق اس کے ناجائز اور گناہ آمیز معاہدے کی بھی حفاظت کرے گا۔ جس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی ہو۔ اور جس نے (حلف کے ذریعہ) اسلام کو پس پشت ڈال دیا تو اسلام سے تو نکل ہی گیا۔

میں ہر اس شخص کو جو میرے اس خط کو سنے اور جسے میرا یہ خط پہنچے، اس بات سے

ڈراتا ہوں کہ وہ اسلام کے سوا کسی چیز کو قلعہ بنائے یا خدا و رسول اور اہل ایمان کے علاوہ کسی کو پناہ گاہ سمجھے) میں بار بار ڈراتا اور بار بار نصیحت کرتا ہوں اور اس ذات کو ان پر گواہ بناتا ہوں جو ہر چوپائے کو اس کی پیشانی سے پکڑے ہوئے ہے اور جو ہر شخص سے اس کی رگِ گردن سے زیادہ قریب ہے میں نے اس خط کے ذریعہ تمہاری خیر خواہی کی ہر ممکن کوشش کی ہے، تاہم (میں آگاہ کر دینا چاہتا ہوں کہ) اگر کسی شخص کے بارے میں مجھے علم ہوا کہ وہ حصولِ منفعت یا دفعِ مضرت کے لئے اس قسم کے جاہلی معاشرے کی تحریک کرتا ہے، تو خواہ وہ کوئی ہو، فرد، خاندان ہو یا قبیلہ ہو، میں اس کی تذلیل کا سب سے زیادہ حریص ہوں گا۔

میرے اس نصیحت نامہ کی طرف جو آپ کے پاس بھیجا جا رہا ہے، سب کو دعوت دو کیونکہ یہ ایسی ہدایت (پر مشتمل) ہے جس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں، نیز نیک فطرت اور اہل ایمان حضرات کو اپنے پورے زور بیان سے تائید کرنی چاہیئے، مگر (مشکل یہ ہے کہ) لوگوں کی اکثریت بے علم ناواقفوں کی ہے، حق تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمارے دین، ہماری باہمی الفت اور ہماری آپس کی اصلاح کے معاملہ میں ہماری بہتر کفالت و راہنمائی فرماتے۔ والسلام۔

جاہلی نوحہ اور بین کی مذمت

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے تحریر فرمایا: "مجھ سے ذکر کیا گیا ہے کہ بعض احمق اور گنوار عورتیں میت کے انتقال کے موقعہ پر برسرِ بازار نکل آتی ہیں،

ان کے سر کھلے ہوتے ہیں اور جاہلیت کے انداز میں نوحہ کرتی ہیں، بخدا! جب سے عورتوں کو چادریں اوڑھنے (اور پردہ کرنے) کا حکم ہوا ہے ان کو کبھی اجازت نہیں ہوئی کہ اوڑھنی سر سے اتاریں، اس لئے اس گھناؤنی حرکت کو سختی سے بند کر دو، اور پولیس کو حکم دو کہ وہ کسی نوحہ گر کو کسی مکان یا راستے میں نوحہ کرنے کی اجازت نہ دے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حکم فرمایا ہے کہ وہ مصیبت کے موقعہ پر وہ کلمہ کہیں جو ان کے لئے دنیا و آخرت میں خیر ہی خیر کا موجب ہے، چنانچہ ارشاد ہے: "وہ لوگ (جن کی عادت یہ ہے) کہ ان پر جب کوئی

مصیبت پڑتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو (مع مال و اولاد حقیقتہً) اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہیں اور ہم (سب دنیا سے) اللہ تعالیٰ ہی کے پاس جانے والے ہیں۔ ان لوگوں پر (جدا جدا) خاص خاص رحمتیں بھی ان کے پروردگار کی طرف سے ہوں گی اور (سب پر بالاشتراک) عام رحمت بھی ہوگی اور یہی لوگ ہیں جن کی (حقیقتِ حال تک) رسائی ہوگئی۔" البقرہ: ۱۵۶، ۱۵۷)

پند و نصیحت سے تاثر

ایک بار یزید الرقاشی حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس تشریف لائے، آپ نے فرمایا یزید! مجھے کوئی نصیحت کیجیے، انہوں نے فرمایا: امیر المؤمنین! حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آپ تک آپ کے آباء میں سے کوئی باپ بھی زندہ نہیں فرمایا: کچھ مزید! انہوں نے کہا: آپ سب سے پہلے خلیفہ ہیں، جس پر موت وارد ہوگی۔ فرمایا: کچھ اور! کہا جنت اور دوزخ کے درمیان کوئی منزل نہیں۔

ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا، اس وقت آپ کے سامنے آگ کا چولہا رکھا تھا، آپ نے ان صاحب سے کہا: مجھے کوئی نصیحت فرمائیے، اس نے کہا: امیر المؤمنین! آپ کو کسی کے جنت میں داخل ہو جانے سے کیا فائدہ؟ جب کہ آپ خود جہنم میں جا رہے ہوں، اور کسی کے جہنم میں داخل ہونے سے آپ کا کیا نقصان؟ جب آپ خود جنت میں جا رہے ہوں؟" یہ سن کر حضرت عمرؒ اتنا روئے کہ سامنے رکھا آگ کا چولہا آپ کے آنسوؤں سے بجھ گیا۔

حضرت حسن بصریؒ نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو لکھا: اما بعد: دنیا کو یوں سمجھو گویا وہ تھی ہی نہیں اور آخرت کو یوں سمجھو گویا وہ ہمیشہ سے ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے اسے یوں سمجھو کہ بس وہ ہو چکا، والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ"

حضرت حسن بصریؒ ہی نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو یہ بھی لکھا اما بعد: بڑے

ہولناک واقعات اور ہوش رُبا حالات سب آپ کے آگے ہیں (یعنی موت اور موت کے بعد کے حالات) ان میں سے آپ نے ابھی تک کچھ تو قطع نہیں کیا اور بخدا ان کے مشاہدہ اور معائنہ سے کوئی مفر نہیں، یہ مشاہدہ یا تو سلامتی کے ساتھ ہوگا یا ہلاکت کے ساتھ (غور فرمایئے کہ آپ نے سلامتی کا راستہ اختیار کر رکھا ہے یا ہلاکت کا) والسلام

خالد بن صفوان کی ناصحانہ تقریر

خالد بن صفوان بن اہتم حضرت عمر بن عبد العزیز رضؓ کے پاس آئے اور عرض کیا امیرالمومنین آپ اپنی مدح و ثنا کو پسند فرمائیں گے؟ فرمایا: نہیں، عرض کیا تو پھر وعظ و نصیحت کو پسند فرمائیں گے؟ فرمایا ہاں! خالد نے کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد کہا: اما بعد: اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا۔ اسے نہ تو ان کی طاعت کی ضرورت ہے، نہ ان کی معصیت سے اسے کوئی اندیشہ ہے۔ انسانوں کے مراتب اور ان کی رائے مختلف ہے اور عرب سب سے بدتر مرتبہ میں تھے، بُت پرستی، پتھر تراشی اور اونٹوں کی گلہ بانی ان کا پیشہ تھا، جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ ان میں اپنا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) بھیجے اور ان میں اپنی رحمت عام کرے تو اللہ تعالیٰ نے ان میں انہیں میں کا ایک رسول بھیجا، "جس کے لیے تمہاری مشقت ناقابل برداشت ہے جو تمہاری خیر خواہی کا حریص ہے اور جو اہل ایمان کے لئے نہایت شفیق و مہربان ہے" یہ عظیم الشان رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ مگر ان تمام اوصاف و خصائص کے باوصف لوگوں نے آپ کو جسمانی اذیتیں پہنچائیں، آپ پر طرح طرح کے آوازے کسے، اور آپ کو وطن چھوڑنے پر مجبور کیا، آپؐ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی جانب سے واضح دلیل موجود تھی، آپ حکم الٰہی کے بغیر ایک قدم نہیں اٹھاتے تھے، نہ اس کی اجازت کے بغیر نکلتے تھے، اللہ تعالیٰ ملائکہ کے ذریعہ آپؐ کی مدد کرتا تھا، آپؐ کو اپنے پوشیدہ غیب کی خبر دیتا تھا اور اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو ضمانت دی تھی کہ انجام کار

کامیابی آپ کے قدم چومے گی (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم خداوندی کے مطابق خوب صبر کیا یہاں تک کہ) لوگوں نے آپ کو غار میں چھپ کر پناہ لینے پر مجبور کر دیا، مگر آپ نے صبر و استقامت کی رسّی کو مضبوطی سے تھامے رکھا، اور جب آپ کو جہاد کا حکم ہوا تو نہایت شرح و انبساط سے حکم الٰہی کی تعمیل کی۔ بہر حال آپ کی پوری زندگی دعوت و تبلیغ، اظہار حق، اعدا سے جہاد و قتال اور احکام خداوندی کی تعمیل میں گذری یہاں تک کہ اسی روش پر آپ کا وصال ہوا۔

آپ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہٗ خلافتِ نبوت سے سرفراز ہوئے تو عرب میں ارتداد پھیل گیا۔ بعض لوگوں نے کہا کہ ہم نماز پڑھا کریں گے مگر زکوٰۃ نہیں دیں گے، مگر حضرت ابوبکر رضؓ نے فرمایا کہ انہیں وہ تمام فرائض بجالانے ہوں گے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ادا کیا کرتے تھے، آپ نے مرتدین کے مقابلہ کے لئے تلوار نیام سے نکالی، جنگ کے شعلے بھڑک اُٹھے، آپ حق اللہ کے ساتھ اہل باطل پر غالب آئے، ان کی عزت و عزور کو خاک میں ملا دیا اور زمین ان کے خون سے سیراب کر ڈالی تا آنکہ وہ جس دروازے سے نکلے تھے انہیں دوبارہ اسی میں داخل کر دیا، آپ نے ان کے "مال فئے" سے معمولی سی چیزیں قبول کیں، یعنی ایک دودھ دینے والی اونٹنی جس کا دودھ پیا کرتے تھے۔ ایک اونٹ جس پر پانی ڈھویا جاتا تھا اور حبشن لونڈی جو آپ کے بچے کو دودھ پلاتی تھی۔ جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے محسوس کیا کہ یہ بار خلافت ان کے حلق کا کانٹا اور کندھے کا بوجھ ہے، چنانچہ آپ نے یہ بار حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہٗ پر ڈال دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر چلتے ہوئے) اللہ کو پیارے ہو گئے۔

آپ کے بعد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہٗ نے بار خلافت سنبھالا، شہر آباد کئے، سختی و نرمی کو باہم ملایا۔ نہایت مستعدی و خوش اسلوبی سے اس کو نبھایا اور ہر کام کے لئے موزوں ترین افراد مقرر کئے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ کے ایک غلام نے جو فیروز کہلاتا تھا اور جس

کی کنیت ابولؤلؤہ تھی، آپ پر قاتلانہ حملہ کیا۔ آپ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو حکم فرمایا کہ وہ لوگوں سے پتہ کرکے بتائیں کہ ان کا قاتل کون ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ آپ کو مغیرہ بن شعبہ کے غلام ابولؤلؤہ نے قتل کیا ہے۔ یہ سن کر آپ نے بآواز بلند الحمدللہ کہی کہ وہ کسی مسلمان کے ہاتھ سے قتل نہیں ہوتے۔

پھر آپ نے اپنے قرضوں پر غور کیا تو ان کی ادائیگی کا بار اپنی اولاد کے ذمہ ڈالنا مناسب نہیں سمجھا، بلکہ جائداد فروخت کرکے اسے بیت المال میں داخل کر دیا۔

پھر امیر المومنین! آپ دنیا کے سامنے ہیں۔ دنیا کے بادشاہوں نے آپ کو جنم دیا۔ سلطنت کی آغوش میں پلے، اسی کے پستانوں سے دودھ پیا اور ممکن ذرائع سے سلطنت کے متلاشی رہے، یہاں تک کہ جب وہ اپنے تمام خطرات کے جلو میں آپ تک پہنچی تو آپ نے اسے نفرت وحقارت کی نظر سے دیکھا، آپ نے معمولی توشہ کے علاوہ اس سے کچھ فائدہ نہیں اٹھایا، بلکہ اس کو وہیں ڈال دیا جہاں اللہ تعالیٰ نے اسے ڈالا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر ہے کہ آپ کے ذریعہ ہمارے گناہوں کو اس نے زائل اور ہماری پریشانیوں کو دور کر دیا اور آپ کی بدولت ہمیں راست گو اور راست باز بنا دیا۔ بس آپ اپنی اس روش پر چلتے رہیے اور ادھر ادھر التفات نہ کیجیے کیونکہ حق پر ہوتے ہوئے کوئی چیز ذلیل نہیں ہو سکتی اور نہ باطل پر ہوتے ہوئے کوئی چیز معزز ہو گی۔

اقول قولی هذا و استغفر الله العظیم لی ولکم

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی کچھ دعائیں

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ یہ دعا کیا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ رَضِّنِیْ بِقَضَائِکَ، وَبَارِکْ لِیْ فِیْ قَدَرِکَ، حَتّٰی لَا اُحِبَّ

اے اللہ! آپ اپنی قضا پر مجھے راضی کر دیجیے اور اپنی تقدیر میں مجھے برکت دیجیے

تَعْجِیْلَ مَا اَخَّرْتَ وَلَا تَاخِیْرَ مَا عَجَّلْتَ

یہاں تک کہ جس چیز کو تو مؤخر کر دے میں اس کی تعجیل کو پسند نہ کروں اور جو کچھ تو مجھے جلدی دے دے میں اس کی تاخیر کو پسند نہ کروں

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرمایا کرتے تھے، یہ دعا مجھے اس قدر راسخ ہو گئی ہے کہ اب میرے لئے قضاء و قدر کے علاوہ کسی چیز کی کوئی خواہش ہی نہیں رہی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جب خانۂ کعبہ میں داخل ہوتے تو یہ دعا پڑھا کرتے:

اَللّٰھُمَّ اِنَّكَ وَعَدْتَّ الْاَمَانَ دُخَّالَ بَیْتِكَ، وَاَنْتَ خَیْرُ مَنْزُوْلٍ بِهٖ فِیْ بَیْتِهٖ، اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ اَمَانَ مَا تُؤْمِنُنِیْ بِهٖ، اَنْ تَكْفِیَنِیْ مُؤْنَةَ الدُّنْیَا، حَتّٰی تُبَلِّغَنِیْهَا بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔

اے اللہ! آپ نے اپنے گھر میں داخل ہونے والوں کے لئے امن کا وعدہ کیا ہے اور آپ اپنے گھر میں آنے والوں کے لئے سب سے بہتر مہمان نواز ہیں اے اللہ! مجھے ایسا پروانۂ امن عطا فرمائیں جس کے ذریعہ مجھے امن و امان حاصل ہو، وہ یہ کہ آپ دنیا کی مشقتوں سے میری کفایت فرمائیے اور جنت سے درے جتنے ہولناک امور پیش آنے والے ہیں ان سے بھی یہاں تک کہ اے ارحم الراحمین! آپ مجھے رحمت کے ساتھ جنت میں پہنچا دیں۔

نیز یہ دعا کیا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اَلْبِسْنِیَ الْعَافِیَةَ حَتّٰی تُهَنِّئَنِیَ الْمَعِیْشَةَ، وَاخْتِمْ لِیْ بِالْمَغْفِرَةِ حَتّٰی لَا تَضُرَّنِیَ الذُّنُوْبُ، وَاكْفِنِیْ كُلَّ هَوْلٍ دُوْنَ الْجَنَّةِ حَتّٰی تُبَلِّغَنِیْهَا بِرَحْمَتِكَ

اے اللہ! مجھے لباسِ عافیت عطا فرما تاکہ میری زندگی خوشگوار ہو اور بخشش پر میرا خاتمہ فرما تاکہ گناہ مجھے نقصان نہ دے سکیں اور جنت سے ورے جتنی ہولناکیاں ہیں ان سے میری کفایت فرما تاکہ آپ مجھے اپنی رحمت

يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔ سے جنت میں پہنچا دیں۔ اے ارحم الراحمین!

عرفات کے میدان میں یہ دعا کیا کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ دَعَوْتَ اِلٰى حَجِّ بَيْتِكَ، وَوَعَدْتَّ بِهٖ مَنْفَعَةً عَلٰى شُهُوْدِ مَنَاسِكَ، وَقَدْ جِئْتُكَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ مَنْفَعَةَ مَا تَنْفَعُنِيْ بِهٖ اَنْ تُؤْتِيَنِيْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً

اے اللہ! آپ نے اپنے گھر کی زیارت (حج) کیلئے بلایا اور ان مقاماتِ عبادت کی حاضری پر بہت سے منافع (عطا کرنے) کا وعدہ فرمایا۔ اے اللہ! میں تیرے دربار میں حاضر ہو گیا ہوں۔ اے اللہ! مجھے یہ منفعت عطا فرما کر مجھے دنیا میں بھی بھلائی ملے اور آخرت میں بھلائی ملے اور یہ کہ آپ مجھے عذاب دوزخ سے بچالیں۔

اور یہ دعا بھی کیا کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ لَا تُعْطِنِيْ فِي الدُّنْيَا عَطَاءً يُّبْعِدُنِيْ مِنْ رَّحْمَتِكَ فِي الْاٰخِرَةِ

اے اللہ! مجھے دنیا میں ایسی چیز نہ دے جو مجھے آخرت میں آپ کی رحمت سے دور کر دے۔

اور یہ دعا بھی کیا کرتے تھے۔

"اے میرے رب! آپ نے مجھے پیدا کیا اور مجھے (کچھ کاموں کے کرنے کا) حکم فرمایا اور (کچھ کاموں سے) مجھے منع فرمایا اور حکم ماننے کی صورت میں مجھے ثواب کی ترغیب دی اور نافرمانی کے عقاب (سزا) سے مجھے ڈرایا، اور مجھ پر ایک دشمن (شیطان) مسلط کیا، چنانچہ اسے میرے سینے پر بٹھایا، اور میرے سارے وجود پر اسے تسلط دیا، میں اگر برائی کا قصد کرتا ہوں تو وہ مجھے ہمت دلاتا ہے اور اگر نیکی کا ارادہ کرتا ہوں تو حوصلہ شکنی کرتا ہے، میں غافل ہو جاتا ہوں مگر وہ چوکنا رہتا ہے اور میں بھول جاتا ہوں مگر وہ نہیں بھولتا،

وہ مجھے شہوتوں میں لاکھڑا کرتا ہے اور مجھے شبہات میں ڈالتا ہے اگر آپ اس کے مکر و فن سے میری حفاظت نہ فرمائیں تو وہ مجھے پھسلا کر رہے گا۔

اے اللہ! پس مغلوب کر دیجئے اس کے تسلط کو جو مجھ پر ہے۔ بذریعہ اپنی اس قدرت کے جو اس پر ہے اور مجھے کثرتِ ذکر کی توفیق دے کر اسے ذلیل کر دیجئے تاکہ میں ان حضرات کی معیّت میں کامیابی حاصل کروں جو آپ کی توفیق کے طفیل شیطان کے شر سے محفوظ ہیں، بُرائی سے بچنے اور نیکی پر جمنے کی توفیق آپ ہی کی جانب سے ہے۔"

آپ یہ دُعا بھی کیا کرتے تھے۔

"اے میرے پروردگار! مجھے میری عقل سے نفع دیجیو اور اس چیز کو جس کی طرف مجھے لوٹ کر جانا ہے، میرے نزدیک اس چیز کی بہ نسبت اہم بنا جو مجھ سے ختم ہو جائے گی، اے اللہ! اگر میں تجھ سے حُسنِ ظن رکھتا ہوں تو مجھے حُسنِ ثواب سے نواز۔ اے اللہ! مجھے بس اتنی دنیا عطا فرما جس کے فتنہ سے میں محفوظ رہوں اور جس کے ذریعہ اہل دنیا سے مستغنی ہو جاؤں اور جو میرے لئے اس سے بہتر جہان (آخرت) کی طرف توشہ بن جائے، کیونکہ برائی سے بچنے اور نیکی پر جمنے کی توفیق آپ ہی کی جانب سے ہے۔"

قبر کی جگہ خریدنا

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے اپنی قبر کی جگہ بیس دینار میں اور بقول بعض دس دینار میں خریدی تھی۔

موت کی رغبت

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی وفات سے کچھ پہلے آپ کے بھائی سہل، آپ کے صاحبزادے

عبد الملک اور آپ کے خادم مزاحم کا انتقال ہوگیا تھا۔ یہ حضرات امرِ خلافت میں آپ کے معین و مددگار تھے، ایک دن آپ خطبہ کے لئے تشریف لائے اور لوگوں کو ان کی صلاح و فلاح کا حکم فرمایا، مگر لوگوں نے اس سے گرانی محسوس کی، آپ کو اس کا بڑا غم ہوا، وہاں سے گھر تشریف لے گئے، یہ جمعہ کا دن تھا۔ معمول تھا کہ جمعہ کے بعد آپ کے صاحبزادگان آپ سے قرآن مجید پڑھا کرتے تھے، چنانچہ حسب معمول وہ قرآن مجید پڑھنے کے لئے آئے، سب سے پہلے جس نے تلاوت شروع کی اُس نے ذیل کی آیتیں پڑھیں۔

طٰسٓمّٓ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ۔ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خَاضِعِيْنَ (الشعراء: ۱، ۲، ۳، ۴)

طٰسٓمّٓ، یہ (مضامین جو آپ پر نازل ہوتے ہیں) واضح کتاب (یعنی قرآن) کی آیتیں ہیں۔ شاید آپ ان کے ایمان نہ لانے پر رنج کرتے کرتے اپنی جان دیدیں گے، اگر ہم چاہیں تو ان پر آسمان سے ایک بڑی نشانی نازل کردیں پھر ان کی گردنیں اس سے پست ہو جائیں۔

آپ نے فرمایا: میرے اس بیٹے کی زبانی اللہ تعالیٰ نے میری تعزیت (تسلی) کی ہے اس سے آپ کا غم کسی قدر ہلکا ہو گیا، آپ نے دُعا کی: "اے اللہ! یہ لوگ۔ مجھ سے اُکتا گئے ہیں اور میں ان سے اکتا گیا ہوں۔ بس مجھے ان سے اور انہیں مجھ سے راحت دلا دیجئے۔" اس واقعہ کے بعد آپ کو دوبارہ منبر پر جانا نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے پاس بلا لیا۔

موت کی دُعا کرانا

عمر بن عبد العزیزؒ نے عبد اللہ بن ابی زکریا کو بلوایا۔ یہ اہل شام کے نیک لوگوں میں سے تھے۔ جب وہ آئے تو حضرت عمرؒ نے ان سے فرمایا: "آپ جانتے ہیں کہ میں نے آپ

کو کیوں زحمت دی ہے؟" عرض کیا: جی نہیں، فرمایا: "ایک ضروری کام ہے، مگر میں اس وقت تک نہیں بتاؤں گا جب تک کہ تم قسم نہ کھاؤ کہ وہ کام ضرور کرو گے۔" عرض کیا" امیر المومنین! جو حکم ہو بجا لاؤں گا" فرمایا:۔ نہیں، پہلے قسم کھاؤ" انہوں نے قسم کھائی تو فرمایا:" دعا کرو اللہ تعالیٰ مجھے موت دیدے" عرض کیا: تب تو میں مسلمانوں کا بدترین نمائندہ ہوا اور اُمت محمدیہ (علی صاحبہا الف الف صلاۃ وسلام) کا بدترین دشمن" فرمایا" بہت خوب! آنجناب حلف اٹھا چکے ہیں" ناچار انہوں نے آپ کے لئے دعا کی اور اس کے بعد کہا" اے اللہ ان کے بعد مجھے بھی نہ رکھیو۔ حضرت عمرؓ کا ایک چھوٹا بچہ آرہا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: اور اس کو بھی۔ کیونکہ مجھے اس سے محبت ہے۔ انہوں نے بچے کے لئے بھی دعا کر دی۔ چنانچہ حضرت عمرؓ، ابن ابی زکریا اور وہ بچہ تینوں کا انتقال ہوگیا۔ فرحمہم اللہ۔

صاحبزادے کی وفات سے عبرت

حضرت عمرؓ کو اپنے صاحبزادہ عبدالملک سے سب سے زیادہ محبت تھی۔ وہ بیمار ہوئے اور مرض، نازک صورت اختیار کر گیا تو آپ کو اطلاع دی گئی آپ تشریف لائے اور ان سے دریافت فرمایا۔ بیٹا! کیسے ہو" عرض کیا:" اچھا ہوں" مگر اپنی ٹھیک حالت کا اظہار انہوں نے نہیں کیا۔ تاکہ آپ پریشان نہ ہوں۔ فرمایا" بیٹا! اپنی حالت بتاؤ تم جانتے ہی ہو کہ میں تمہارے معاملے میں راضی برضا ہوں اور فیصلہ تقدیر میری محبوب ترین چیز ہے" عرض کیا:" ابا جان! سچی بات یہ ہے کہ میں جا رہا ہوں" مزاج پرسی کرکے حضرت عمرؓ اپنی نماز گاہ میں تشریف لے گئے۔ آپ نماز میں مشغول تھے کہ اتنے میں عبدالملک کا انتقال ہوگیا، مزاحم نے آپ کو آکر اطلاع دی تو آپ غش کھا کر گر پڑے۔ عبدالملک کے کفن دفن سے فراغت ہوئی تو مزاحم نے کہا: (حضرت عمرؓ نے انہیں تاکید کر رکھی تھی کہ وہ آپ سے خلاف معمول کوئی بات دیکھیں تو آپ کو ٹوک دیا کریں۔ اس لئے انہیں عرض کرنے کی جرات ہوئی) کہا

امیرالمومنین! آج میں نے آپ سے ایک عجیب بات دیکھی وہ یہ کہ آپ عبدالملک کے پاس آئے اور ان کی مزاج پرسی کی تو انہوں نے اپنی حالت کو چھپانا چاہا مگر آپ نے اصرار کیا کہ وہ اپنی حالت آپ کو ٹھیک ٹھیک بتائیں، کیونکہ ان کے حق میں تقدیر کا جو فیصلہ ہوگا آپ اس پر جان و دل سے راضی رہیں گے، انہوں نے آپ کو بتایا کہ وہ دنیا سے رخصت ہو رہے ہیں۔ پھر جب ان کا انتقال ہوا اور میں نے آپ کو اس کی اطلاع کی تو آپ غش کھا کر گر گئے۔ اگر آپ تقدیری فیصلے پر راضی تھے تو یہ غشی کیوں ہوئی۔

آپ نے فرمایا: مزاحم! بات تو یہی تھی کہ میں تقدیر الٰہی کے فیصلہ پر راضی ہوں، مگر ہوا یہ کہ جب مجھے معلوم ہوا کہ موت کا فرشتہ میرے گھر آ کر میرے گوشۂ جگر کو لے گیا ہے۔ تو اس سے مجھ پر خوف کی حالت طاری ہوئی اور اس کی وجہ سے وہ حالت پیش آئی جو تم نے مشاہدہ کی (حاصل یہ کہ یہ غم کی نہیں، بلکہ خوف کی غشی تھی)

عافیت کی موت کی دعا

جب حضرت عمر بن عبدالعزیز مرض الوفات میں مبتلا ہوئے۔ اس سے پہلے آپ کے تینوں مددگار ایک ایک کر کے دنیا سے رخصت ہو چکے تھے، یعنی آپ کے بھائی سہل، صاحبزادے عبدالملک اور خادم مزاحم۔ تو آپ رینگتے ہوئے پانی کے مشکیزے تک پہنچے، خوب اچھی طرح وضو کیا پھر اپنی جائے نماز میں پہنچے، دوگانہ ادا کیا پھر یہ دعا کی:۔

اے اللہ! آپ نے سہل، عبدالملک اور مزاحم کو اٹھا لیا۔ آپ کو علم ہے کہ وہ میرے مددگار تھے۔ مگر اس سے میرے لئے آپ کی محبت میں اضافہ ہی ہوا اور آپ کے پاس کی چیزوں کا شوق اور بھی بڑھ گیا۔ اب میری روح قبض کر کے اپنے پاس بلا لیجئے، درآں حالیکہ میں نہ تو (حقوق و فرائض کو) ضائع

کرنے والا ہوں نہ ان میں کوتاہی کرنے والا۔"

چنانچہ آپ اس مرض سے جانبر نہ ہوسکے ـــــــ یہاں تک کہ آپ کا وصال ہوگیا۔ فرحمہ اللہ

اولاد کا وصی

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ کے پاس (آپ کے رشتہ کے بھائی) مسلمہ بن عبدالملک آئے اور عرض کیا: "امیر المومنین! آپ نے اس مال سے اپنی زندگی میں تو اپنی اولاد کا منہ بند ہی رکھا، کم از کم ان کے بارے میں مجھے اور میرے ایسے لوگوں کو وصیت ہی کر جاتے تاکہ ہم لوگ آپ کے بعد ان کے مصارف کا انتظام کرسکتے" یہ سُنکر آپ نے فرمایا: مجھے بٹھا دو" آپ کو بٹھایا گیا تو آپ نے فرمایا: "مسلمہ! میں نے تمہاری بات سنی۔ تم نے جو یہ کہا کہ میں نے اس مال سے ان کے منہ بند کئے رکھے، خدا شاہد ہے کہ میں نے ان کا حق جو واقعی ان کا تھا، کبھی ان سے نہیں چھینا، مگر میں یہ نہیں کرسکتا تھا کہ دوسروں کا حق چھین چھین کر انہیں دے دیتا۔ رہا یہ کہ میں ان کی نگہداشت کے لئے کسی کو وصی بناؤں سو ان کے لئے میرا وصی اللہ ہے، جس نے کتاب نازل کی اور وہی متولی ہے، نیک لوگوں کا" عمر کی اولاد میں دو ہی قسم کے آدمی ہوسکتے ہیں یا تو نیک آدمی ہوگا، سو مجھے اس کی فکر کی ضرورت نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ خود ہی اسے مستغنی کردے گا۔ یا اور قسم کا آدمی ہوگا سو میں ایسا کیوں کروں کہ اسے مال دے کر اللہ کی نافرمانی پر اس کی مدد کروں"

پھر فرمایا: میرے بیٹوں کو میرے پاس بلاؤ" وہ آئے تو انہیں دیکھ کر آپ کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں اور فرمایا: میں قربان جاؤں۔ یہ بے چارے نو عمر ہیں جنہیں کنگال چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ ان کے پاس کچھ بھی تو نہیں" پھر روتے ہوئے فرمایا: "بیٹو! میں تمہارے لئے بہت سی خیر چھوڑے جا رہا ہوں۔ تم جس کسی مسلمان یا ذمی کے پاس سے گذرو

وہ تمہارا حق پہنچانے گا (کہ یہ اس خلیفۂ عادل کی نادار اولاد ہے، جس نے رعایا کو سب کچھ دیا مگر اپنی اولاد کو کچھ نہیں لینے دیا) بیٹو! میں دوراہے پر کھڑا تھا، یا تم مالدار ہو جاتے اور میں جہنم کا ایندھن بن جاتا، یا تم ہمیشہ کے لئے فقیر و قلاش ہو جاتے اور میں جنت میں چلا جاتا۔ میرے خیال میں میرے لئے یہی دوسرا راستہ بہتر تھا، جاؤ! اللہ! تمہارا حافظ و نگہبان ہو، جاؤ! اللہ تمہارا حافظ و نگہبان ہو، جاؤ! اللہ تمہیں رزق دے گا"۔ ؎

نصرانی طبیب سے علاج

شاہ روم کو اطلاع ہوئی کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کو زہر دیا گیا ہے، اس نے اپنے ملک کے سب سے بڑے پادری اور طبیب کو آپ کی خدمت میں بھیجا، ایک خط بھی اس کے ہاتھ دیا، جس میں آپ کے لئے خیر سگالی کے جذبات کا اظہار تھا اور یہ کہ آپ ایسے اہل خیر و اہل اطاعت

؎ عباسی خلیفہ منصور نے حضرت عبدالرحمٰن بن قاسم بن محمد ابی بکر (رضی اللہ عنہ، وعنہم) سے فرمائش کی کہ کوئی نصیحت فرمایئے، فرمایا: آنکھوں دیکھی یا سُنی سنائی؟ منصور نے کہا: "آنکھوں دیکھی" فرمایا:- "حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا انتقال ہوا تو گیارہ بیٹے وارث تھے، اور ترکہ کل سترہؔ دینار، پانچ کا کفن اور دو دینار کی قبر کی جگہ خریدی گئی، باقی اولاد پر تقسیم ہوئے تو لڑکوں کا حصّہ فی کس ۱۹ درہم تھا۔
اور ہشام عبدالملک کا انتقال ہوا اور اس کا ترکہ اس کی اولاد پر تقسیم ہوا تو ایک ایک کو دس دس لاکھ ملا، میں نے اپنی ان آنکھوں سے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی اولاد میں سے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے ایک دن میں سو گھوڑوں کا جہاد فی سبیل اللہ میں عطیہ دیا اور انہی آنکھوں سے ہشام کی اولاد میں سے ایک شخص کو دیکھا کہ لوگ اس بے چارے کو صدقہ دے رہے تھے۔
(الخلیفۃ الزاہد عمر بن عبدالعزیز: تالیف عبدالعزیز سید الاہل بحوالہ سیرت ابن جوزی)

کا حق" ہمارے ذمہ واجب ہے مزید لکھا تھا: "مجھے اطلاع ملی ہے کہ آپ پر زہر کا اثر ہے، میں اپنے یہاں کے سب سے بڑے عالم اور سب سے بڑے طبیب کو خدمت عالی میں بھیج رہا ہوں، یہ پورے غور و فکر سے آپ کا علاج کریں گے" وہ آیا تو آپ نے فرمایا: "دیکھ لو" اس نے نبض دیکھ کر کہا: "امیر المومنین! آپ کو زہر دیا گیا ہے!" فرمایا: "پھر تم کیا کرو گے"؟ عرض کیا: "میں آپ کو ایسی دوا پلاؤں گا جو آپ کے جسم کے رگ و ریشہ سے زہر کا اثر کھینچ لے گی" فرمایا: اگر زندگی کی روح تیرے ہاتھ میں ہوتی میں جب بھی تجھے علاج کی اجازت نہ دیتا۔ جاؤ اپنے ملک واپس جاؤ، مجھے تمہارے علاج کی ضرورت نہیں" اور جس شخص پر زہر پلانے کا شبہ تھا اسے بلوایا۔ اس نے اقرار کیا کہ واقعی اس نے زہر دیا ہے"! آپ نے پوچھا: تونے ایسا کیوں کیا؟ اس نے کہا: مجھے دھوکا اور فریب دیا گیا"۔ حضرت عمرؒ نے فرمایا: "اسے لے جاؤ اس کو دھوکا ہوا ہے، اس کو چھوڑ دو"۔ چنانچہ آپ نے اس سے کچھ تعرض نہیں کیا۔

آخری لمحات

جب حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی وفات کا وقت آیا اس وقت آپ کے پاس مسلمہ بن عبد الملک آپ کی زوجۂ محترمہ فاطمہ اور ایک خادم تھا۔ آپ نے فرمایا: "یہاں سے اٹھ جاؤ۔ میں ایک مخلوق کو دیکھ رہا ہوں جن کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے، وہ نہ تو جن ہیں نہ انسان۔ مسلمہ کہتے ہیں: ہم وہاں سے اٹھ کر ایک طرف کو ہو گئے، ہم نے سنا کہ آپ یہ آیت پڑھ رہے ہیں۔

تلک الدار الآخرۃ نجعلھا للذین لایریدون علوا فی الارض ولا فسادا والعاقبۃ للمتقین (القصص: ۸۳)	یہ عالم آخرت ہم انہی لوگوں کے لئے خاص کرتے ہیں جو دنیا میں نہ بڑا بننا چاہتے ہیں اور نہ فساد کرنا، اور نیک نتیجہ متقی لوگوں کو ملتا ہے۔

پھر آواز بند ہو گئی، ہم اندر گئے تو دیکھا کہ آپ کا وصال ہو چکا ہے، آنکھیں بند ہیں اور

جسم مبارک کپڑے سے ڈھکا ہوا ہے۔

جنازے میں شہداء کی شرکت

ملک شام کے ایک صاحب شہید ہو گئے تھے اور وہ ہر ہفتے خواب میں اپنے پڑوسی سے ملا کرتے تھے (یہ خواب میں) ان سے باتیں کیا کرتا تھا، ایک رات وہ شہید خواب میں اپنے پڑوسی کو نہ ملے، صبح اس کی طبیعت پر بڑا اثر تھا، پھر اگلی رات ان کی زیارت ہوئی تو دریافت کیا کہ آپ وقت پر کیوں نہ آئے؟ انہوں نے جواب دیا کہ "ہم شہدا" کی جماعت کو حکم ہوا تھا کہ عمر بن عبدالعزیزؒ کے جنازے میں شرکت کریں۔" خواب کی یہ تاریخ نوٹ کر لی گئی، بعد میں اطلاع آئی کہ ٹھیک اسی تاریخ کو آپ کا انتقال ہوا۔ رحمۃ اللہ علیہ و رضوانہ،

وفات پر جنّات کا اظہارِ غم

ایک رات کوفہ میں ایک عورت اپنی بیٹی کے ہمراہ بالاخانے میں چرخا کات رہی تھی، بالاخانے میں نیچے کی طرف ایک طاقچہ تھا، اچانک لڑکی کی اٹیا نیچے گر گئی۔ اس نے طاقچے سے باہر دیکھا، تو نیچے چند عورتوں کا حلقۂ ماتم برپا تھا، درمیان میں کھڑی ایک عورت شعر پڑھ رہی تھی جن کا ترجمہ یہ ہے۔

"ہاں جنّات کی عورتوں سے کہو کہ اب وہ فرطِ غم سے رویا کریں،
صاف ستھرے چہروں کو نوچ نوچ کر زخمی کر ڈالیں، ریشمی لباس میں
نازو انداز سے چلنے کے بجائے ٹاٹ پہنا کریں اور برق رفتار گھوڑوں
کی سواری کے بجائے ٹٹو پر سوار ہوا کریں۔"

وہ عورت یہ شعر پڑھتی اور حاضرینِ مجلس ہائے! امیر المومنین! ہائے امیر المومنین! کہہ کر اس کی تائید کرتے، لڑکی نے گھبرا کر والدہ سے کہا: امی! دیکھو تو نیچے کیا ہے"؟ بڑھیا نے

"کیا ہے" کہتے ہوئے نیچے جھانکا، تو عجیب منظر دیکھا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اسی رات امیرالمومنین عمر بن عبدالعزیزؒ کا انتقال ہوا تھا۔

ابو الطاہر کہتے ہیں:۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ۹۹ھ سے ۱۰۰ھ اور ۱۰۱ھ (نامکمل) میں خلیفہ رہے، کل مدت خلافت دو سال چار مہینے اور چند دن ہے۔

ابوالطاہر کہتے ہیں:۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور خلافت میں کوئی صحابی بقید حیات نہیں رہا تھا، ۱۰۰ھ کی آمد سے پہلے ہی تمام صحابہؓ دنیا سے اٹھ چکے تھے۔ البتہ عمر بن عبدالعزیزؒ کی ولایت مدینہ کے دوران بعض صحابہ وہاں موجود تھے۔

نوروز و مہرجان کے تحائف

ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم کہتے ہیں: مجھے میرے والد (مصنف کتاب عبداللہ بن عبدالحکمؒ) نے بتایا کہ سلیمان بن عبدالملک، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو خلیفہ بنانے کی ہمیشہ سوچا کرتا تھا، چنانچہ مجھ سے ابن وہب کے بعض شاگردوں نے، بروایت عبداللہ بن وہب، یعقوب بن عبدالرحمٰن الزہری کا یہ قول نقل کیا کہ سلیمان بن عبدالملک جب خلیفہ تھے ان کے ہاں نوروز و مہرجان کے تحائف سونے کے برتنوں میں لائے گئے۔ یہ رنگا رنگ کے تحائف تھے، سلیمان بن عبدالملک، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو ساتھ لے کر ان کا معائنہ کر رہے تھے، جب کسی چیز کے پاس سے گذرتے تو حضرت عمر سے کہتے: یہ کیسی ہے؟ آپ فرماتے "امیرالمومنین! دنیوی زندگی کا سامان ہے!" سلیمان کہتے: حلفیہ! کہو! اگر تم خلیفہ بنو تو ان کا کیا کرو گے؟" آپ فرماتے: بخدا! میں سب کچھ بانٹ دوں گا۔ ذرا سی چیز بھی نہ چھوڑوں گا۔" سلیمان کہتے: "اے اللہ! گواہ رہیو" اسی طرح ایک ایک چیز پر یہی سوال دہرایا جاتا اور حضرت عمرؓ ہر جگہ یہی جواب دیتے: بخدا! میں سب کچھ بانٹ دوں گا ذرا سی چیز بھی نہ چھوڑوں گا" اور سلیمان کہتے، " اللہ! گواہ رہیو" یہاں تک کہ معائنہ سے

فارغ ہو گئے۔

قارون کی حلال کمائی

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا ایک آزاد کردہ غلام۔ جسے قارون کہا جاتا تھا۔ وفات پا گیا اور ہزار دینار ترکہ چھوڑا۔ آپ سے عرض کیا گیا: امیرالمومنین! قارون مرا تو اس نے ایک ہزار دینار ترکہ چھوڑا ہے آپ نے فرمایا: "یہ ہزار دینار حلال کی کمائی کے ہیں"

زید بن حسن کی بیعت کا واقعہ

ولید بن عبدالملک نے زید بن حسن بن علی (رضی اللہ عنہ وعنہم) کو خط لکھا، جس میں زور دیا گیا تھا کہ وہ سلیمان بن عبدالملک کی ولی عہدی کی بیعت توڑ دیں، اور اس کے بیٹے عبدالعزیز بن ولید سے بیعت کرلیں۔ حضرت زیدؒ کو ولید کے خوف سے یہی کرنا پڑا، جب سلیمان خلیفہ ہوا تو زید کا یہ خط۔ جس میں سلیمان کو معزول کرکے عبدالعزیز بن ولید کی بیعت کی بابت تحریر تھا اسے ملا، سلیمان نے یہ خط مدینے کے گورنر ابوبکر بن حزم کو بھیجدیا اور ساتھ ہی یہ لکھا کہ زید بن حسن کو بلا کر یہ خط انہیں دکھاؤ اگر وہ اس کا اقرار کرلیں کہ یہ انہوں نے ہی لکھا ہے تو یہ بات مجھے لکھ بھیجو، اور اگر وہ مکر جائیں تو منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑا کرکے ان سے یہ حلف لو کہ واللہ! انہوں نے یہ خط خود لکھا ہے نہ اس کا حکم کیا ہے۔

ابوبکر بن حزم نے حضرت زید بن حسن کو بلا کر خط دکھایا، انہوں نے فرمایا مجھے عشا تک مہلت دی جائے تاکہ میں اللہ تعالیٰ سے استخارہ کرلوں، (وہاں سے آکر) حضرت زید بن حسنؒ نے قاسم بن محمد اور سالم بن عبداللہ (رضی اللہ عنہم) کو مشورے کے لئے بلایا ان دونوں صاحبوں نے حضرت ربیعۃ الرائی کو بھی اپنے ساتھ لے لیا، حضرت زیدؒ نے ان سے کہا کہ میں نے یہ خط ولید کے اصرار پر لکھا تھا، اگر میں اس کی فرمائش پوری نہ کرتا تو مجھے اس کی طرف سے

جان کا خطرہ تھا، کیا آپ حضرات کی رائے ہے کہ میں قسم کھالوں کہ یہ خط میں نے نہیں لکھا (اور نیت یہ کرلوں کہ میں نے برضا و رغبت نہیں لکھا) ان حضرات نے کہا: "آپ منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایسی قسم کھا کر اللہ سے جنگ کا خطرہ ہرگز مول نہ لیں۔ ہمیں توقع ہے کہ اللہ سچائی کے ذریعہ ہی آپ کو اس مخمصہ سے خلاصی دلائیں گے۔" چنانچہ حضرت زیدؒ نے قسم نہیں کھائی بلکہ صاف اقرار کرلیا کہ یہ خط میں نے ہی لکھا تھا، گورنر مدینہ ابوبکر بن حزم نے سلیمان کو لکھ بھیجا، سلیمان نے ابوبکر کو لکھا کہ "اسے سو دُرے لگائے جائیں اور ٹاٹ پہنا کر پابہ گشت کرایا جائے۔" خط لکھا ہی تھا کہ سلیمان کو تکلیف شروع ہوگئی، حضرت عمر ابن عبدالعزیزؒ نے قاصد سے فرمایا "ٹھہرو، ابھی جاؤ نہیں، ہم اس حکم کے بارے میں امیرالمومنین سے بات کریں گے، اُمید ہے کہ وہ بخوشی اس حکم کو واپس لے لیں گے۔" قاصد کو رُکنا پڑا اور سلیمان کا مرض شدت اختیار کرگیا۔ حضرت عمرؓ نے قاصد سے فرمایا دیکھو! امیرالمومنین علیل ہیں۔ سردست تمہارا جانا مناسب نہیں، بالآخر سلیمان کا انتقال ہوگیا، خلافت حضرت عمرؒ کے سپرد ہوئی، آپ نے وہ تحریر منگوا کر چاک کردی۔

مزاحم ۔ بہترین وزیر

جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اپنے صاحبزادے عبدالملک بھائی سہل اور اپنے خادم مزاحم کو سپرد خاک کرچکے تو ایک شامی نے آپ کی تعزیت کرتے ہوئے کہا: امیرالمومنین کو صاحبزادے کی وفات کا صدمہ پہنچا، بخدا میں نے کوئی بیٹا نہیں دیکھا جو باپ کا اتنا فرمانبردار اور خدمت گذار ہو پھر امیرالمومنین کو بھائی کی وفات کا حادثہ پیش آیا بخدا! میں نے کوئی بھائی ایسا نہیں دیکھا جو اس سے بڑھ کر اپنے بھائی کا خیرخواہ اور نفع رساں ہو۔" ان صاحب نے مزاحم (آپ کے خادم) کا ذکر نہیں کیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کیا بات ہے آپ نے مزاحم کا تذکرہ تو چھوڑ ہی دیا، بخدا وہ میرے نزدیک ان دونوں سے کچھ کم رُتبہ نہیں رکھتا۔" پھر دو یا تین مرتبہ فرمایا: مزاحم!

اللہ تجھ پہ رحم کرے! بخدا تو نے میرے بہت سے دنیوی افکار سے میری کفایت کی اور آخرت کے معاملے میں تو میرا بہترین وزیر تھا۔

عمر بن عبد العزیزؒ کے بارے میں سلیمان کی رائے

سلیمان بن عبد الملک کہتے ہیں: عمر بن عبد العزیزؒ جب کبھی میرے پاس سے غیر حاضر ہوں تو مجھے کوئی ایسا شخص نہیں ملتا جو ان سے زیادہ معاملہ فہم اور صحیح مشورہ دینے والا ہو۔

طریقۂ اصلاح

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کا ارشاد ہے: جس شخص کی اصلاح ظلم کے بغیر نہیں ہو سکتی، میری بلا سے اس کی اصلاح نہ ہو، واللہ! میں اپنا دین برباد کر کے لوگوں کی اصلاح کے درپے نہیں ہوں گا۔

اقامتِ عدل

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے ایک عامل کو لکھا: تم سے پہلے عامل فسق و فجور اور ظلم و عدوان کی جس انتہا کو پہنچے ہوئے تھے، تم سے ہو سکے تو عدل و انصاف اور احسان و اصلاح میں وہی مقام پیدا کرو۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

مصالحت کا اہتمام

اہل مشرق میں سے ایک شخص اپنے بھتیجے کی معیت میں حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی خدمت میں حاضر ہوا، دونوں کا کسی بات میں تنازعہ تھا، بڑے میاں پہلے پہلے تو اصلاح اور صلح و صفائی کی طرف مائل تھے۔ پھر انہیں غصہ آیا اور ان کے نفس نے انہیں

قطع رحمی کی پٹی پڑھائی، حضرت عمرؓ نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے فرمایا "بڑے میاں! میں نے نہ تم سے زیادہ شیریں کسی کو دیکھا نہ تم سے زیادہ تلخ۔ نہ تم سے زیادہ قریب کسی کو دیکھا نہ تم سے زیادہ بعید، ابھی ابھی تم صلح صفائی کی باتیں کر رہے تھے کہ اچانک تمہارے نفس نے تمہیں قطع رحمی اور ظلم کی راہ پر لگا دیا" بڑے میاں کی لبیں اتنی بڑھی ہوئی تھیں کہ منہ ڈھک رہا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اپنے حلّاق (نائی) سے فرمایا: "ارے بیٹا! اس بوڑھے کو یہاں سے اٹھا کر لے جاؤ اور اس کی لبیں کاٹ کر اسے واپس لاؤ"۔ وہ لبیں بنوا کر واپس آیا تو فرمایا: دیکھو یہ کیسی اچھی لگتی ہیں، اس سے نظافت بھی حاصل ہوتی ہے اور فطرت صحیحہ سے مطابقت بھی۔ ہاں بڑے میاں! آؤ اب اپنے بھتیجے سے صلح کر لو" اس نے عرض کیا: بہت بہتر جناب!" آپ نے ان دونوں کے مابین صلح کرا دی اور ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا: الحمد للہ۔

بعد کے خلیفہ کو وصیت

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی وفات کا وقت قریب آیا، تو آپ سے عرض کیا گیا کہ امیر المومنین! اپنے بعد کے خلیفہ یزید بن عبدالملک کے لئے وصیت و نصیحت کی کوئی تحریر لکھوا دیجیے"۔ فرمایا: واللہ میں جانتا ہوں کہ وہ بھی مروان کی اولاد ہے"۔ اس پر رجاء بن حیوۃ نے عرض کیا: کم از کم اس پر حجت تو قائم ہو جائے گی۔ اور آپ کے لئے عند اللہ عذر کی دستاویز ہوگی"۔ آپ نے اپنے کاتب کو حکم فرمایا لکھو۔

اما بعد: اے یزید! غفلت کے وقت کی لغزش سے بچ کر رہو، کیونکہ اس لغزش کا ازالہ نہیں ہو سکتا، نہ رجوع ہی کی توفیق ہوتی ہے، دیکھو! تم ان ساری چیزوں کو ان لوگوں کے لئے چھوڑ جاؤ گے جو تمہیں کلمۂ خیر سے بھی یاد نہیں کریں گے اور اس ذات کی طرف لوٹ کر جانا ہے جس

کے یہاں تمہارے عذر و معذرت کی کوئی شنوائی نہیں ہوگی۔ والسلام

سیرت فاروق پر چلنے کا عزم

ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے حضرت سالم بن عبد اللہ بن عمر بن خطاب (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو لکھا۔

"عمر بن عبد العزیز رضؒ کی طرف سے سالم بن عبد اللہ کے نام، اما بعد: میں اس امت کے کام (امر خلافت) میں مبتلا ہوگیا ہوں، اللہ تعالیٰ اس بات کو خوب جانتا ہے کہ یہ سب کچھ میرے ارادے اور مشورے کے بغیر ہوا ہے آپ کو جب میرا یہ خط ملے تو مجھے لکھیئے کہ اہل قبلہ اور اہل ذمہ کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا طریق کار کیا تھا، اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہوئی تو میں اس پر عمل پیرا ہوں گا۔ والسلام"

حضرت سالم بن عبد اللہ نے جواب میں تحریر فرمایا۔

"سالم بن عبد اللہ کی طرف سے امیر المومنین عمر بن عبد العزیزؒ کے نام۔

اما بعد: آپ نے تحریر فرمایا کہ آپ اس اُمت کے کام میں بغیر ارادہ و مشورہ کے مبتلا ہوگئے اور اللہ تعالیٰ اس کو خوب جانتا ہے۔ نیز حضرت عمرؓ نے اہل قبلہ اور اہل ذمہ کے بارے میں جو روش اختیار کی اور جو فیصلے کیے آپ نے لکھا ہے کہ میں آپ کو لکھ بھیجوں، آپ کا خیال ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہوئی تو آپ اسی روش پر چلیں گے۔

آپ نہ تو حضرت عمرؓ کے زمانے میں ہیں، نہ آپ کو ان کے زمانے کے سے انسان ہی میسر ہو سکتے ہیں، جہاں تک اہلِ عراق کا تعلق ہے ان کا درجہ آپ کے یہاں یہ ہونا چاہیئے کہ آپ نہ تو ان سے بالکل مستغنی ہو جائیں، اور نہ انہی کے محتاج ہو کر رہ جائیں، اگر کسی عامل کو معزول کرنے کی ضرورت پیش آئے تو محض یہ خیال کہ آپ کو اور کوئی موزوں آدمی اس کام کے لیئے نہیں ملے گا، اس کی معزولی سے مانع نہیں ہونا چاہیئے، کیونکہ جب آپ اللہ

ہی کی خاطر کسی کو معزول کریں گے اور اللہ ہی کی خاطر کسی کو عامل بنائیں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کو اعوان و انصار بھی میسر کر دے گا۔ اللہ کی جانب سے بندوں کی اعانت ان کی نیتوں کے بقدر ہی کی جاتی ہے، جس کی نیت کامل ہو گی اس کی پوری پوری مدد ہو گی اور جس کی نیت میں فتور و قصور ہو گا۔ اس کو اللہ کی پوری مدد بھی حاصل نہیں ہو گی اور اللہ ہی سے مدد طلب کی جاتی ہے۔ والسلام"

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے عروہ بن محمد کو تحریر فرمایا: امابعد: آپ کا خط ملا، جس میں لکھا تھا کہ آپ یمن گئے اور وہاں دیکھا کہ وہاں کے لوگوں پر جزیہ کی طرح خراج کی بھی ایک معین رقم عائد کی گئی ہے۔ جو انہیں ہر حالت میں ادا کرنی ہوتی ہے، خواہ خوشحال ہوں یا تنگ حال، جئیں یا مریں، سبحان اللہ رب العالمین، سبحان اللہ رب العالمین، سبحان اللہ رب العالمین۔

جب میرا یہ خط ملے تو جس چیز کو تم باطل اور بے انصافی سمجھو اسے چھوڑ کر حق و انصاف کو اختیار کرو اور پھر حق و انصاف کے مطابق نئے سرے سے خراج کی شرحیں مقرر کرو، خواہ ان کی مقدار کتنی ہی قلیل ہو۔ اور خواہ ہماری جانوں کی قربانی دینا پڑے، اگر تم مجھے یمن سے کتم کی ایک مٹھی ہی بھیجو گے تو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں اس پر بھی بے حد خوش ہوں گا، بشرطیکہ حق و انصاف کے مطابق ہو۔ والسلام"

کمالِ ایمان کا معیار!

عمر بن عبدالعزیزؒ کا ارشاد ہے کہ اسلام کے کچھ حدود ہیں، کچھ احکام اور کچھ سنتیں۔ جس نے ان سب پر عمل کیا اس نے اپنا ایمان کامل کر لیا اور جس نے عمل نہیں کیا اس کا ایمان نامکمل رہا۔ پس اگر میں زندہ رہا تو تمہیں ان کی تعلیم بھی دوں گا اور ان پر عمل بھی کراؤں گا۔ اور اگر میرا وقت موعود آ پہنچا تو میں تمہاری صحبت کا حریص نہیں ہوں۔

گورنروں کے لئے روشنی کا انتظام

ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم مدینہ کے گورنر تھے، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے انہیں لکھا کہ :-

"امابعد: میں نے تمہارا وہ خط پڑھا جو تم نے سلیمان (خلیفہ سابق) کو لکھا تھا، اس میں ذکر کیا تھا کہ تم سے پہلے گورنروں کو شمع کی مد میں اتنی رقم ملتی تھی۔ جس سے وہ اپنی آمدورفت کے راستوں میں روشنی کا انتظام کرتے تھے۔ (خلیفہ سابق کا چونکہ انتقال ہوچکا ہے اس لئے) اس کے جواب کی ذمہ داری مجھ پر آپڑی۔ اے ام حزم کے بیٹے! بخدا! مجھے تیرا وہ وقت اچھی طرح یاد ہے۔ جب تم سردیوں کی سخت اندھیری راتوں میں روشنی کے بغیر اپنے گھر سے نکلتے تھے بخدا آج تمہاری حالت اس دن سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔ بس اپنے گھر کی بتیوں سے کام چلاؤ۔

سرکاری کاغذات کا خرچ

انہی کو یہ بھی لکھا: میں نے تمہارا وہ خط پڑھا جو تم نے سلیمان کو لکھا تھا، اس میں تم نے لکھا تھا کہ تم سے پہلے گورنروں کو مسلمانوں کی ضروریات کا کاغذ خریدنے کی مد میں اتنی رقم دی جاتی تھی۔ اس کے جواب کی ذمہ داری بھی مجھ پر عائد ہوئی۔ پس جب میرا یہ خط پہنچے تو قلم باریک کرلو اور گنجان تحریر لکھا کرو اور ایک ہی ورق کو بہت سی ضروریات کے لئے استعمال کیا کرو۔ مسلمانوں کو ایسی باتیں لکھنے لکھانے کی ضرورت نہیں جو خواہ مخواہ ان کے بیت المال پر بار ہوں۔ والسلام

ملزموں کو شبہ کی بنا پر سزائیں دینا

عدی بن ارطاۃ کو، جو بصرہ کے گورنر تھے۔ آپ نے لکھا: "امابعد: تمہارا خط ملا، جس

ہیں لکھا تھا کہ تمہارے علاقے کے اہل کاروں کی خیانت کا انکشاف ہوا ہے اور تم نے مجھ سے انہیں سزائیں دینے کی اجازت طلب کی ہے۔ گویا تمہارا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچنے کے لئے میں تمہیں ڈھال کا کام دوں گا۔ جب میرا یہ خط ملے تو ان کے معاملہ کی تحقیق کرو اگر ان کے خلاف شہادت موجود ہو تو ان سے مؤاخذہ کرو اور شہادت موجود نہ ہو تو نماز عصر کے بعد ان سے اس مضمون کی قسم لو کہ "اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ انہوں نے مسلمانوں کے مال میں ذرا بھی خیانت نہیں کی۔" اگر وہ یہ قسم کھالیں تو ان کو چھوڑ دو۔ کیونکہ یہ مسلمانوں ہی کا مال ہے اور مسلمان ایسے حریص اور لالچی لوگوں سے (جن پر خیانت کا شبہ ہو) بس قسم ہی لے سکتے ہیں۔ بخدا! ان کا اپنی خیانتیں لے کر اللہ تعالیٰ کے دربار میں پہنچنا مجھے زیادہ پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ میں ان کے خون کا وبال اپنی گردن پر اٹھا کر اللہ تعالیٰ کے سامنے جاؤں۔" والسلام۔"

صدقات کی مقدار اور تقسیم

آپ نے عروہ بن محمد کو لکھا: اما بعد: آپ کا خط ملا، جس میں لکھا تھا کہ آپ سے پہلے حکام نے یمن کے مسلمانوں کے ذمہ صدقات کی ایک معین مقدار مقرر کر دی تھی جس میں لوگوں کے تنگدست ہو جانے کے باوجود کمی نہیں ہوتی تھی۔ مگر مالدار ہو جانے کی صورت میں اضافہ ہو جاتا تھا۔ آپ نے مجھ سے اس بارے میں مشورہ طلب کیا ہے۔ بخدا! یہ صریح ظلم ہے۔ جب میرا یہ خط ملے تو ان سے وہی کچھ وصول کرو۔ جو تمہارے نزدیک حق و انصاف کے مطابق ان پر شرعاً واجب ہے، پھر وہ مال ان ہی کے فقرا رحاجتمندوں میں تقسیم کر دو اور حاجیوں کے راستوں پر ایسے پسندیدہ لوگ مقرر کرو جن کے دین و امانت پر تمہیں اعتماد ہو ان کا فرض ہونا چاہیئے کہ کوئی کمزور ہو تو اس کی مدد کریں اور کوئی محتاج ہو تو اس کے خرچ کا بندوبست کریں۔ بخدا اگر تمہارے علاقے سے میرے پاس ایک مٹھی بھر غلہ کے سوا کچھ

نہ آئے تو میں اس کو بھی اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا عطیہ سمجھوں گا۔ والسلام "

ایک حبشن لونڈی کا خط : خلیفہ کے نام

حضرت عمرؓ بن عبد العزیزؒ کے برید (کہ سرکاری ڈاک لانے والے) کا یہ دستور تھا کہ جب وہ (ڈاک لے کر) چلتا تو (راستہ میں) جو لوگ اسے کوئی خط دیتے ان سے وصول کر لیتا، ایک بار وہ مصر جا رہا تھا کہ "ذی اصبح" کی آزاد کردہ "فرتونۃ السوداء" نامی حبشیہ لونڈی نے اسے خط دیا، جس میں (خلیفہ کے نام) تحریر تھا کہ اس کے احاطے کی دیواریں پست ہیں لوگ انہیں پھلانگ کر اندر آجاتے ہیں اور اس کی مرغیاں چوری ہو جاتی ہیں (قاصد نے یہ خط آپ کو لا کر دیا)، تو آپ نے جواب میں تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امیر المومنین عمر بن عبد العزیزؒ کی جانب سے ذی اصبح کی لونڈی فرتونۃ السوداء کے نام —— تمہارا خط ملا، جس میں لکھا تھا کہ تمہارے مکان کی دیواریں نیچی ہیں۔ اور لوگ انہیں پھلانگ کر تمہاری مرغیاں چرا لے جاتے ہیں۔ میں نے ایوب بن شرحبیل کو، جو مصر میں نماز کے امام اور جنگ کے افسر اعلیٰ ہیں لکھ دیا ہے کہ وہ تمہارے مکان کی مرمت کرا کر اسے پوری طرح محفوظ کرا دیں۔ والسلام"

اور ایوب بن شرحبیل کو خط لکھا :

" اللہ کے بندے امیر المومنین عمر کی جانب سے ابن شرحبیل کے نام"

اما بعد : ذی اصبح کی لونڈی فرتونہ نے مجھے لکھا ہے کہ اس کے مکان کی دیواریں چھوٹی ہیں اور اس کی مرغیوں کی چوری ہو جاتی ہے۔ وہ چاہتی ہے کہ اس کا مکان محفوظ کر دیا جائے —— جب میرا یہ خط ملے تو خود سوار ہو کر وہاں پہنچو اور اپنی نگرانی میں اس کا مکان محفوظ کراؤ۔ والسلام "

جب ایوب بن شرحبیل کو خلیفہ کا یہ فرمان پہنچا تو فوراً اپنے اونٹ پر سوار ہو کر "الجیزہ" کا رخ کیا وہاں پوچھتے پوچھاتے فرتونہ نامی حبشی بڑھیا کے گھر پہنچے، دیکھا کہ وہ بے چاری کالی کلوٹی نہایت مسکین بڑھیا ہے۔ اسے بتایا کہ امیر المؤمنین نے تمہارے بارے میں مجھے یہ حکم نامہ بھیجا ہے۔ چنانچہ اس کے مکان کی مرمت کرا کر اسے محفوظ کر دیا۔

خلیفہ کا قاصد اور اس کا استقبال

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کا قاصد جب بصرہ آتا تو جونہی لوگوں کو اس کی آمد کی اطلاع ہوتی وہ جوق در جوق استقبال کے لیے نکل آتے قاصد کی آمد ہمیشہ وظیفے کی زیادتی مال کی تقسیم، کسی خیر کے حکم یا کسی شر سے ممانعت کا پیغام لاتی، لوگ قاصد کیساتھ چل کر مسجد پہنچتے اور قاصد وہاں خلیفہ کا فرمان پڑھ کر سناتا۔ جس دن قاصد آپ کے انتقال کی خبر لایا لوگ حسب معمول اس کے استقبال کے لئے نکلے، مگر آج وہ بجائے کسی خوشخبری سنانے کے رو رو کر آپ کے انتقال کی خبر سنا رہا تھا، لوگ اس عظیم حادثہ اور مصیبت پر روتے ہوئے مسجد میں داخل ہوئے اور قاصد نے وہاں آپ کی وفات کا خط پڑھ کر سنایا۔

ملاحوں کی دقّت کا خیال

حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے مصر کے گورنر کو خط لکھا کہ دریائے نیل کے کنارے شجر کاری نہ کی جائے کیونکہ اس سے ملاحوں کو کشتیوں کا لنگر کھینچنے میں دقت پیش آتی ہے۔

مقروضوں کا قرض بیت المال سے دیا جائے

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے ابو بکر بن حزم کو لکھا کہ جس شخص کا انتقال ہو جائے اور اس کے ذمہ قرضہ ہو، اس کا قرض بیت المال سے ادا کر دو، بشرطیکہ وہ

قرض کسی حماقت کی بناء پر نہ ہو۔

مقروضوں کا قرض، کنواروں کی شادی اور ذمیوں کی دیکھ بھال

آپ نے زید بن عبدالرحمٰن بن عمر بن خطاب کو جو کوفہ کے گورنر تھے۔ لکھا :-

"تم نے لکھا ہے کہ لشکر کے وظائف ادا کرنے کے بعد بھی تمہارے پاس بہت سا مال جمع ہے۔ ایسا کرو جس شخص کے ذمہ قرض ہو، بشرطیکہ وہ اس کی غلط روی کا نتیجہ نہ ہو۔ اس کا قرض ادا کردو، جو شخص (مہر کی رقم پر) قادر نہیں اس کی شادی کر دے کے مہر بیت المال سے ادا کر) دو۔"

زید نے پھر لکھا کہ مال اب بھی بچ رہا ہے، حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں لکھا! "ذمیوں کو مضبوط کرو، وہ ہمیں ایک دو سال ہی کے لئے مطلوب نہیں۔ (بلکہ ان کی ضرورت ہمیشہ ہے)

زلزلہ، صدقہ اور دعائیں

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام علاقوں میں گشتی فرمان بھیجا کہ یہ زلزلہ ایک ایسی چیز ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ بندوں پر عتاب فرماتے ہیں۔ میں نے فلاں شہر کے لوگوں کو لکھا تھا کہ وہ فلاں دن باہر نکلیں (اور توبہ و استغفار کریں) جو شخص صدقہ کر سکتا ہو وہ صدقہ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں! "تحقیق کامیاب ہوا وہ شخص جو پاک ہوا" اور اپنے باپ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا پڑھا کرو :-

رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ ط
(سورۃ اعراف)

اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا، اور اگر آپ ہماری بخشش نہ فرمائیں تو بلاشبہ ہم خسارہ اٹھانے والوں میں ہونگے۔

اور حضرت نوح علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا پڑھا کرو۔

وَاِلَّا تَغۡفِرۡ لِیۡ وَتَرۡحَمۡنِیۡ اَکُنۡ مِّنَ الۡخٰسِرِیۡنَ ؕ
اگر آپ مجھے نہیں بخشیں گے اور مجھ پر رحم نہیں فرمائیں گے تو میں خسارا اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤں گا

اور موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا پڑھا کرو!

رَبِّ اِنِّیۡ ظَلَمۡتُ نَفۡسِیۡ فَاغۡفِرۡ لِیۡ
اے میرے رب! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا، پس مجھے بخش دیجئے۔

خوش حالی اور شکر

عدی ابن ارطاۃؒ نے آپ کی خدمت میں خط لکھا کہ لوگوں کی رفاہیت اور مال کی فراوانی اس قدر بڑھ گئی ہے کہ مجھے خطرہ ہو رہا ہے کہ ان میں تکبر اور سرکشی (بطر) پیدا ہو جائے گی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا: "اللہ تعالیٰ جب اہل جنت کو جنت میں اور اہل نار کو نار میں داخل کر دیں گے تو اہل جنت کے صرف اس قول پر راضی ہو جائیں گے۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ صَدَقَنَا وَعۡدَہٗ
اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر ہے جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔

لہٰذا اپنے یہاں کے لوگوں کو کہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کا شکر کیا کریں (شکر ہو گا تو انشاء اللہ بطر نہیں ہو گا)

گورنر سے حلف

وہب بن منبہؒ نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ یمن کے بیت المال سے چند دینار گم ہو گئے ہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے انہیں لکھا:

"اما بعد، میں تمہارے دین و امانت پر اعتراض نہیں کرتا مگر مجھے تمہاری کوتاہی اور غفلت

کی شکایت ہے میں مسلمانوں کے مال کے مقدمے میں مسلمانوں کی طرف سے وکیل ہوں، میرا مقصد یہ ہے کہ میں انہیں تم سے حلف لینے پر جرأت دلاؤں ۔ لہٰذا مسلمانوں کی خاطر حلف اٹھایئے'

" والسلام "

پورے صوبے میں ایک بھی صدقہ لینے پر آمادہ نہیں

یحییٰ بن سعید فرماتے ہیں: حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے مجھے افریقہ کے صدقات کی تحصیل کے لئے بھیجا ، میں نے صدقات وصول کرکے فقراء کی تلاش شروع کی، جن پر وہ صدقات خرچ کئے جاسکیں مگر ایک شخص بھی ایسا نہیں ملا جو ان صدقات کے لینے پر آمادہ ہو، حضرت عمر بن عبد العزیز رضؓ نے تمام لوگوں کو غنی کر دیا تھا، میں نے اس رقم سے غلام خرید کر انہیں آزاد کر دیا اور ان کی ولاء عام مسلمانوں کے لئے وقف کر دی۔

کتاب وسنت کی پابندی

حضرت عمرؒ کا گشتی فرمان

جب حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو آپ نے تمام مسلمانوں کے نام مندرجہ ذیل گشتی فرمان جاری کیا۔

" امابعد : میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا خوف اختیار کرنے ، اس کی کتاب کو لازم پکڑنے اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت وطریقہ کی اقتداء کرنے کی وصیت کرتا ہوں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے وہ تمام امور بیان فرما دیئے ہیں جو تمہیں کرنے ہیں اور جن سے تمہیں پرہیز کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تاکیدی احکام کے ذریعہ تمہارا عذر زائل کر دیا اور تم پر حجت پوری کر دی جب کہ اس نے تم پر وہ کتاب محفوظ نازل فرمائی، جس کی شان یہ ہے: " باطل نہ اس کے آگے سے راہ پا سکتا ہے نہ پیچھے سے، وہ حکیم حمید کی طرف سے نازل کردہ ہے " اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اور حق ہی کے ساتھ ہم نے اس کو اتارا اور حق ہی کے ساتھ وہ نازل ہوئی اور (اے نبی) نہیں

بھیجا ہم نے آپکو مگر خوش خبری دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر "

نیز ارشاد ہے : " اور البتہ تحقیق ہم ان کے پاس ایسی کتاب لاتے ہیں۔ جس کو ہم نے اپنے علم سے کھول کھول کر بیان کیا ہے۔ وہ سراپا ہدایت و رحمت ہے۔ ان لوگوں کے لئے جو یقین لاتے ہیں۔

پس اس کے فرائض کو قائم کرو۔ اس کے سنن کی پیروی کرو، اس کے محکم پر عمل کرو، اس پر اپنے نفسوں کو جمائے رکھو، اور اس کے متشابہ پر ایمان لاؤ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس میں جو کچھ تمہیں سکھانا تھا سکھا دیا۔ (ذرا نزول قرآن سے پہلے دور پر غور کرو) اس وقت (زمانہ جاہلیت میں) تمہارے بہلوؤں کی حالت کیا تھی ؟ ان کی شان و شوکت سارے انسانوں سے کم تھی، ان کی قوت سب سے کمزور تھی، ان کا اختلاف و افتراق سب سے شدید تھا۔ وہ دنیا بھر کی تمام قوموں میں سے سب سے زیادہ ذلیل و حقیر تھے۔ یہ تو ان کی دنیوی حالت تھی اور ان کی دینی حالت یہ تھی کہ) اللہ تعالیٰ کی جانب سے انہیں ہدایت کا ایک شمہ بھی نصیب نہیں تھا۔ جس کے ذریعہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرسکیں۔ مزید برآں یہ کہ دنیا، دنیا کے اسباب و اموال، دنیوی تعداد اور جمعیت اور اس کی شان و شوکت یہ سب کچھ نصیب اغیار تھا۔

پھر جب اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ان کی عزت و تکریم کا ارادہ فرمایا تو ان کی طرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، جو اس کے خاص بندے، عظیم الشان رسول اور بشیر و نذیر تھے۔ آپؐ نے ایسی خیر اور بھلائی کی خوشخبری دی جس سے بہتر خیر کا تصور تک نہیں کیا جا سکتا ہے، آپؐ نے اس شر سے ڈرایا جس سے بدتر کوئی شر نہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرنہا قرن سے اس مقصد کے لئے مؤخر (کرکے آپؐ کو آخری زمانہ میں مبعوث) فرمایا، انبیاءؑ سابقین کی زبان سے آپؐ کے اسم مبارک کا اعلان کرایا، اور آپؐ کے بارے میں انبیاءؑ کرامؑ

کی پوری جماعت سے عہد و پیمان لیا) چنانچہ ارشاد ہے۔

"اور جبکہ اللہ تعالیٰ نے عہد لیا انبیاء (علیہم السلام) سے کہ جو کچھ میں تم کو کتاب اور علم دوں پھر تمہارے پاس کوئی پیغمبر آوے جو مصدق ہو اس کا جو تمہارے پاس ہے تو تم ضرور اس رسول پر اعتقاد بھی لانا اور اس کی طرف داری بھی کرنا۔ فرمایا کہ آیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا عہد قبول کیا؟ وہ بولے: ہم نے اقرار کیا، ارشاد فرمایا، تو گواہ رہنا، اور میں اس پر تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔" (سورۂ آل عمران آیت ۸۱ - ترجمہ حضرت تھانویؒ)

پس یہ شرف اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری زمانہ میں عطا فرمایا جبکہ اپنے فضل و کرم سے آپ کو رحمۃ للعالمین، داعی الی اللہ اور سراج منیر بنا کر بھیجا اور اپنے تمام پسندیدہ کاموں کو اپنی کتاب محکم میں واضح فرما دیا، پس اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ) جس چیز کو حلال ٹھہرایا وہ قیامت تک حلال رہے گی اور جس چیز کو حرام ٹھہرایا وہ قیامت تک حرام ہی رہے گی، اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنن و آداب کی تعلیم فرمائی، آپؐ نے ان کو خوب سمجھا اور اپنی امت کے سامنے ان پر عمل کر کے دکھایا۔ چنانچہ آپ نے نمازیں پڑھ کر دکھائیں جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کا حکم دیا تھا اور آپؐ نے نماز کے اوقات کی تعلیم فرمائی جو آپؐ کے لئے اللہ تعالیٰ نے مقرر فرما دیئے تھے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے: "آفتاب ڈھلنے کے بعد سے رات کے اندھیرا ہونے تک نمازیں ادا کیا کیجئے اور صبح کی نماز بھی، بیشک صبح کی نماز حاضر ہونے کا وقت ہے" (سورہ الاسراء آیت ۷۸)

"دلوک شمس" سے مراد دوپہر کے بعد سورج کا ڈھلنا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نماز ظہر، نماز عصر اور مغرب کا وقت بیان فرمایا ہے اور ایک دوسری آیت میں ارشاد ہے "اے ایمان والو! تمہارے مملوکوں کو اور تم میں جو حد بلوغ کو نہیں پہنچے ان کو تین وقتوں میں اجازت لینا چاہیئے۔ نماز صبح سے پہلے، اور جب دوپہر کو کپڑے اتار دیا کرتے ہو اور

نماز عشاء کے بعد" (سورۃ النور آیت ۵۸)

بہر حال مجموعی طور پر ان پانچوں نمازوں کو قرآن نے بیان کر دیا، اور اس کی تفصیل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی، پھر حکم خداوندی کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے چاندی، غلّوں، پھلوں اور مویشیوں پر زکواۃ مقرر کی اور اس کے مصارف بیان فرمائے چنانچہ ارشاد خداوندی ہے "صدقات تو بس فقراء کے لئے ہیں اور مساکین کے لئے اور ان لوگوں کے لئے جو اس کی تحصیل پر مقرر ہیں اور ان کے لئے جن کی دلجوئی کرنا ہے۔ اور گردنوں کے چھڑانے میں اور اللہ کے راستے میں اور مسافروں کے لئے۔ چنانچہ زکواۃ جب لی جائے تو لینے کا دستور اور جب تقسیم کی جائے تو تقسیم کا دستور طے ہو گیا۔ پھر جزیرہ عرب میں مسلمانوں نے اس پر عمل کیا، یہاں تک کہ تمام مسلمانوں نے (کم از کم) ان میں سے اہل عقل و دانش نے نظام زکوٰۃ کو اچھی طرح سمجھ لیا۔

پھر متعدد بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جہاد کے لیے بنفس نفیس تشریف لے گئے اور جہاد کے لئے لشکر اور دستے بھی روانہ فرمائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب جہاد میں خود موجود ہوتے تو مال غنیمت خود تقسیم فرماتے ورنہ امرائے لشکر کو حکم فرماتے کہ جو مال غنیمت حق تعالیٰ عطا فرمائیں وہ اس قانون کے مطابق تقسیم کیا جائے جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد ہے :-

" اور اس بات کو جان لو کہ جو شئی بطور غنیمت تم کو حاصل ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ کل کا پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ کا ہے اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ہے اور آپ کے قرابت داروں کا ہے اور یتیموں کا ہے اور غریبوں کا ہے اور مسافروں کا ہے۔ اگر تم اللہ تعالیٰ پر یقین رکھتے ہو۔ اور اس چیز پر جس کو ہم نے اپنے بندہ پر فیصلہ کے دن، جس دن کہ دونوں جماعتیں باہم مقابل ہوئی تھیں، نازل فرمایا تھا۔" (سورۂ الانفال آیت ۴۱)

پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو حج کا حکم فرمایا۔ چنانچہ ارشاد ہے: "اور لوگوں میں حج کا اعلان

کر دو۔ لوگ تمہارے پاس چلے آئیں گے پیادہ بھی اور دبلی اونٹنیوں پر بھی جو کہ دور دراز کے راستوں سے پہنچی ہونگی، تاکہ اپنے فوائد کے لئے آ موجود ہوں اور تاکہ ایام مقررہ میں ان مخصوص چوپاؤں پر اللہ کا نام لیں جو خدا نے ان کو عطا کئے ہیں۔ سو ان جانوروں میں سے تم بھی کھایا کرو اور مصیبت زدہ محتاج کو بھی کھلایا کرو، پھر لوگوں کو چاہیئے کہ اپنا میل کچیل دور کریں اور اپنے واجبات کو پورا کریں اور اس مامون گھر کا طواف کریں" (سورۃ الحج: آیات ۲۷، ۲۸، ۲۹)

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سی بستیوں کے مال بطور "فئے" عطا فرمائے، جن پر مسلمانوں کو نہ گھوڑے دوڑانے کی ضرورت ہوئی نہ اونٹ دوڑانے کی (بغیر قتل وقتال کے اللہ تعالیٰ نے ان پر فتح عطا فرمائی، اسی مال کو "فئے" کہا جاتا ہے) ان کے بارے میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے جو کہ بعد میں فتح ہونے والی بستیوں کے لئے قانونِ عام کی حیثیت رکھتا ہے۔

اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ان سے دلوایا سو تم نے اس پر نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ، لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو جس پر چاہے مسلط فرما دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر پوری قدرت ہے (سورۃ الحشر آیت ۶)

نیز ارشاد ہے:۔

"جو کچھ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو دوسری بستیوں کے لوگوں سے دلوا دے، وہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور رسول کا، اور قرابت داروں کا، اور یتیموں کا اور غریبوں کا اور مسافروں کا، تاکہ وہ تمہارے تونگروں کے قبضے میں نہ آجائے اور رسول تم کو جو کچھ دیدیا کریں وہ لے لیا کرو اور جس چیز سے تم کو روک دیں تم رک جاؤ، اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے" (سورۃ الحشر آیت ۷)

پھر آئندہ آیتوں میں ان مسلمانوں کو ذکر فرمایا جو اس کے حقدار ہیں۔ پس کوئی ایسا شخص

نہیں جن کا حصّہ مال فئے میں ہوا اور وہ ان آیات میں مذکور نہ ہو۔ چنانچہ ارشاد ہے :۔

"ان حاجت مند مہاجرین کا حق ہے جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے جدا کر دیئے گئے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضامندی کے طالب ہیں اور وہ اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، یہی لوگ سچے ہیں۔"

اس مندرجہ بالا آیت کا مصداق وہ حضرات ہیں جو اپنے گھر اور وطن سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچے، اس میں "انصار" داخل نہیں (ان کا ذکر آگے آتا ہے، چنانچہ) ارشاد ہے

"اور ان لوگوں کا جو دار الاسلام میں اور ایمان میں ان سے قبل قرار پکڑے ہوئے ہیں، جو ان کے پاس ہجرت کر کے آتا ہے اس سے یہ لوگ محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ ملتا ہے اس سے اپنے دلوں میں کوئی رشک نہیں پاتے، اور اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو، اور جو شخص اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا جائے ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔" (سورۃ الحشر آیت ۹)

اس آیت کا مصداق مدینہ طیبہ کے "انصار" ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت انہی کی طرف ہوئی تھی، ان دونوں قسموں کے بعد جتنے مسلمان باقی رہ گئے، جن کا مال "فئے" میں کچھ بھی حصّہ تھا۔ ان سب کو تیسری آیت میں جمع کر دیا۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

"اور ان لوگوں کا جو ان کے بعد آئے۔ جو دُعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو بخش دے، اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ ہونے دیجیئے، اے ہمارے ربّ! آپ بڑے شفیق رحیم ہیں۔" (سورۃ الحشر آیت ۱۰)

اس آیت کا مصداق باقی ماندہ تمام مسلمان ہیں جو ہجرت اُولیٰ کے بعد اسلام میں داخل ہوئے اور قیامت تک داخل ہوں گے۔

پس اللہ تعالیٰ نے جس کتاب کی تمہیں تعلیم دی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلّم نے جو سنتیں

جاری فرمائیں ان میں دین و دنیا کی کسی ضرورت کو ادھورا نہیں چھوڑا گیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا عظیم الشان انعام ہے جس پر اللہ پاک کا شکر واجب ہے کہ اس نے تمہیں ہدایت فرمائی اور تمہیں وہ چیزیں سکھائیں جن کو تم نہیں جانتے تھے، اس لئے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی کوئی اختیار اور کوئی رائے نہیں سوائے اس کے کہ ان کو نافذ کیا جائے اور اس کے لئے محنت کی جائے، البتہ وہ نئے نئے امور جن میں ارباب اقتدار اور حکام کو اتبلاء پیش آتا ہے اور جن میں قرآن و سنت نے کوئی فیصلہ نہیں دیا ان کے بارے میں مسلمانوں کے سربراہ اور صدر مملکت سے پیش قدمی نہ کی جائے، نہ اس سے بالا ان امور میں فیصلہ دیا جائے، بلکہ ماتحت حکام کا فرض ہے کہ وہ ایسے امور سربراہ مملکت کے سامنے پیش کریں اور جو فیصلہ بھی وہ کردے اسے برضا و رغبت تسلیم کریں۔

میرا جی چاہا کہ میں اس خط میں تمہیں تمہاری قبل از اسلام کی حالت یاد دلاؤں کہ کتاب و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزول سے پہلے تم کس قدر گمراہی و ضلالت اور تنگی عیش میں گرفتار رہتے اور اسلام کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کے بجائے تمہیں کیسی عزت و نصرت، امن و عافیت اور اتفاق و اتحاد سے سرفراز فرمایا، جو سازو سامان دوسری قوموں کے ہاتھوں میں تھا وہ ان سے چھین کر تمہیں دے دیا۔ محض اپنی قوت کے بل پر تم یہ سب کچھ نہیں چھین سکتے تھے۔ حق تعالیٰ نے اہل ایمان سے مشروط وعدہ کیا تھا کہ جب وہ یہ شرط پوری کریں گے تو ان کو انعامات سے نوازا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی شرط پوری کردی ہے (اور وہ ساری نعمتیں، جن کا وعدہ فرمایا تھا، عطا کردی ہیں) اور جس شرط کے پورا کرنے کا تم سے وعدہ لیا تھا، اللہ تعالیٰ اس پر مواخذہ فرمائے گا۔

ارشاد ہے:۔

"تم میں جو لوگ ایمان لائیں اور نیک عمل کریں ان سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو زمین میں حکومت عطا فرمائے گا۔ جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو حکومت دی تھی اور جو دین

کو ان کے لئے پسند کیا ہے اس کو ان کے لئے قوت دے گا اور ان کے اس خوف کے بعد اس کو مبدّل با امن کر دے گا۔ بشرطیکہ میری عبادت کرتے رہیں، میرے ساتھ کسی قسم کا شریک نہ کریں اور جو شخص بعد اس کے ناشکری کرے گا تو یہ لوگ بے حکم ہیں۔ (سورۃ النور آیت ۵۵)

دیکھو! اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے اور اس کے دین کو نافذ کرنے کا جو وعدہ تمہاری گردن پر ہے اب تمہیں وہ پورا کرنا ہے اور اگر کوئی ناشکر اللہ کی نعمت کی ناشکری کرے گا، یا اس کے احسانات کو بھول جائے گا وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذلیل اور بے قدر پائے گا۔ اور زندگی بھر ہمیشہ ایسے مصائب و آفات میں مبتلا رہے گا۔ جن (کے برداشت کرنے) کی طاقت اسے نہیں ہوگی۔

میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ جو لوگ میرے معاملہ میں ناواقف ہیں ان کو آگاہ کر دیا جائے کہ میں کس روش پر قائم ہوں۔ میں آج کی صحبت میں اس پر گفتگو نہیں کرنا چاہتا تھا۔ پھر مجھے یہ خیال ہوا کہ چونکہ یہ امر خلافت میرے پاس پہنچ چکا ہے اس لئے اس موضوع پر قدرے روشنی ڈال دینا ہمارے اس معاملہ کے آغاز و انجام کے لئے انشاء اللہ مفید رہے گا۔

بحمد اللہ مجھے اللہ کی جانب سے کتاب اللہ، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور پیشرو خلفا کے طریقہ کار کا کچھ علم ہے۔ مجھے اس کی تعلیم ان حضرات نے دی جن کا مشغلہ اس کے سوا کچھ نہیں تھا اور میرا مشغلہ بھی یہی تھا، اللہ تعالیٰ نے جتنا علم میرے لئے لئے مقدر فرمایا تھا۔ خواہ اس پر عمل پر توفیق ہوئی، یا اس میں کوتاہ کار رہا۔ بہرحال میں اس میں مبتلا ہوا اگر میں نے کوئی خیر کی بات سیکھی ہے تو اللہ کی توفیق و ہدایت سے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی سے اس میں برکت کی دعا کرتا ہوں اور خیر کے ماسوا میرے یہاں گناہوں کا جو روگ پایا جاتا ہے اس کے لئے اللہ رب العزت سے مغفرت و بخشش اور عفو و درگذر کی التجاء کرتا ہوں۔

بخدا! حکومت و سلطنت کا جس قدر علم مجھے حاصل ہوتا گیا اسی قدر مجھے اس

سے خوف اور اندیشہ لاحق ہوتا رہا اور میں اس عظیم گرانباری کے تصوّر سے کانپ جاتا تھا بالآخر تقدیر الٰہی سے بہ قرعۂ فال میرے نام نکلا اور تقدیر الٰہی سے جو ہونا تھا وہ تو خیر ہو کر رہا مگر واقعہ یہ ہے کہ اس کی گرانی کو میں نے کبھی اتنی شدّت کے ساتھ محسوس نہیں کیا جتنی کہ اب تجربہ کے بعد محسوس ہوئی۔ بہر حال اللہ تعالیٰ میرا، میرے مددگاروں کا اور ان تمام لوگوں کا جنہوں نے اپنا معاملہ میرے سپرد کیا ہے۔ انجام بخیر فرمائے۔ ان کے معاملات کی اصلاح فرمائے، ان کے شیرازہ کو جمع رکھے اور مجھ پر اور ان پر اپنی وہ نعمتیں نازل فرمائے جن تک نہ میری دعا پہنچ سکتی ہے نہ اُن کی اگر عام رعایا کی حالت درست رہے، ان کے حقوق ادا ہوتے رہیں اور ان کے خطا کاروں سے درگذر ہوتی رہے تو اس سلسلہ میں میرا ثواب اور میری جزاء اللہ ہی کے پاس ہے۔

اللہ پاک کا بے حد شکر ہے کہ اس نے یہ دولت دنیا ہی میں عطا کر دی ہے، مسلمانوں کا شیرازہ متحد ہے ان کے آپس کے معاملات درست ہیں، رزق کی فراوانی ہے دشمنوں کے مقابلہ میں نصرت و مدد اور عمدہ کفایت حاصل ہے، اللہ ربّ العزت نے ہر علاقے کے مسلمانوں کو اپنے اپنے علاقے میں غنی کر دیا ہے۔ ان کو کشادہ رزق عطا فرمایا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے رزق و انعام کی بدولت یہ حالت ہے کہ ہر علاقے کے مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ تمام علاقوں سے ہمارا علاقہ بخت آور اور خوشحال ہے۔ اب اگر آپ حضرات اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کریں اور اس کے فضل و احسان کی قدر کریں۔ تو مجھے اس کی بے حد حرص ہے اور یہ میری سب سے محبوب تمنّا ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ میں اس کے لئے کتنی دعائیں کرتا ہوں اور اس کی کتنی حرص کا اظہار کرتا ہوں، اور اگر کوئی جاہل اس شکر سے ناواقف ہے، یا اس کی عقل اس سے قاصر ہے تو (اس کی آگاہی کے لئے کہنا چاہتا ہوں کہ) میں جس چیز کا حریص ہوں وہ یہ ہے کہ تمہیں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر چلاؤں کہ یہی دنیا میں میری حجت ہے اور یہی موت کے

بعد میرا منتہائے مقصود ہے۔ کتاب اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تمہیں چلانے کا جو عزم کر چکا ہوں۔ اس سلسلہ میں تمہارے دلوں میں اشتباہ باقی نہیں رہنا چاہیئے۔

اور اس کے ماسوا وہ امور جو انسانی رائے کے اختراع کردہ ہیں ؛ سو (میں ایک لمحہ کے لئے بھی ان پر عمل کرنے کے لئے تیار نہیں کیونکہ) بخدا اگر مجھے تمہارے (معاملات) میں اس پر (یعنی کتاب وسنت پر) عمل نہ کرنا ہوتا تو تم پر کبھی حاکم نہ بنتا، اور اگر تم اس پر عمل کرو تو دنیا کا جاہ و منصب جو مجھے حاصل ہے۔ یہ اگر کسی مبغوض ترین آدمی کو مل جائے تو میں اسے حاصل کرنے کی کوشش نہ کروں، جب کہ اللہ تعالیٰ اسی کو میرے دین سے بچلانے سے باز رکھے اور اگر یہی منصب کسی ایسے آدمی کو مل جائے، جس کے بارے میں یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماسوا پر عمل پیرا ہوگا۔ تو ایسے شخص کے لئے بڑے سے بڑے منصب حتیٰ کہ دنیا و ما فیہا کا حصول بھی میرے نزدیک نہ قابلِ رشک نہ باعث شرافت ہے۔ نہ اس کو بلندی مرتبہ سمجھتا ہوں[1]۔

---

[1] بین القوسین کی اصل عبارت یہ ہے۔ "واما ماسوی ذلک من الامور التی من رای الناس فانی لعمری لولا ان اعمل ذالک فیکم ما ولیت امرکم وان تعملوا به ماانفست الذی انا فیه من الدنیا علی البغض رجل واحد اذا حجزه الله علی دینی ولا کنت اری لمنزل الذی اتی به لمن عنیٰ ان یعمل بغیر کتاب الله وسنة نبیه عنبطة ولا کرامة و رفعة ولا الدنیا وما فیها۔" اس پر محقق احمد عُبید نے عربی حاشیہ میں لکھا ہے یہ دونوں جملے کتاب کے اصل نسخوں میں مضطرب ہیں میں یہ فیصلہ نہیں کرسکا کہ صحیح عبارت کیا ہے۔ خیال ہے کہ کچھ الفاظ یہاں نقل سے رہ گئے ہیں۔ راقم السطور کو بھی انکے صحیح مفہوم میں انشراح نہیں ہوا، غور و فکر کے بعد جو مفہوم سمجھ میں آیا۔ اسے آسان لفظوں میں ادا کرنیکی کوشش کی ہے حضرات اہل علم سے التماس ہے کہ اگر اس کے بہتر مفہوم کسی صاحب کے ذہن میں آئے اس سے مطلع فرمایا جائے تاکہ طبع ثانی میں تصحیح کر دی جائے۔ مترجم

اب جو شخص میرے دل کی بات پوچھنا اور امتِ محمدیہ (علی صاحبہا الصلوات والتسلیمات) کے معاملے میں میرا منتہائے مقصود دریافت کرنا چاہے تو (میں اسے صاف صاف بتا دینا چاہتا ہوں کہ) جو بات میرے دل میں ہے اور جو اہم مقصد میرے پیشِ نظر ہے وہ یہ ہے کہ تم کتاب اللہ اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کرو اور ان تمام امور سے اجتناب کرو، جن کی طرف نفسانی خواہشات اور فکری زیغ کھینچ کر لے جاتے ہیں۔ جو شخص عملی زندگی میں کتاب و سنت کو چھوڑ دیتا ہے اسے دنیا و آخرت میں کبھی عزت اور سربلندی نصیب نہ ہوگی۔

جن لوگوں کے سامنے میرے اس خط کا ذکر آئے انہیں معلوم رہنا چاہیئے کہ بخدا! یہ بات مجھے زیادہ محبوب ہوگی کہ میں سب سے پہلے مر جاؤں بہ نسبت اس کے کہ میں لوگوں کو ان کے رب کی کتاب اور ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے علاوہ کسی اور چیز پر عمل کرنے کی اجازت دوں لوگ جئیں تو اس پر جئیں اور مریں تو اس پر مریں۔ میں چاہتا ہوں کہ کتاب و سنت کے اتباع کی حرص و اشتیاق پر میرا خاتمہ ہو۔ میرے نزدیک ایسے شخص کا تلف ہو جانا یا غمزدہ ہونا نہایت معمولی چیز ہے جس سے کتاب و سنت کی خلاف ورزی کی ذرا بھی توقع کی جائے یہی چیز تو ہے جس نے ہمیں پستی سے بلندی، بے قدری سے قدر و منزلت اور ذلّت سے عزت بخشی۔ معاذ اللہ! کہ اب ہم اس کے بدلے کسی اور چیز کو قبول کریں: معاذ اللہ! کہ ہم اس کی پناہ کو چھوڑ کر کسی اور کی پناہ میں آئیں۔ جب تم اپنی مجلسوں میں گفتگو کرو یا ایک آدمی اپنے بھائی سے تنہائی میں بات چیت کرے تو صرف اسی چیز کا مذاکرہ ہونا چاہیئے۔ جس کی میں نے تمہیں ترغیب دی ہے یعنی کتاب و سنت کا احیاء، اور ان کے ماسوا کا ترک، کیونکہ حق کے بعد صرف باطل ہے بینائی کے بعد اندھا پن ہے، لوگوں کو ہدایت کے بعد گمراہی سے اور بینائی کے بعد اندھا پن سے ڈرنا چاہیئے۔ کیونکہ صالح علیہ السلام کی قوم کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"اور جو ثمود تھے۔ سو ہم نے ان کو راستہ دکھا دیا تھا۔ مگر انہوں نے ہدایت پر اندھے پن کو ترجیح دی چنانچہ ان کی بداعمالیوں کی بدولت ان کو ذلت کے عذاب کی کڑک نے آدبوچا۔" بس جس کا تمہیں حکم دیا گیا ہے۔ اس کی پیروی کرو۔ جن چیزوں سے منع کیا گیا ہے ان سے پرہیز کرو اور اپنی ذات (اور اس کی دنیاوی شان و شوکت) کو میرے سامنے پیش نہ کرو کیونکہ الحمد للہ اس کے سوا میرے لئے مسرت کا کوئی سامان نہیں۔ بخدا! تم میں سے جو شخص کتاب و سنت کی خلاف ورزی کرتا ہو۔ اسے ذہن میں یہ بات ضرور رکھنی چاہیئے کہ جس شخص کو تمہاری دنیا کی کوئی حاجت نہ ہو۔ جو تمہارے دینی زیغ کو برداشت کرنے کی ہمت نہ رکھتا ہو۔ اور جس کے لئے بے مقصد چیزوں میں تمہارا جھگڑنا ناقابل برداشت ہو۔ وہ ایسے شخص کی خونریزی میں نہایت جری ہوگا جو کتاب اللہ سے انحراف کرے جو دین سے کنارہ کشی کرے اور جو اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو پس پشت ڈال دے۔ یہ میرے عزائم کا کچھ حصہ ہے۔ جو میں نے تمہارے سامنے واضح کر دیا۔ میں فوج اور فوج کے سربر آوردہ لوگوں سے کہتا ہوں کہ کہ بخدا! تمہیں ناپسندیدہ روش ترک کرنی ہوگی اور بہترین مواعظ اور نصائح پر عمل درآمد کرنا ہوگا۔ انشاء اللہ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اپنی رحمت اور اپنے وسیع فضل کے صدقے ہدایت والوں میں اضافہ فرمائے اور گنہگار کو عافیت دے کر توبہ کی توفیق بخشے اور جو شخص اس کی کتاب اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی مخالفت کا ارادہ رکھتا ہو اس کے بارے میں بہت جلد ایسا فیصلہ فرمائے جو اسے ٹھکانے لگا دے۔ یقیناً وہ اس پر قادر ہے اور میں اسی کی طرف التجا کرتا ہوں اور یہ کہ عامۃ الناس کا انجام بخیر کرے اور بدکاروں کے گناہ میں ہمیں نہ پکڑے۔

اللہ کے لئے

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی چچی محترمہ ام عمر بنت مروان نے آپ سے کہا: ہمارے

اور آپ کے درمیان اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے آپ نے ہمیں ان بہت سی چیزوں سے محروم کر دیا ہے جو دوسرے خلفاء ہمیں دیا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا: پھوپھی جی! اگر اللہ کا فیصلہ نہ ہوتا تو میں دوسروں سے زیادہ آپ کو دینے والا ہوتا۔

مال اور اس کی وصیّت

مسلمہ بن عبدالملک، مرض وفات میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان کو وصیت فرمائی کہ میری وفات کے وقت میرے پاس موجود رہنا، تجہیز و تکفین کا انتظام خود کرنا۔ قبر تک میرے ساتھ جانا اور لحد میں خود اُتارنا۔ پھر مسلمہ کی طرف دیکھا اور فرمایا: ذرا غور کرو مسلمہ! تم مجھے کہاں چھوڑ کے آؤ گے اور دنیا مجھے کن حالات کے حوالے کرے گی۔

مسلمہ نے عرض کیا: امیر المؤمنین! کوئی (مالی) وصیت فرمائیے، فرمایا: میرے پاس مال ہی نہیں جس کی وصیت کروں۔ عرض کیا: یہ میرے پاس ایک لاکھ دینار ہیں آپ جو چاہیں وصیت فرمائیں، فرمایا: مسلمہ! اس سے بہتر بات بتاؤں؟ یہ جہاں سے لئے ہیں وہیں لوٹا دو۔ مسلمہ نے کہا: امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائیں، واللہ! آپ نے ہمارے سخت دلوں کو نرم کر دیا اور نیک [illegible] ہمارا نام کر دیا۔

مفسدوں کے ساتھ معاملہ

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے عروہ بن محمد (حاکم یمن) کو لکھا: امابعد: میں آپ کے پاس بنی عقیل کے چند لوگوں کو بھیج رہا ہوں، یہ جاہلیت اور اسلام دونوں زمانوں کے بدترین لوگ ہیں، ان کے نزدیک سب سے معزز وہ لوگ ہیں جو دین اور نفس کے اعتبار سے اللہ کی مخلوق میں سب سے بدتر ہوں، مجھے اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے اندر ایسا اختلاف ڈالے گا جو ان کی ناگواری کے باوجود۔ وسیع سے وسیع تر ہوتا جائے گا۔ نیز (مرنے کے بعد)

یہ لوگ (دنیا سے) اُس بدترین جگہ (جہنم) کوچ کر کے جائیں گے جہاں (انہی جیسے) مرنے والے کوچ کر گئے ہیں۔ بہر حال جب میرا یہ خط آپ کو ملے تو جس قدر یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذلیل ہیں اسی قدر انہیں اپنے علاقہ کے سب سے بدترین خطے کے کنارے جگہ دیجیے (آباد کیجیے)

اہلِ علم کی قدر شناسی

میمون بن مہران فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے مجھ سے میراث کا ایک مسئلہ دریافت کیا، میں نے اس کا جواب عرض کیا تو آپ نے میری ران پر ہاتھ مار کر فرمایا میمون میں نے دیکھا ہے کہ مردوں کی ملاقات سے عقل بار آور ہوتی ہے۔

حضرت عمرؒ کے زمانہ میں عام لوگوں کا تمول

زید بن خطاب کی اولاد میں سے ایک شخص کہتا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ صرف ڈھائی سال یعنی تیس مہینہ خلیفہ رہے، اتنی مختصر مدت میں یہ حالت ہو گئی کہ ایک شخص ہمارے پاس بھاری رقم لاتا اور کہتا کہ: آپ کی نظر میں جو ضرورت مند ہوں ان کو یہ مال دیدیجیے بڑی دوڑ دھوپ اور پوچھ گچھ کے بعد بھی ہمیں کوئی آدمی ایسا نہ ملتا جسے یہ مال دیدیا جائے بالآخر اسے وہ مال واپس لے جانا پڑتا، اللہ تعالیٰ نے عمر بن عبدالعزیزؒ کے ہاتھوں لوگوں کو اتنا غنی کر دیا تھا۔

اپنے فرزند کی درخواست کا جواب

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے ایک صاحبزادے کی آپ کی خدمت میں درخواست پہنچی کہ میرا نکاح کر دیجیے اور مہر بیت المال سے ادا کر دیجیے، یہ صاحبزادے پہلے سے شادی شدہ تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اس پر بے حد ناراض ہوئے اور اسے لکھا: تم نے اپنے خط میں مجھ سے درخواست کی ہے کہ میں تمہارے لئے مسلمانوں کے بیت المال کی رقم خرچ کر کے

سوکنیں جمع کر دوں؟ (یعنی دوسری شادی کر دوں) حالانکہ مہاجرین کی اولاد میں بعض ایسے افراد بھی ہیں۔ جنہیں اپنی عفت کی حفاظت کے لئے ایک بیوی بھی میسر نہیں۔ خبردار! آئندہ ایسی بات مجھے نہ لکھنا۔" بعد ازاں آپ نے ان صاحبزادے کو ایک اور خط لکھا تمہارے پاس جو ہمارا تانبا اور گھریلو سامان ہے اگر چاہو تو اسے فروخت کر کے اپنی ضرورت پوری کر لو۔"

شادی بیاہ میں سارنگی کی ممانعت' دف کی اجازت

یزید بن ابی حبیبؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی خدمت میں لکھا کہ شادی بیاہ میں جو دف اور سارنگی وغیرہ بجائی جاتی ہے اس کا کیا حکم ہے آپ نے تحریر فرمایا جو لوگ سارنگیاں بجاتے ہیں انہیں تو منع کر دو، البتہ جو لوگ دف بجاتے ہیں انہیں بجانے دو کیونکہ اس سے نکاح وسفاح (حرام کاری) کے درمیان امتیاز ہو جاتا ہے (نکاح کی صحت کے لئے اعلان ضروری ہے وہ دف کی آواز سے خوب اچھی طرح ہو جاتا ہے۔ اسی لئے شرعاً جائز ہے)

لوگوں کے غصب کردہ اموال کی واپسی میں آسانی اور فراوانی

ابوالزنادؒ فرماتے ہیں: عمر بن عبدالعزیزؒ ردّ مظالم (ظلماً غصب کئے ہوئے اموال وحقوق) کے لئے قطعی شہادت طلب نہیں کیا کرتے تھے بلکہ معمولی سی گواہی پر اکتفاء فرماتے تھے جب کسی بھی طرح معلوم ہو جاتا کہ فلاں شخص کا حق غصب ہوا ہے تو فوراً اسے دلا دیتے اور اسے باقاعدہ گواہی پیش کرنے کی زحمت نہ دیتے، کیونکہ وہ خوب اچھی طرح جانتے تھے کہ ان سے پہلے حکمرانوں نے ظلماً لوگوں کے اموال (حقوق غصب کر رکھے تھے یہاں تک کہ جب ردّ مظالم کے سلسلہ میں عراق کے بیت المال کا سارا مال ختم ہو گیا تو شام سے (حکومت کی ضروریات کے لئے) مال بھیجا گیا۔

دل ہلا دینے والی نصیحت

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو اطلاع ملی کہ ان کے فلاں بھائی کا انتقال ہوگیا ہے، اس کے بعد اطلاع ملی کہ پہلی خبر غلط تھی، (وہ زندہ ہیں) اس پر آپ نے انہیں خط لکھا۔

"امابعد: ہمیں ایک خبر پہنچی تھی جس پر تمہارے تمام بھائی گھبرا گئے تھے بعد ازاں خبر ملی کہ پہلی اطلاع غلط ہے، اس خبر سے ہمیں خوشی ہوئی! اگرچہ یہ خوشی بہت جلد ہی ختم ہونے والی ہے اور کچھ ہی دن بعد وہ خبر بھی آئے گی جس سے پہلی خبر کی تصدیق ہو جائے گی (یعنی جلد یا بدیر موت تو آکر ہی رہے گی) اے بندۂ خدا تمہاری مثال اس شخص کی سی ہے۔ جس نے موت کا مزہ چکھ لیا ہو، (مرگیا ہو) پھر (دنیا میں) واپسی کی درخواست کی ہو اور اسے (زندہ رہنے کی) اجازت مل گئی ہو، ظاہر ہے کہ ایسا شخص فوراً ہی تیاری میں لگ جائے گا اور جہاں تک ممکن ہوگا۔ اپنے کم سے کم خوش کن مال سے بھی دار قرار کا سامان مہیا کرنے کی کوشش کرے گا اور وہ یہ سمجھے گا کہ اس کے مال میں سے اس کی چیزیں صرف وہی ہیں جو اس نے آگے بھیج دیں۔ کیونکہ ایسے شخص کے پلے تو دنیا و آخرت کا خسارہ ہی خسارہ پڑتا ہے جس کے پاس تھوڑا بہت مال ہو۔ مگر اس کے باوجود اس کی اپنی کوئی چیز نہ ہو (یعنی آخرت کے لئے کچھ نہ بھیجا ہو) رات اور دن ہمیشہ سے زندگی کی مدت کو ختم کرنے (انسانوں کی) بساط حیات کو لپیٹنے اور شیرازۂ عمر کو بکھیرنے میں دوڑے چلے جا رہے ہیں اور یہ دونوں (رات اور دن) اسی طرح دوڑتے رہیں گے۔ اسے بوسیدہ اور فنا کر کے چھوڑیں گے۔ ہائے افسوس! یہ دن اور رات اسی طرح حضرت نوحؑ، حضرت ہودؑ اور بہت سی امتوں کے مصاحب رہے مگر یہ سب لوگ تو اپنے رب سے جا ملے اور اپنے (اچھے یا برے) کئے کو پالیا مگر رات اور دن تاحال اسی طرح ترو تازہ ہیں۔ جن کو انہوں نے فنا کیا ان میں سے کوئی بھی ان کو بوسیدہ نہ کر سکا اور جن پر سے یہ گذرے ان میں سے

کوئی بھی ان کو فنا نہیں کر سکا، یہ بدستور گزشتہ لوگوں کی طرح باقی ماندہ لوگوں کے ساتھ وہی کرنے کے لئے پوری طرح چست اور تیار ہیں جو پہلے لوگوں کے ساتھ کر چکے ہیں۔

تم آج اپنے بہت سے ہمعصر اور ہمسر لوگوں میں شریف انسان ہو، مگر تمہاری مثال اس شخص کی سی ہے جس کا ایک ایک جوڑ بند کاٹ دیا گیا ہو اور اس میں صرف زندگی کی رمق رہ گئی ہو اور وہ صبح شام بلاوے کا منتظر ہو، اس لئے ہم (سب) اپنی بداعمالیوں پر توبہ واستغفار کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے غضب سے پناہ مانگتے ہیں۔ جس سے ہمارے نفسوں کو عبرت ہو۔ والسلام۔

خارجیوں سے شاندار مناظرہ

شوذب حروری (خارجیوں کے سردار) اور اس کی جماعت (خوارج) نے جب "الجزیرہ" کے علاقہ میں بغاوت کی تو حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے ان کے پاس محمد زبیر الحنظلی کو ان کے نام ایک خط دے کر بھیجا۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم ان خارجیوں کے پاس گئے اور ان کو حضرت عمر کا پیغام اور مکتوب پہنچایا تو انہوں نے ہمارے ساتھ اپنے دو آدمی (نمائندے) بھیج دیئے، ایک کا تعلق بنی شیبان سے تھا اور دوسرے کا جلشہ سے، یہ موخر الذکر (جس کا نام عاصم تھا) قوت تقریر اور زور بیان کے لحاظ سے بڑا ہی دلیر اور جری تھا۔ ہم ان دونوں شخصوں کو لے کر حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں آئے آپ اس وقت "خناصرہ" میں ایک بالاخانے میں فروکش تھے اور اس وقت آپ کے پاس آپ کے صاحبزادے عبدالملک اور سکرٹری مزاحم بھی موجود تھے۔ ہم اوپر بالاخانے میں گئے اور ان دونوں شخصوں کی آمد کی اطلاع دی، آپ نے فرمایا: ان کی تلاشی لے لو، کہیں ان کے پاس کوئی ہتھیار نہ ہو، پھر انہیں یہاں لے آؤ، چنانچہ ہم نے ایسا ہی کیا یہ دونوں مکان میں داخل ہوئے اور السلام علیکم کہہ کر بیٹھ گئے۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا: تم مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے خروج کیوں کیا ہے (بغاوت کیوں کی ہے) اور تمہیں ہم پر کیا اعتراض ہے۔

عاصم واللہ! ہمیں آپ کی سیرت پر کوئی اعتراض نہیں کیونکہ آپ عدل وانصاف کو مملکت میں نافذ کرتے ہیں، البتہ ہمارے اور آپ کے درمیان صرف ایک امر باعث اختلاف ہے اگر آپ اسے تسلیم کرلیں تو ہم آپ کے اور آپ ہمارے اور اگر اسے تسلیم نہ کریں تو نہ ہمیں آپ سے کوئی واسطہ نہ آپ کو ہم سے۔

حضرت عمرؒ وہ کیا ہے؟

عاصم: ہم دیکھتے ہیں کہ آپ اپنے خاندان کے طرز عمل کی مخالفت کرتے ہیں اور ان کے طریق کار کے خلاف چلتے ہیں اور ان کے طریقہ کو "مظالم" سے تعبیر کرتے ہیں تو اگر آپ اپنے خیال کے مطابق ہدایت پر ہیں اور وہ گراہی پر تھے تو ان سے برات دیے تعلق کا اعلان کیجیے اور ان پر لعنت بھیجیے، بس یہی ایک بات ہے جو ہمیں اور آپ کو جمع کر سکتی ہے، یا جدا کرسکتی ہے۔

حضرت عمر: بلاشبہ میں اتنا تو سمجھ گیا ہوں کہ تم لوگوں نے طلب دنیا کی خاطر تو بغاوت اختیار نہیں کی، تم آخرت ہی کے طالب ہو مگر تم اس کے راستے سے بھٹک گئے ہو، اچھا میں تم سے ایک بات پوچھتا ہوں، خدا کو حاضر وناظر جان کر اپنے علم کے مطابق سچ سچ بتانا۔

عاصم: فرمایئے۔

فرمایا: یہ بتاؤ کہ کیا حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما تمہارے بزرگوں میں سے نہیں ہیں؟ کیا تم ان سے محبت نہیں رکھتے اور ان کے حق میں نجات کی شہادت نہیں دیتے؟

عاصم: کیوں نہیں، یقیناً دیتے ہیں۔

فرمایا:۔ تم جانتے ہو کہ عرب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد

مرتد ہو گئے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے جہاد کیا۔ خونریزی کی، ان کے بیوی بچوں کو قید کیا اور ان کے اموال کو غنیمت بنایا؟

عاصم: بیشک ایسا ہی ہوا ہے۔

فرمایا: تم جانتے ہو کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے ان تمام قیدیوں کو رہا کر کے ان کے قبیلوں میں بھیج دیا؟

عاصم: یہ بھی صحیح ہے۔

آپ نے فرمایا، پھر کیا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرؓ سے اور حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے برأت کا اعلان کیا تھا؟

عرض کیا: نہیں۔

فرمایا، کیا تم ان دونوں بزرگوں میں سے کسی ایک سے بھی اپنی برأت کا اظہار کرتے ہو؟

عرض کیا: نہیں۔

فرمایا: اچھا یہ بتاؤ کہ کیا اہل نہروان تمہارے اسلاف نہیں؟ کیا تم ان سے محبت نہیں کرتے اور ان کے لئے نجات کی شہادت نہیں دیتے؟

عرض کیا: کیوں نہیں، ضرور کرتے ہیں۔

فرمایا: تم جانتے ہو کہ اہل کوفہ نے جب اہل نہروان پر فوج کشی کی تو انہوں نے اپنے ہاتھ (ظلم و جور سے) روک لئے، نہ کسی امن پسند شخص کو ڈرایا دھمکایا نہ کسی کا خون بہایا نہ کسی کا مال لوٹا۔

عرض کیا، جی ہاں یہی ہوا۔

فرمایا، پھر تمہیں یہ بھی معلوم ہے؟ کہ اہل بصرہ نے جب اہل نہروان پر عبداللہ بن وہب الراسی کی قیادت میں فوج کشی کی تو انہوں نے لوگوں کو (ظلم و ستم کا) نشانہ بنایا اور

خوب قتل کیا، حتیٰ کہ حضرت عبداللہ بن خباب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی کے بھی درپے ہوئے اور ان کو اور ان کی باندی کو قتل کر ڈالا، پھر عرب کے ایک قبیلہ پر جو بنو قطیعہ کہلاتے تھے۔ شب خون مارا اور ان کو (ظلم و ستم کا) نشانہ بنایا، مردوں، عورتوں اور بچوں تک کو قتل کر ڈالا، یہاں تک کہ معصوم بچوں کو پنیر کی کھولتی ہوئی ہانڈیوں میں زندہ ڈالا گیا؟

عرض کیا یہ بھی صحیح ہے بے شک ایسا ہی ہوا۔

فرمایا: تو کیا اہل کوفہ نے اہل بصرہ سے اور اہل بصرہ نے اہل کوفہ سے برائت اور بے تعلقی اختیار کی تھی؟

عرض کیا: نہیں

فرمایا: تو کیا تم ان دونوں فریقوں میں سے کسی ایک سے بھی برائت کا اظہار کرتے ہو؟

عرض کیا: نہیں

فرمایا: اچھا یہ بتاؤ کہ تمہارے خیال میں دین ایک ہے یا دو ہیں۔

عرض کیا: ایک ہی ہے۔

فرمایا: تو کیا اس ایک دین میں جس چیز کی گنجائش میرے لئے نہیں؟ تمہارے لئے اس کی گنجائش ہے؟

عرض کیا: نہیں؟

فرمایا: پھر آخر اس کی گنجائش کیسے نکل آئی کہ تم حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ دونوں سے محبت رکھو اور وہ دونوں بھی ایک دوسرے سے محبت رکھیں، باوجودیکہ ان کی روش اور طرز عمل میں کلی اختلاف رہا ہے۔ اور اس کی گنجائش کہاں سے نکل آئی کہ اہل بصرہ اہل کوفہ سے اور اہل کوفہ اہل بصرہ سے محبت رکھیں۔ جب کہ ان کے طرز عمل میں شدید اختلاف رہا ہے اور خود تمہارے لئے یہ گنجائش کیسے پیدا ہوگئی کہ تم ان دونوں فریقوں اہل کوفہ

اور اہل بصرہ سے محبت رکھو، جب کہ ان کے طریق کار میں جان، مال اور عورتوں کی عصمت جیسے عظیم الشان امور کے بارے میں اختلاف (بلکہ تضاد) رہا ہے اور تمہارے خیال میں میرے لئے اپنے خاندان پر لعنت کرنے اور ان سے برائت کا اعلان کرنے کے سوا کوئی گنجائش اور چارۂ کار ہی نہ ہو؟ اور اگر گنہ گاروں پر لعنت کرنا ایسا ہی قطعی فریضہ ہے کہ اس کے سوا نجات کی کوئی صورت ہی نہیں تو اے خارجیوں کی طرف سے بولنے والے نمائندے تو ہی بتا کہ تو نے اہل فرعون اور اہل ہامان پر لعنت کب اور کتنے دن ہوئے بھیجی تھی؟

عرض کیا: مجھے یاد نہیں میں نے کب ان پر لعنت بھیجی (یا نہیں بھیجی)

فرمایا: بڑے افسوس کی بات ہے کہ تمہارے لئے تو فرعون پر بھی لعنت نہ بھیجنے کی گنجائش ہو، مگر تمہارے خیال میں میرے لئے اس کے سوا کسی بات کی گنجائش نہ ہو کہ میں اپنے اسلاف پر لعنت بھیجوں اور ان سے برائت کا اعلان کروں؟ بڑے افسوس کی بات یہ ہے کہ تم نادان لوگ ہو تم نے ایک عظیم مقصد کا قصد ضرور کیا، لیکن تم اس کے راستے سے بھٹک گئے۔ آج تم لوگوں سے ان چیزوں کو قبول کرتے ہو جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رد فرما دیا کرتے تھے اور ان باتوں کو رد کرتے ہو۔ جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبول فرمایا کرتے تھے تمہارے یہاں وہ لوگ مامون ہیں۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں مامون نہیں تھے اور تم ان لوگوں کے لئے خطرہ پیدا کرتے ہو۔ جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امن دیا کرتے تھے۔

انہوں نے کہا: ہرگز نہیں، ہم ایسے نہیں ہیں۔

فرمایا: کیوں نہیں؟ دیکھو! تم ابھی اس کا اقرار کئے لیتے ہو، کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انسانوں کی طرف مبعوث کیا گیا، جب کہ وہ بت پرست تھے آپؐ نے ان کو دعوت دی کہ وہ بتوں کی پرستش ترک کر دیں اور کلمۂ توحید لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت دیں، جو شخص یہ اقرار کر کے حلقۂ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے اور اس کے

جان و مال کی حفاظت کی جاتی اور وہ آپؐ کے ہاں مامون ہوتا اور اس کے حقوق تمام مسلمانوں کے برابر ہوتے اور جو شخص اس سے انکار کرتا۔ آپؐ اس سے جہاد کرتے (نہ اس کی جان محفوظ ہوتی نہ مال)

عرض کیا: جی ہاں! یہی ہوتا تھا۔

فرمایا:- کیا آج تمہاری حالت یہ نہیں کہ جو لوگ بت پرستی چھوڑ کر توحید و رسالت کا اقرار کر چکے ہیں (اور مسلمان ہیں)، تم ان سے تو برات اور لاتعلقی کا اعلان کرتے ہو ان پر لعنت بھیجتے ہو، انہیں قتل کرتے ہو ان کی جان و مال کو حلال سمجھتے ہو اور یہود و نصاریٰ وغیرہ دنیا کی غیر مسلم اور منکر اسلام قوموں سے تم ملتے ہو تو ان کی جان و مال کا احترام اور حفاظت کرتے ہو اور وہ تمہارے یہاں امن و سلامتی کے ساتھ رہتا ہے۔

یہ سن کر حبشی عاصم نے کہا میں نے آج تک آپ کے دلائل سے زیادہ واضح اور وزنی دلائل کبھی نہیں سنے، لیجئے میں تو گواہی دیتا ہوں کہ آپ حق پر ہیں اور میں ان تمام لوگوں سے بری اور بے تعلق ہوتا ہوں جو آپ کے مخالف ہیں۔

آپ نے شیبانی سے فرمایا: اور تم کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا: آپ نے بڑی اچھی باتیں کہی ہیں اور بہت عمدہ تقریر فرمائی ہے، مگر میں جب تک مسلمانوں (خارجیوں) سے مشورہ نہ کر لوں اور ان کے جوابات نہ سن لوں اس وقت تک ان کے معاملے میں کوئی رائے دینا پسند نہیں کرتا: فرمایا پھر تم جانو اور تمہارا کام" بعد ازاں آپ نے حبشی کو جو تائب ہو گیا تھا۔ اس کا وظیفہ دینے کا حکم فرمایا۔ وہ پندرہ دن آپ کے پاس رہا پھر اس کا انتقال ہو گیا اور شیبانی اپنی قوم میں واپس چلا گیا اور ان ہی کے ساتھ قتل ہوا۔

صبر و رضا

عمر بن عبدالعزیزؒ کا ارشاد ہے: رضا (بالقضا) بہت کم ہے اور صبر، مومن کی پناہ گاہ ہے۔

رعایا کی خوشحالی پر مسرت

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی عادت تھی کہ سوار ہو کر باہر نکل جاتے اور آتے جاتے قافلوں سے مل کر ان سے مختلف علاقوں کے حالات دریافت فرماتے، ایک بار اسی مقصد کے لئے آپ اپنے خادم مزاحم کی معیت میں سوار ہو کر نکلے، آج انہیں ایک مسافر ملا جو مدینہ شریف سے آرہا تھا اس سے دریافت فرمایا کہ وہاں کے لوگوں کی کیا حالت ہے؟

مسافر بولا:- آپ فرمائیں تو اجمالاً مختصر سی بات کہدوں اور فرمائیں تو ہر چیز الگ الگ تفصیل سے بیان کروں۔

فرمایا:- بس مختصر ہی کہو اس نے کہا: "میں مدینہ کو اس حالت میں چھوڑ کر آیا ہوں کہ وہاں ظالم بے بس اور مغلوب ہیں، مظلوم کی داد رسی ہوتی ہے مالدار کے پاس دولت کی کمی نہیں اور تنگدست بھی خوشحال ہے اور اس کی ضروریات خوب پوری ہو رہی ہیں۔" یہ سُنکر حضرت عمرؓ بے حد خوش ہوئے اور فرمایا: قسم بخدا! اگر تمام شہروں کی حالت یہی ہو تو یہ مجھے ان تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے جن پر سورج کی شعائیں پڑتی ہیں۔

داد و دہش کا معیار

ایک بار سلیمان بن عبدالملک، مدینہ طیبہ آئے اور وہاں بہت سارا مال تقسیم کیا پھر داد طلبی کے طور پر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اے ابوحفص! آپ نے دیکھا ہم نے کیسی داد و دہش کی؟ آپ نے فرمایا جی ہاں میں نے دیکھا کہ آپ نے مالداروں کے مال میں اضافہ کر دیا اور فقراء کو فقر کی حالت میں چھوڑ دیا۔

خلیفہ کی توہین پر قتل؟ ایک شخص نے خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کو

بُرا بھلا کہا اور اس کی توہین کی، سلیمانؒ نے عمر بن عبدالعزیزؒ سے اس کے بارے میں مشورہ کیا کہ اسے کیا سزا دی جائے؛ حاضرین نے کہا: فوراً فیصلہ لکھ دیجیے کہ اس کی گردن اڑا دی جائے"۔ مگر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ خاموش رہے، سلیمانؒ نے کہا: عمر! آپ کچھ نہیں فرماتے؟ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا: "آپ مجھ ہی سے دریافت کرتے ہیں تو جہاں تک مجھے علم ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی شخص ایسا نہیں جس کے سب و شتم سے کسی مسلمان کی خون ریزی جائز ہو"۔ یہ جواب سُنا تو سارے لوگ اُٹھ گئے اور سلیمانؒ بھی یہ کہتے ہوئے اُٹھ گیا: "اے عمر! اللہ تمہیں خوش رکھے، اگر کسی قریشی کا قیمہ بنا دیا جائے تو تم اسے پکانے لگو گے (یعنی کسی قریشی کی حرمت کی تمہیں ذرا بھی پرواہ نہیں)"۔

معاشی مساوات اور اس کا طریقہ

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ایک بار خطبے کے لیے کھڑے ہوئے، ابھی اتنا ہی فرمایا تھا: "اے لوگو" کہ روتے روتے آپ کی ہچکی بندھ گئی۔ کچھ سکون ہوا تو فرمایا: "اے لوگو!" پھر ہچکی بندھ گئی۔ پھر سکون ہوا تو فرمایا:۔

"اے لوگو! جس آدمی نے اس حالت میں صبح کی ہو کہ آدم علیہ السلام سے لے کر اس کے باپ تک کوئی شخص بھی زندہ نہ ہو، وہ یقیناً موت کے منہ میں ہے اے لوگو! تم دیکھتے نہیں کہ تم ہلاک ہونے والوں سے چھینے ہوئے سامان اور مرنے والوں کے گھروں میں رہتے ہو، کوچ کرنے والوں کی زمینوں پر قابض ہو، کل وہ تمہارے پڑوسی تھے اور آج وہ قبروں میں بے نام و نشان پڑے ہیں کسی کی روح قیامت تک امن و چین میں ہے اور کسی کی روح قیامت تک مبتلائے عذاب ہے۔

دیکھو! تم ان کو اپنے کندھوں پر لاد کر لائے اور پھر انہیں زمین

کے پیٹ میں ڈال آئے۔ جب کہ وہ اس سے پہلے دنیا کی عیش و عشرت اور نازو نعمت میں مگن تھے، اناللہ وانا الیہ راجعون، اناللہ وانا الیہ راجعون، ہاں ہاں! بخدا میری خواہش ہے کہ اصلاحات کا آغاز مجھ سے اور میرے خاندان سے ہو، تاکہ ہماری اور تمہاری معیشت برابر کی سطح پر آجاتے۔ بخدا! اگر مجھے اس کے علاوہ کوئی بات کہنی ہوتی تو اس کے لئے خوب زبان چلتی اور میں اسکے اسباب و وسائل کا ماہر ہوتا"

یہ کہہ کر آپ نے چادر چہرے پر ڈال لی اور خوب روئے اور باقی سارے لوگ بھی آپ کے ساتھ رونے لگے۔

نصیحت کی فضیلت اور اس کے آداب

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو القرظی نے کوئی ناصحانہ خط لکھا تھا، اسکے جواب میں تحریر فرمایا، اما بعد:- آپ کا گرامی نامہ مجھے ملا، جس میں آپ نے نصیحتیں فرمائی تھیں اور اس چیز کا ذکر کیا تھا جو میرا حصہ ہے (یعنی نصیحت کو توجہ سے سننا) اور جو آپ کے ذمہ حق ہے (یعنی نصیحت کرنا) آپ نے اس نصیحت نامہ کے ذریعہ سب سے افضل اجر پالیا، بلاشبہ نصیحت صدقہ کی مثل ہے۔ بلکہ اجر و ثواب میں اس سے بڑھ کر ہے اس کا نفع زیادہ پائیدار ہے یہ اس سے بہتر ذخیرہ بھی ہے اور مردِ مومن کے ذمہ اس سے بڑا حق بھی۔ ایک مومن کا اپنے بھائی سے بطور نصیحت ایک بات کہہ دینا جس سے اس کی ہدایت طلبی میں اضافہ ہو، اس مال سے یقیناً بہتر ہے جس کا اپنے بھائی پر صدقہ کرے، خواہ وہ اس صدقے کا ضرورت مند بھی ہو اور تمہارے بھائی کو وعظ و نصیحت سے جو ہدایت ملے گی۔ وہ اس دنیا سے بدرجہا بہتر ہے جو تمہارے مال سے اسے حاصل ہو گی اور تمہارا بھائی تمہارے وعظ و نصیحت کے ذریعہ ہلاکت سے نجات پائے۔ یہ اس کے لئے کہیں زیادہ بہتر ہے اس بات سے کہ وہ تمہارے

صدقے کے ذریعہ اپنے فقر کا مداوا کرے۔ لہٰذا جس کو نصیحت کیجئے اپنے اوپر حق لازم سمجھتے ہوئے کیجئے، مگر جب آپ کسی دوسرے کو نصیحت کریں تو اس پر خود بھی عمل کیجئے، آپ کی مثال اس طبیبِ حاذق کی سی ہونی چاہیئے جو خوب جانتا ہے کہ اگر دوا کا بے موقع استعمال کرے گا تو مریض کو بھی پریشان کرے گا اور خود بھی پریشان ہوگا اور اگر مناسب موقعہ پر دوا لگانے میں کوتاہی کرے گا تو جہالت و گنہ گاری کا مرتکب ہوگا اور جب وہ کسی مجنون کا علاج کرے گا تو یونہی کھلے بندوں علاج شروع نہیں کردے گا، بلکہ اس کے ہاتھ پاؤں بندھوا کر اطمینان کرے گا۔ کیونکہ اسے خطرہ ہوگا کہ کہیں اس "کارِ خیر" کے ذریعہ اس سے بڑا شر پیدا نہ ہوجائے گویا اس کا علم و تجربہ اس کے عمل کی کلید ہے، یاد رہے کہ دروازے پر تالا اس لئے نہیں لگایا جاتا کہ وہ ہمیشہ بند رہے کبھی نہ کھلے، نہ اس لئے کہ ہمیشہ کھلا رہے کبھی بند نہ ہو۔ نہیں! بلکہ اس لئے لگایا جاتا ہے کہ اسے اپنے وقت پر بند کیا جائے اور اپنے وقت پر کھولا بھی جائے۔" والسلام

علم اور علماء

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں: "اگر تم سے ہوسکے تو عالم بنو، یہ نہ ہو تو متعلّم بنو، یہ نہ ہو تو علماء سے محبت ہی رکھو۔ یہ بھی نہ ہو تو کم از کم ان سے بغض تو نہ رکھو۔ فرمایا: جس نے اس نصیحت کو قبول کرلیا۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے نجات کا کوئی راستہ نکال ہی دے گا۔"

ہنسی مذاق کی نحوست

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے رفقاء کو سویداء میں جمع کیا پھر ان کے پاس تشریف لائے اور انہیں وصیتیں فرمائیں: فرمایا: آپس میں ہنسی مذاق سے احتراز کیا کرو، کیونکہ یہ کینہ اور کھوٹ پیدا کرتا ہے۔ اللہ کی کتاب کا مذاکرہ کیا کرو، اسی کے لئے مجلس آرائی ہو اور اس پر سفر ہو، اس سے تھک جاؤ تو مردانِ خدا کی باتوں میں سے کوئی بات بڑی اچھی چیز ہے۔

گورنر کے خلاف مقدمہ

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے عروہ بن عیاض بن عدی کو مکہ کا گورنر مقرر کیا، حضرت عمرؓ مکہ سے تشریف لا رہے تھے کچھ لوگ الوداع کہنے کے لئے آپ کے ساتھ آ رہے تھے۔ جب مرّ الظہران پہنچے۔ گورنر صاحب بھی ساتھ تھے۔ تو ایک شخص نے عرض کیا اللہ تعالیٰ امیر المومنین کو نیکی دے۔ مجھ پر ظلم ہوا ہے اور مشکل یہ ہے کہ میں اسے بیان بھی نہیں کر سکتا۔" آپ نے گورنر کو مخاطب کر کے فرمایا: "بڑے افسوس کی بات ہے تو نے اس سے حلف لے رکھا ہے؟ پھر آپ نے ان صاحب سے فرمایا: "اگر تم سچے ہو تو بلا خوف و خطر ٹھیک ٹھیک بتاؤ۔" اس نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ آپ کو نیکی دے اس نے (گورنر کی طرف اشارہ تھا) مجھ سے میرے مال کا سودا کرنا چاہا۔ یہ چھ ہزار درہم دیتا تھا۔ میں اتنے پر فروخت کرنے پر آمادہ نہ ہوا، میرے ایک قرض خواہ نے اس کے پاس استغاثہ کیا، اس نے پکڑ کر مجھے جیل میں ڈال دیا اور جب تک میں نے اپنا مال تین ہزار میں اس کو نہیں دے دیا اس نے مجھے رہا نہیں کیا اور اس نے مجھ سے طلاق کی قسم لی ہے اگر کبھی اس کی شکایت کر دی۔

حضرت عمرؓ نے عروہ۔ گورنر صاحب کی طرف دیکھا، پھر اپنے ہاتھ کی چھڑی اسکی آنکھوں کے درمیان نشان سجدہ میں چبھوتے ہوئے فرمایا: تیری اس محراب نے مجھے فریب دیا۔" پھر اس شخص سے فرمایا: جا! تیرا مال واپس کیا جاتا ہے اور تجھ پر قسم نہیں پڑی۔

ولید کو نصیحت اور حجاج کی سازش

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ، خلیفہ ولید بن عبد الملک کے پاس گئے ان سے فرمایا:۔ اے امیر المومنین! میرے پاس ایک نصیحت ہے، جب آپ کی عقل افکار سے خالی اور فہم مجتمع ہو تو مجھ سے دریافت کر لینا۔ اس نے کہا: اس وقت اس سے کیا مانع ہے؟

آپ نے فرمایا: "یہ تو آپ ہی بہتر جانتے ہیں، جو کچھ عرض کروں آپ اسے کامل یکسوئی اور توجہ سے سنیں تو بہتر طور پر سمجھی جا سکے گی" ولید نے چند دن کے بعد دربان سے کہا کہ دروازے پر کون کون ہیں؟ اس نے چند آدمیوں کا نام لیا، ان ہی میں عمر بن عبدالعزیزؒ بھی تھے ولید نے کہا: عمر بن عبدالعزیز کو اندر بلا لو۔ آپ اندر تشریف لائے، ولید نے کہا: ہاں! ابوحفص! آپ کچھ نصیحت کرنا چاہتے تھے۔؟

آپ نے فرمایا: دیکھیے! اللہ تعالیٰ کے نزدیک شرک کے بعد خونریزی سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں آپ کے حکام لوگوں کو بے دریغ قتل کر دیتے ہیں اور محض سخن سازی کے لئے لکھ دیتے ہیں کہ اس مقتول کا جرم یہ تھا۔ اس سلسلہ میں آپ ہی سے مسئولیت ہو گی اور آپ ہی کو گرفت ہو گی۔ اس لئے تمام حکام کو لکھ دیجئے کہ کوئی کسی کو سزائے موت نہ دے، بلکہ اس کا جرم آپ کو لکھ بھیجے اور اس پر شہادت بھی قائم کرے، پھر آپ بذات خود غور و فکر کے بعد فیصلہ کیا کریں

ولید نے کہا: اے ابوحفص! اللہ تعالیٰ آپ کی زندگی میں برکت دیں اور آپ کی وفات کو ٹالے رکھیں۔ لاؤ قلم کاغذ" چنانچہ ولید نے تمام گورنروں کو یہ حکم لکھ بھیجا سوائے حجاج کے کسی نے اس سے تنگی محسوس نہیں کی۔ اس کو یہ حکم بڑا شاق گذرا اور اس پر بڑا تلملایا، اس کا خیال تھا کہ یہ حکم میرے سوا کسی اور کو نہیں بھیجا گیا۔ اس نے تفتیش کرائی تو معلوم ہوا کہ اس کا یہ خیال صحیح نہیں، اس نے کہا یہ آفت ہم پر کہاں سے پڑی؟ امیرالمومنین کو یہ مشورہ کس نے دیا؟ اسے بتایا گیا کہ یہ کارنامہ عمر بن عبدالعزیز نے انجام دیا ہے، یہ سن کر بولا: آہ! اگر مشورہ دینے والا عمر ہے تو اس کے حکم کو رد کرنا ممکن نہیں۔

پھر حجاج نے بکر بن وائل کے ایک دیہاتی خارجی کو بلوایا جو بڑا اکھڑ اور بدمزاج تھا، حجاج نے اس سے پوچھا: معاویہ کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ اس نے ان کی عیب جوئی کی پھر پوچھا: یزید کے بارے میں کیا رائے ہے؟ اس نے یزید کو گالیاں سنا دیں، پھر پوچھا: عبدالملک کیسا تھا؟ اس نے کہا: ظالم تھا۔ پھر پوچھا ولید — موجودہ خلیفہ — کیسا

ہے۔ اس نے کہا: یہ سب سے بڑھ کر ظالم ہے، کیونکہ اس نے تیرے جور و ستم کو جانتے ہوئے بھی تجھ جیسے ظالم کو ہم پر مسلط کر دیا۔

حجاج اس پر خاموش ہو گیا، اسے ایک اچھا خاصا بہانہ مل گیا تھا۔ اس نے اس خارجی کو ولید کے پاس بھیج دیا اور ساتھ ہی ایک خط بھیجا جس میں لکھا تھا۔

"میں اپنے دین کے معاملے میں بے حد محتاط ہوں، جس رعایا پر آپ نے مجھے حاکم بنایا ہے ان کی سب سے زیادہ حفاظت کرتا ہوں اور میں اس بات سے نہایت احتراز کرتا ہوں کہ کسی ایسے شخص کو قتل کر دوں جو اس کا سزاوار نہ ہو۔ لیجیے میں آپ کے پاس ایک شخص کو بھیج رہا ہوں، میں اسی قسم کے لوگوں کو ان کے خیالاتِ فاسدہ کی بنا پر قتل کیا کرتا تھا۔ اب آپ جانیں اور یہ۔"

وہ خارجی ولید کے دربار میں پیش ہوا۔ اس وقت مجلس میں اہل شام کے سربرآوردہ لوگوں کے علاوہ خود عمر بن عبدالعزیزؒ بھی موجود تھے، ولید نے خارجی سے کہا میرے بارے میں کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا: ظالم، جابر، جبّار، ولید نے کہا اور عبدالملک؟ خارجی بولا: جبّار، سرکش۔

ولید نے کہا: اور معاویہ؟ خارجی نے کہا: ظالم۔

ولید نے ابن ریان کو (جو ولید کا شرطی تھا) حکم دیا: "اڑا دو اس کی گردن" اگلے ہی لمحے خارجی کا سر تن سے جدا تھا۔ پھر ولید وہاں سے اٹھ کر گھر چلا گیا اور خادم سے کہا: ذرا عمر بن عبدالعزیزؒ کو بلا لاؤ۔ وہ بلا لیا، ولید نے آپ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا: "ابوحفص! کیا خیال ہے؟ ہم نے ٹھیک کیا یا غلط؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا: "آپ نے اسے قتل کر کے ٹھیک نہیں کیا، اس سے بہتر اور درست اقدام یہ تھا کہ آپ اسے جیل بھجواتے، پھر یا تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ و انابت اختیار کر لیتا یا موت اس کو آ لیتی۔"

ولید: اس نے مجھے اور (میرے باپ) عبدالملک کو گالیاں دیں اور وہ خارجی تھا مگر پھر بھی آپ کے خیال میں میں نے اسے قتل کر کے ٹھیک نہیں کیا۔

حضرت عمرؒ: جی نہیں! بخدا! میں اسے جائز نہیں سمجھتا، آپ اسے قید بھی تو کر سکتے تھے اور اگر معاف ہی کر دیتے پھر تو کیا ہی بات تھی۔

ولید یہ سنکر غصّہ سے اٹھ کر چلا گیا۔ ابن ریان نے حضرت عمرؒ سے کہا: "ابو حفص! اللہ آپ پر رحم کرے، آپ نے تو امیر المؤمنین کو ایسے جواب دیئے کہ مجھے خطرہ ہو گیا کہ مجھے آپ کی گردن اڑا دینے کا حکم فرمائیں گے۔" حضرت عمرؒ نے فرمایا: اگر وہ حکم دے دیتے تو تم یہ کام کر ڈالتے؟ اس نے کہا: یقیناً۔ فرمایا: جا! دفع ہو جا۔[1]

خوفِ آخرت

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ایک شخص سے فرمایا: اے فلاں! میں نے گذشتہ رات ایک سورت پڑھی جس میں زیارت کا ذکر ہے یعنی:

الھٰکم التکاثر۔ حتی زرتم المقابر۔ — غافل رکھا تم کو بہتات کی حرص نے یہاں تک کہ تم نے (مر کر) قبروں کی زیارت کی۔

اب بتاؤ زیارت کنندہ اپنے میزبان کے پاس کب تک رہے گا؟ آخر اسے وہاں سے واپس لوٹنا ہے مگر کہاں؟ یا جنت کی طرف یا دوزخ کی طرف (مطلب یہ کہ قبر ابدی قیام گاہ نہیں، ابدی قیام گاہ جنت یا دوزخ)

خلیفہ کی خوراک

زیاد بن عبدالعزیز، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس آئے، کچھ دیر تک باتیں ہوئیں

---

[1] پہلے گذر چکا ہے کہ حضرت عمرؒ نے ابن ریان کو معزول کر کے اس کے لئے بددعا فرمائی تھی۔

پھر آپ نے فرمایا: یہ رات میرے لئے بڑی لمبی ہوگئی اور اس میں نیند کم آئی، میرا خیال ہے اس کا سبب وہ کھانا تھا جو رات میں نے کھایا۔ زیّان نے کہا: کھانا کیا تھا؟ فرمایا: مسور اور پیاز۔ زیّان نے کہا: اللہ تعالیٰ نے تو آپ کو بڑی کشائش دے رکھی ہے۔ مگر آپ خود ہی اپنی جان پر تنگی ڈالتے ہیں۔ زیّان نے آپ کو ملامت کے انداز میں فہمائش کی۔ آپ نے فرمایا میں نے تجھے اپنی حالت بتا دی اور اپنا بھید تجھ پر کھول دیا مگر میں نے تجھے خیر خواہ نہیں بلکہ بدخواہ پایا، قسم کھاتا ہوں کہ جب تک زندہ ہوں آئندہ کبھی ایسا نہیں کروں گا۔

قیام عدل میں مدد کرنے والوں کو انعام

حضرت عمرؒ بن عبدالعزیزؒ نے اہل مواسم (حج میں آنے والوں) کے نام مندرجہ ذیل تحریری پیغام بھیجا:۔

اما بعد: جو شخص کسی بے انصافی کو دفع کرنے کے لئے یا ایسے امر کے لئے جس سے اللہ تعالیٰ خاص و عام کے دین کی اصلاح کردیں، ہمارے پاس آئے گا اسے اس کی حالت اور مسافت کے مطابق ایک سو دینار سے تین سو دینار تک انعام دیا جائے گا، اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جس کے لئے بُعدِ مسافت اس کام سے آڑے نہ آئے، کیا بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ کسی حق کو زندہ کردے یا کسی باطل کو مٹا دے یا اس کے ذریعہ کسی خیر کا دروازہ کھول دے اگر یہ خطرہ نہ ہوتا کہ بات لمبی ہو جائے گی اور اس کی وجہ سے تمہیں ارکانِ حج میں رکاوٹ پیدا ہوگی تو میں ان باتوں کو جن کو اللہ تعالیٰ نے ظاہر کیا اور باطل کی ان چیزوں کو جن کو اللہ تعالیٰ نے مٹا دیا ہے، مفصل ذکر کرتا۔ یہ کام تمہارے لئے صرف اللہ تعالیٰ نے کیا، اس کے سوا کسی اور کو اس کام کے کرنے والا نہیں پاؤ گے، کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے میرے نفس کے حوالے کر دیتا تو میں بھی دوسروں جیسا ہوتا۔" والسلام

ایک انصاری کا واقعہ

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی خدمت میں انصار کا ایک شخص آیا اور عرض کیا: امیرالمؤمنین میرے بارے میں میرے والد کا کارنامہ یاد رکھیئے فرمایا: تیرے باپ کا کارنامہ کیا ہے؟ عرض کیا: امیرالمومنین! ایک مشرک عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کیا کرتی تھی، میرے والد نے جو نابینا انصاری تھے کہا، کوئی ایسا شخص نہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اس عورت سے نمٹ لے اچھا مجھے اس کے راستہ پر بٹھا دو اور جب وہ گذرے تو مجھے خبر کر دو" ان کو راستہ پر بٹھا دیا گیا، جب ان کو اس عورت کے گذرنے کی خبر ہوئی تو لپک کر حملہ کیا اور اسے ٹھکانے لگا دیا۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا۔

تلک المکارم لاقعبان من لبن شیبا بماء فعاد ابعدُ ابوالا

یہ ہیں فضائل! نہ کہ دودھ کے دو پیالے جن میں پانی ملا دیا جائے بعدازاں وہ پیشاب بن جائیں۔

عمر بن عبدالعزیز کی خلافت۔ حجاج کے منہ سے

مصنف فرماتے ہیں: مجھے خبر ملی ہے کہ امام مالکؒ بن انس نے یہ حکایت بیان کی کہ ایک بار حجاج پر غنودگی طاری تھی، اس وقت عنبسہ بن سعید بن عاص بھی موجود تھے، وہ کہتے ہیں کہ حجاج نے غنودگی کی حالت میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا ذکر کیا تو میں نے حجاج کو خوش کرنے کے لئے آپ پر نکتہ چینی کی۔ حجاج نے غنودگی ہی میں کہا خاموش! ہم کہتے ہیں کہ وہ اس امر خلافت کے سربراہ بنیں گے اور اس میں عدل کریں گے میں اسے اونگھتا چھوڑ کر اُٹھ آیا اور دوسرے لوگ بھی اُٹھ گئے، اتنے میں حجاج کی آنکھ کھلی تو ہم سب غائب تھے اس نے خادم سے کہا: عنبسہ کو فوراً بلاؤ۔ میں آیا تو کہا: میں نے تجھ سے (غنودگی میں) کیا کہا تھا؟ میں نے کہا کوئی خاص بات نہیں اس نے کہا: کوئی بات کیوں نہیں تھی؟ اس

ذات کی قسم جس کے قبضہ میں جان ہے اگر میں نے وہ بات کسی کے منہ سے سنی تو تیری گردن اُڑا دوں گا۔

رجاء بن حیوۃ کا عجیب خواب

سعید بن صفوان کہتے ہیں کہ عبدالملک بن ارطاۃ، رجاء بن حیوۃ کندی اور عمر بن عبدالعزیز کی آپس میں گہری دوستی تھی اور یہ تینوں عبادت و طاعت میں ہم صحبت تھے، رجاء بن حیوۃ اردن کے تھے، اپنے دور کے سب سے بڑے عابد، پسندیدہ اخلاق، دانا، حلیم اور باوقار تھے، خلفاء ان کی قدر کرتے تھے اور انہیں اپنا وزیر و مشیر اور اپنے حکام اور اولاد کا نگراں مقرر کرتے تھے، سلیمان بن عبدالملک کے ساتھ ان کے مراسم سب سے زیادہ گہرے تھے، اُسے ان پر بڑا اعتماد تھا اور اپنے راز ان سے کہہ دیتا تھا۔ ادھر بنی مروان میں عمر بن عبدالعزیز کو سلیمان کے ہاں بڑا مرتبہ حاصل تھا، اور اُسے آپ سے خصوصی تعلق خاطر تھا۔ جب سلیمان نے عمر بن عبدالعزیز کو مدینہ کا گورنر بنایا تو حضرت عمرؓ کے حالات معلوم کرنے کے لئے رجاء بن حیوۃ کو ان کے پاس بھیجا، تاکہ وہ حضرت عمرؓ کے طور و طریق اور سیرت و روش کی ٹھیک خبر لائے۔ دراصل سلیمان کے دل میں حضرت عمرؓ کو اپنے بعد خلیفہ بنانے کا خیال تھا، وہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ آپ کہاں تک اس کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ رجاء بن حیوۃ، عمر بن عبدالعزیز کے پاس گئے، آپ نے ان کی تعظیم و تکریم اور لطف و نوازش میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا، چند دن آپ کے یہاں ان کا قیام رہا، معمول یہ تھا کہ ہر صبح نماز فجر کے بعد وہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کے پاس چلے جاتے، دونوں کی نجی مجلس ہوتی جب تک رجاء بن حیوۃ باہر نہ آجاتے کسی کو اندر جانے کی اجازت نہ ہوتی، ایک دن جب یہ حضرت عمرؓ کے پاس گئے تو حضرت عمرؓ تو ان سے مخاطب تھے، مگر ان کا ذہن غیر حاضر تھا۔ انہوں نے رات ایک خواب دیکھا تھا، اس کی سوچ میں لگے ہوئے تھے حضرت

عمرؓ نے ان سے فرمایا: کیا قصّہ ہے؟ آپ کا ذہن کسی دوسری چیز کی طرف متوجہ ہے؟ انہوں نے فرمایا: ۔ دراصل میں نے آج رات ایک خواب دیکھا ہے، بس اسی کو سوچ سوچ کر تعجب کر رہا ہوں۔" حضرت عمرؓ نے کہا: اللہ آپ پر رحم فرمائے، بیان تو کیجئے کیا خواب دیکھا آپ نے؟" انہوں نے کہا: جی! ضرور بیان کروں گا اور اس میں کچھ حصّہ آپ کا بھی ہے۔"

"خواب یہ ہے کہ میں نے آج رات دیکھا کہ گویا آسمان کے دروازے کھل گئے ہیں، میں ابھی ان کھلے دروازوں کو دیکھ ہی رہا ہوں کہ اچانک دو فرشتے اترے، ان کے ساتھ ایک تخت ہے۔ میں نے ایسا خوب صورت تخت کبھی نہیں دیکھا، یہ تخت انہوں نے مدینہ میں لاکر رکھا پھر اوپر چلے گئے اور میں انہیں جاتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، وہ دونوں آسمان کے دروازوں میں داخل ہو گئے کچھ دیر بعد پھر آئے اس بار ان کے پاس لیسے سفید کپڑے ہیں کہ میں نے ایسے بہترین کپڑے کبھی نہیں دیکھے، ان کی مہک میرے مشام جاں کو معطر کر رہی تھی، میں ان دونوں کے قریب گیا اور ان سے دریافت کیا کہ یہ کپڑے کیسے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ سندس و استبرق ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے۔ پھر وہ اوپر چلے گئے اور تھوڑی دیر بعد اپنے ساتھ ایک شخص کو لائے، جس کا حلیہ یہ تھا۔ آنکھیں بڑی بڑی خوبصورت سرخ و سفید اور سرمگیں۔ زلفیں نہایت سیاہ، کانوں کی لو تک —— دونوں کندھوں کے درمیان کا فاصلہ اچھا خاصا جسم سڈول، گندھا ہوا۔ اور شخصیت —— سراپا ہیبت و وقار کا مجسمہ دونوں فرشتوں نے ان صاحب کو اس تخت پر جو سندس و استبرق کے فرش پر بچھا ہوا تھا لا کر بٹھا دیا میں نے قریب جا کر دریافت کیا، یہ کون بزرگ ہیں؟ فرشتوں نے بتایا کہ "آپ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔" یہ سن کر میں تو کانپ کانپ گیا، اور اسلئے پاؤں ہٹتے ہٹتے اتنی دور جا کھڑا ہوا جہاں سے یہ سارا منظر نظر آ رہا تھا اور گفتگو بھی سنائی دے رہی تھی۔"

دریں اثنا ایک اور شخص کو لایا گیا، جسم میانہ، بدن پُرگوشت۔ اس کے ہاتھ گردن سے بندھے ہوئے تھے، اسے لا کر آپؐ کے سامنے کھڑا کر دیا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہوئے، اسلام میں اس کے کارناموں کی تعریف فرمائی اور فرمایا تو میرا رفیق غار ہے تو ابوبکر صدیقؓ ہے مگر یہاں معاملہ میرے بس کا نہیں، کسی اور کے سپرد ہے۔ میں تیرے لئے اللہ کے سامنے کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا۔ یہ صاحب بدستور کھڑے رہے، کچھ دیر بعد حکم ہوا، ان کو چھوڑ دیا گیا اور تخت کے ایک طرف زمین پر بٹھا دیا گیا۔

پھر ایک اور شخص کو لایا گیا۔ جسم نہایت خوب صورت اور ہاتھ گردن سے بندھے ہوئے لا کر آپؐ کے سامنے کھڑا کر دیا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہوئے اس کے اسلامی کارناموں کی تعریف فرمائی اور فرمایا تو فاروقؓ ہے، جس کے ذریعہ اللہ عزوجل نے دین کو عزت بخشی اور تو وہی ہے جس نے یہودی کو ٹھکانے لگایا، مگر یہاں کا معاملہ میرے بس کا نہیں، کسی اور کے سپرد ہے اور میں تیرے لئے اللہ کے سامنے کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا۔ یہ صاحب کچھ دیر کھڑے رہے، پھر ان کی رہائی کا حکم ہوا اور انہیں حضرت ابوبکرؓ کے پاس بٹھا دیا گیا۔

پس اسی طرح ایک ایک خلیفہ کو لایا جاتا رہا یہاں تک کہ آپ کا نمبر آیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے جب اتنا سنا تو کانپتے ہوئے کھڑے ہو گئے اور فرمایا: "ہاں! ابوالمقدم! ذرا جلدی بتاؤ کہ پھر میرے ساتھ کیا گزری؟"

انہوں نے کہا: "آپ کو لایا گیا۔ آپ کے دونوں ہاتھ گردن سے بندھے ہوئے تھے بڑی دیر تک آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا رکھا گیا، بالآخر رہائی کا حکم ہوا اور آپ کو حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے ساتھ بٹھا دیا گیا۔"

حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کو اس خواب سے بڑی حیرت ہوئی اور رجاءؒ بن حیوۃ سے فرمایا: اگر تمہارے ورع و تقویٰ ریاضت و مجاہدہ، صدق و وفا اور دوستی و رفاقت پر

مجھے اعتماد نہ ہوتا تو آپ کو بتاتا کہ آپ کا خواب صحیح نہیں کیونکہ میں نے فیصلہ کر رکھا ہے کہ میں کبھی اس امر خلافت کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔ مگر آپ کا خواب اور آپ کی گفتگو سُن کر مجھے خیال ہوتا ہے کہ خواہی نخواہی مجھے اس امت کی خلافت میں مبتلا ہونا ہی پڑے گا۔ بخدا! اگر میں اس میں مبتلا ہوا تو یہ دنیا کا شرف تو ہے ہی مگر میں اس کے ذریعہ آخرت کا شرف حاصل کروں گا۔

خلیفہ کی معذرت

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اپنی گورنری کے زمانہ میں ایک دن مدینہ میں جا رہے تھے، چادر زمین پر گھسٹ رہی تھی، محمد بن کعب القرظی نے ان کو پکار کر کہا: "اے عمر! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو چادر ٹخنوں سے نیچے ہو وہ دوزخ میں جلے گی۔" حضرت عمرؓ نے ان کی طرف غضبناک نظروں سے گھورتے ہوئے کہا: "کعب کے بچے! خدا سے ڈر! تیری مثال چراغ کی بتی جیسی نہ ہو کہ لوگوں کو روشنی کرتی ہے اور خود جلتی ہے (مطلب یہ تھا کہ جا تو اپنا کام کر خود را فضیحت، دیگراں را نصیحت)۔" جب آپ خلیفہ ہوئے تو محمد بن کعب کا پوچھا بتایا گیا کہ وہ تو جہاد پہ ہیں۔ آپ نے دربب کے گورنر کو لکھا کہ اگر وہ محاذ سے واپس آ گئے ہوں تو انہیں زادِ سفر دے کر فوراً بھیجدو، البتہ اگر وہ آنا پسند نہ کریں تو انہیں مجبور نہ کیا جائے جب محمد بن کعب محاذ سے گورنر کے پاس پہنچے تو اس نے حضرت عمرؓ کے پاس جانے کی درخواست کی اور وہ خط پیش کیا، انہوں نے فرمایا: سامان کی تو مجھے حاجت نہیں، میرے پاس سب کچھ ہے باقی رہا جانے کا مسئلہ؟ تو اگر ان کا خط نہ آتا تب بھی میں جانے کا ارادہ رکھتا تھا۔

محمد بن کعب جب حضرت عمرؓ کے یہاں پہنچے تو دیکھا کہ ان کی ہیئت، مدینہ کی گورنری کی ہیئت سے بڑی مختلف ہے، حضرت عمرؓ نے پہلی بات یہ کہی: "محمد! مدینہ میں جب

تم نے مجھے نصیحت کی تھی میں نے اس کا اُلٹ جواب دیا تھا، خدارا اس گناہ پر میرے لئے استغفار کیجئے۔" یہ کہا اور روتے روتے داڑھی تر ہوگئی، محمد بن کعب نے عرض کیا: امیر المومنین اللہ تعالیٰ آپ کی بخشش فرمائے اور آپ کی لغزش معاف فرمائے۔"

یہ حضرت عمرؓ کی طرف بار بار غور کے ساتھ دیکھ رہے تھے، حضرت عمرؓ نے فرمایا: مجھے بڑے غور سے دیکھ رہے ہو، کیا بات ہے؟ عرض کیا یہ دیکھ کر سوچتا اور تعجب کرتا ہوں کہ وہ چمکیلا رنگ، وہ بہترین زلفیں اور وہ نرم و گداز جسم کہاں گیا؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا: اگر قبر میں جانے کے تین دن بعد مجھے دیکھو، جب کہ میری آنکھوں کی پتلیاں رخساروں پر گر جائیں گی اور منہ اور ناک سے پیپ بہ رہی ہوگی اور کیڑے رینگتے ہوں گے تو اس وقت کیا حالت ہوگی؟ یقیناً تم اس دن میری حالت میں آج سے زیادہ تغیر پاؤ گے۔

اب تم سے دلچسپی نہیں رہی

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے آزاد کردہ غلام سہل بن صدقہ کہتے ہیں کہ جب خلافت حضرت عمرؒ کو ملی تو ان کے گھر سے بلند آواز سے رونے کی آواز سنی گئی دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؒ نے اپنی باندیوں سے فرمایا کہ مجھ پر ایک ایسے کام کا بوجھ آ پڑا ہے جس نے تم سے میری دلچسپی ختم کر دی۔ اب تمہیں اختیار ہے جسے آزادی کی خواہش ہو میں اسے آزاد کئے دیتا ہوں اور جو میرے یہاں رہنا چاہیے یہ سوچ سمجھ کر رہے کہ اسے اب مجھ سے کچھ نہیں ملے گا۔" اس لئے وہ آپ سے مایوس ہو کر رو رہی ہیں۔

آپ کی خلافت، سلیمان کے گناہوں کا کفارہ

ایک شخص نے سلیمان بن عبد الملک کو بتایا تھا کہ چند دن تک خلافت اسے (سلیمان کو) ملے گی اور پھر اسی طرح ہوا بھی، یہ شخص سلیمان کے پاس آیا تو سلیمان نے پوچھا: "میرے بعد خلیفہ کون

ہوگا؟ اس نے کہا مجھے خبر نہیں۔ سلیمان نے کہا: تجھ پر افسوس ہے میرا بیٹا ایوب ہی تو ہوگا۔ اس نے کہا: میں ایوب کا نام تو خلفائیں نہیں پاتا، البتہ یہ پاتا ہوں کہ آپ اپنے بعد ایک شخص کو خلیفہ بنائیں گے جو آپ کے بہت سے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔

قسطنطنیہ کے لوگوں پر شفقت

امام مالک بن انسؒ فرماتے ہیں۔ ابن زرارہ، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس آئے اور کہا: میں ایسی قوم کے پاس سے آیا ہوں جو آپ کے عطیات کے سب سے زیادہ محتاج ہیں۔ فرمایا: ہرگز نہیں! ہاں قسطنطنیہ کے لوگ ہوں تو ہوں۔

آپ سے پہلے غلوں کا نرخ

ابراہیم بن نشیط کا بیان ہے کہ سلیمان بن عبدالملک کا جب انتقال ہوا اور عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ ہوئے اس وقت میرا سنِ شعور تھا اور میں ایک مُدّ غلہ ستر دینار میں تلاش کرتا تھا۔

آپ کی خلافت پر بنی اُمیّہ کا ردِّ عمل

سلیمان کے بعد جب لوگوں نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے بیعت کرلی اور اس کی خبر عبدالرحمٰن بن حکم بن ابی العاص کو پہنچی تو اس نے ہشام بن عبدالملک کو ڈانٹ ڈپٹ کا خط لکھا اس میں چند اشعار تھے (جن کا ترجمہ یہ ہے)

ہشام کو اور ان لوگوں کو جو وابق میں جمع تھے میرا پیغام پہنچا دو کہ اب تم زمانے کی ہلاکت سے بچ نہیں سکتے۔

تم نے اپنے ہاتھوں اپنی موت کا سامان کیا، جیسے اس بکری نے زمین کرید کر چھری نکال لی تھی۔

جس دن تم نے مخالف امام کی بیعت کر لی، جس کا تذکرہ مدینہ سے حجر تک ہے۔

اس کا جواب ہشام کی طرف سے بنی مروان میں سے کسی نے یہ دیا (اشعار کا ترجمہ)

ابو مروان کو میرا پیغام پہنچا دو۔ تو مجھے کس بات پر ملامت کرتا ہے؟ میری وفاداری اور صبر پر؟

اگر ہدایت وہی ہے جس کی تو دعوت دیتا ہے تو تو نے اس کے لئے کیا محنت کی اور کونسا قابلِ ذکر کارنامہ انجام دیا؟

تُو تو ہمیشہ دم چھلا رہا ہے تو نہ کبھی صفِ اوّل کا آدمی تھا، نہ صاحبِ صبر و عزیمت۔ ہم ہی نے تجھ سے اس کام کی کفایت کی، جیسا کہ گذشتہ دور میں ہمارا باپ تیرے باپ سے تمام کاموں کی کفایت کرتا تھا۔

خلیفہ کی جانب سے نصیحت کی درخواست

سالم افطس کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ سب سے زیادہ خوش پوشاک تھے عمدہ سے عمدہ عطر استعمال کیا کرتے تھے، جب خلافت آپ کے سپرد ہوئی تو گھٹنوں میں سر دے کر رونے لگے، لوگوں نے کہا: خلافت کی خوشی میں روتے ہیں، پھر سر اٹھایا، آنکھیں صاف کیں اور دُعا کی: اے اللہ! مجھے وہ عقل عطا کر جو مجھے نفع دے۔ اور جس چیز کی طرف میں جانے والا ہوں اسے میری نظر میں اہم بنادے اس چیز کی بہ نسبت جو مجھ سے زائل ہونے والی ہے پھر گھر گئے، وہ کپڑے اتار دیئے اور عطر کو پانی سے دھویا۔ حجام کو بلوا کر بال اُتروائے اور کاغذ قلم لے کر اپنے ہاتھ سے یہ خط لکھا:۔

اللہ کے بندے عمر بن عبد العزیزؒ کی طرف سے، حسن بصری اور مطرف بن عبد اللہ بن الشخیر کے نام، سلام علیکم: میں تمہارے سامنے اس اللہ کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اسی سے سوال کرتا ہوں کہ وہ اپنے بندے اور رسول حضرت محمد ﷺ پر

رحمت نازل فرمائیں۔ اما بعد: میں تمہیں اللہ کے خوف (التقویٰ) کی وصیت کرتا ہوں، کیونکہ اس کے کہنے والے بہت ہیں اور کرنے والے کم ہیں۔ جب میرا یہ خط ملے مجھے کچھ نصیحت لکھ بھیجو، اور میری تعریف نہ کیجو۔ والسلام۔

اس کے جواب میں حضرت حسن بصریؒ نے لکھا:۔

حسن بن ابی الحسن بصری کی طرف سے عمر بن عبدالعزیز کے نام السلام علیکم۔ میں آپ کے سامنے اللہ پاک کی حمد کرتا ہوں۔ جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اما بعد: دنیا خوف کا مقام ہے، یہاں آدم علیہ السلام کو بطور عقوبت بھیجا گیا تھا، جو شخص اس کی عزت کرے یہ اسے ذلیل کر دیتی ہے اور جو اس کی اہانت کرے اس کی عزت کرتی ہے اور جو اس کی خاطر مال جمع کرے اسے فقیر کر دیتی ہے ہر دن کوئی نہ کوئی اس کے ہاتھوں قتل ہوتا رہتا ہے پس آپ، اے امیر المومنین۔ اس کے لگائے ہوئے زخموں کا علاج کرنے والے بن جائیے اور دوا و علاج کی سختی پر صبر کیجیے کیونکہ آئندہ طویل ترین مصائب کا خطرہ آپ کو لاحق ہے۔"

اور مطرف بن عبداللہ نے جواب دیا:۔

اللہ کے بندے، امیر المومنین عمر کے نام از طرف مطرف بن عبداللہ۔ امیر المومنین! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میں آپ کے سامنے اللہ پاک کی حمد بجا لاتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

اما بعد: صرف اللہ سے انس رکھیے، سب سے کٹ کر صرف اسی کے ہو رہیے کیونکہ جن حضرات نے صرف اللہ سے انس رکھا اور اسی کے ہو رہے انہیں اپنی تنہائی کے باوجود وہ انس حاصل ہوا جو لوگوں کو کثرت تعداد کے باوجود حاصل نہ ہو سکا انہوں نے دنیا کی اسی چیز کو مار ڈالا جس کے بارے میں خوف تھا کہ ان کے دلوں کو مار ڈالے گی اور انہوں نے خود ہی اس چیز کو چھوڑ دیا جس کے بارے میں اندیشہ تھا کہ وہ انہیں چھوڑ دے گی،

چنانچہ وہ اس چیز کے دشمن بن گئے جس سے لوگ دوستی کا پیمان باندھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو ان میں سے بنا دیں، کیونکہ یہ لوگ کم ہوگئے ہیں۔ والسلام

خلیفہ کا یومیہ وظیفہ :

حکم بن عمر حمصی کہتے ہیں، حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے سب سے پہلے جس چیز سے آغاز کیا وہ یہ تھا کہ انہوں نے کوئی مغصوبہ زمین نہیں رہنے دی اور اپنی طرف کسی کا کوئی مطالبہ نہیں رہنے دیا جسے پورا نہ کر دیا ہو، آپ نے تمام جائیداد، غلام لونڈی، چوپائے، آلات کشاورزی، گھر کا سامان، سواری، لباس عطر وغیرہ سب کچھ بیچ ڈالا، اور تمام قیمت جو ۲۳ ہزار دینار تھی۔ دوسرے حضرات نے ۴۳ ہزار دینار بتائی ہے۔ اللہ کی راہ میں دیدی اور ایک ہزار کی ایک لونڈی خرید لی جو آپ کا کھانا پکاتی اور کپڑے دھویا کرتی تھی ایک غلام خریدا جو آپ کی ضروریات میں ہاتھ بٹاتا تھا، آپ کو گوشت، روٹی اور ترکاری کے لئے یومیہ دو درہم ملتے تھے، خواہ بھاؤ کم ہو یا زیادہ۔

عبد اللہ بن عمر جزری کہتے ہیں: جب سلیمان کو دفن کیا جا چکا تو لوگ عمر بن عبد العزیز سے بیعت کے لئے ٹوٹ پڑے ہجوم کی وجہ سے آپ کے صاحبزادے کی قمیص کا دامن پھٹ گیا، آپ نے ان سے فرمایا، بیٹا! قمیص کے گریبان کی مرمت کر لو، کیوں کہ جس قدر آج تم اس کے ضرورت مند ہو اتنے پہلے کبھی نہیں تھے۔

سائل سے ہمدردی

ابن عیاش فرماتے ہیں: حضرت عمرؓ ایک روز اپنے شہبا نامی خچر پر سوار ہو کر گھر سے نکلے، ایک قمیص اور ایک بوسیدہ گیروی رنگ کی چادر زیب تن تھی، اتنے میں ایک اونٹ سوار آیا۔ اس نے سواری کو بٹھا کر دریافت کیا کہ عمر کہاں ہیں؟ اسے بتایا گیا کہ ذرا

باہر کئے ہیں ابھی تشریف لاتے ہیں۔ حضرت عمرؓ ایک شخص کی معیت میں تشریف لائے تو سائل کو بتایا گیا کہ یہی امیر المؤمنین عمرؓ ہیں۔ سائل اٹھ کر آپ کی خدمت میں گیا اور اپنی زمین کے معاملہ میں عدی بن اَرطاۃ کی (جو آپ کے گورنر تھے) شکایت کی (کہ وہ میری زمین نہیں دلواتے) حضرت عمرؓ نے فرمایا: بخدا اس کی سیاہ دستار نے ہمیں دھوکا دیا (کہ ہم نے اسے نیک سمجھ کر گورنر بنادیا) میں نے اسے لکھا تھا کہ جو شخص اپنے حق پر بَیِّنہ (گواہی) پیش کردے اس کی چیز فوراً اس کے سپرد کر دیا کرو، مگر اس نے میری وصیت فراموش کر دی اور تجھے خواہ مخواہ یہاں آنے کی زحمت دی۔ پھر آپ نے حکم لکھ دیا کہ اس کی زمین اسے دلوائی جائے پھر آپ نے اس سے دریافت فرمایا: میرے پاس آنے میں تیرا کیا خرچ آیا؟ اس نے عرض کیا اے امیر المؤمنین آپ مجھ سے خرچ پوچھتے ہیں، حالانکہ آپ نے میری زمین مجھے دلوادی جو ایک لاکھ سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: وہ تو تیرا حق تجھے ملا، تُو یہ بتا کہ تیرا خرچ کیا آیا؟

عرض کیا: جی معلوم نہیں۔ فرمایا کچھ اندازہ تو ہوگا۔ عرض کیا: یہی کوئی ساٹھ درہم ہوں گے آپ نے حکم فرمایا کہ بیت المال سے دیئے جائیں وہ جا رہا تھا کہ حضرت عمرؓ نے اسے آواز دے کر بلایا اور جب وہ واپس آیا تو فرمایا لو یہ پانچ درہم میرے مال سے ہیں، گھر جانے تک ان کا گوشت لے کر کھاؤ گے انشاءاللہ

حضرت سلیمان بن داؤد خولانی کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرمایا کرتے تھے۔ کاش میں تمہارے معاملہ میں کتاب اللہ پر (پورا پورا) عمل کر سکتا اور تم لوگ بھی اس پر عمل کرتے اب تو یہ حالت ہے کہ جب تمہارے درمیان ایک سنت کو بھی نافذ کرتا ہوں تو میرا ایک عضو جھڑ جاتا ہے۔ بالآخر اسی میں میری جان نکل جائے گی۔

ولید کے بیٹے کے نام

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے بے انصافیوں کو رفع کرنا، بنی اُمیّہ کے وظائف اور ان

کے نوکروں کی تنخواہیں بند کرنا اور ان کی زمینوں کو خراج کی طرف واگذار کرانا شروع کیا اور ان کی جاگیریں ختم کر کے انہیں تنگدست کر دیا تو وہ اس پر بڑے سٹ پٹائے اور وفد کی صورت میں آپ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ آپ نے مسلمانوں کے بیت المال کو تو خوب بھر دیا مگر ان "اصلاحات" سے اپنے خاندان کو قلاش بنا دیا۔ یہ خلافت آپ سے پہلے اور لوگوں کے پاس بھی رہی ہے، پہلے خلفاء کے فیصلوں کو اپنی جگہ رہنے دیجئے اور آئندہ نئے معاملات میں آپ جو چاہیں کریں۔ فرمایا: یہ تمہاری رائے ہے؟ عرض کیا: جی ہاں۔ فرمایا: لیکن میری رائے یہ نہیں، واللہ! میں یہ چاہتا ہوں کہ روئے زمین پر کوئی ناجائز فیصلہ ایسا نہ رہے جسے ختم نہ کر دوں، اس سلسلہ میں یہاں تک جانے کو تیار ہوں کہ میں جب بھی کسی ظلم کی اصلاح کروں اس کے عوض میرا ایک عضو گر جائے جس کی ٹیس مجھے بے آرام کئے رکھے اور وہ پھر صحیح سالم اپنی پہلی حالت پر لوٹ آئے یہاں تک کہ جب کوئی مظلمہ باقی نہ رہے تو میری روح پرواز کر جائے۔

بنی امیہ نے یہ سنا تو وہاں سے اٹھ کر ولید کے ایک بیٹے کے پاس گئے۔ جو ان کے خاندان میں سب سے بڑا تھا اور اس سے کہا وہ حضرت عمرؓ کو زجر و توبیخ کا خط لکھے، ممکن ہے یہ خط انہیں ان کے "غلط رویے" سے باز رکھ سکے، چنانچہ اس نے آپ کو لکھا۔

"اما بعد، تو نے اپنے پیشرو خلفاء کی توہین کی ہے، تو نے ان کی سیرت و روش چھوڑ کر نئی راہ اختیار کی ہے، تو ان کی تنقیص اور ان کے اعمال پر نکتہ چینی کی غرض سے ان کے فیصلوں کو "مظالم" کا نام دیتا ہے اور ان کے بعد ان کی اولاد کو سب و شتم کا نشانہ بناتا ہے۔ حالانکہ تجھے اس کا کوئی حق حاصل نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ جس نے صلہ رحمی کا حکم فرمایا ہے تو نے اسے قطع کر دیا ہے اور اپنے اہل قرابت سے بے انصافی کی ہے، تو نے محض ظلم و عدوان اور جور و ستم کی بنا پر قریش کے اموال، ان کی میراث اور ان کے حقوق کو اپنے بیت المال میں داخل کر لیا ہے۔

پس اے عبدالعزیز کے بیٹے! اللہ سے ڈر اور اس کا دھیان رکھ اگر تو اپنے اہل قرابت کو قطع رحمی اور ظلم کا نشانہ بناتا رہا تو تو زیادہ دیر تک اپنے منبر پر نہیں رہے گا قسم اللہ کی جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کرامت سے نوازا تو نے اپنی اس خلافت کے ذریعہ، جس کو تو ابتلاٗ سمجھتا ہے اور وہ واقعی تیرے لئے ابتلا ہی ہے ـــــ اللہ سے دور ہونے میں اضافہ کر لیا ہے اس لئے اپنے ظالمانہ طرز عمل میں لچک پیدا کر لے اللہ! سلیمان بن عبدالملک سے تو ہی حساب لے کہ اس نے امتِ محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) سے کیا سازش کی جب اس نے عمر بن عبدالعزیز کو خلیفہ بنا کر ان پر مسلط کر دیا۔"

اس کے جواب میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے لکھا :۔

امیرالمؤمنین عمرؓ کی طرف سے فلاں بن الولید کے نام۔ سلام اس شخص پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔ میں تیرے سامنے اللہ کی حمد و ثنا کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ـــــ امابعد اے فلاں! تیری ابتدائی حالت یہ ہے کہ تیری ماں "بنانہ" سکونی کی لونڈی تھی، حمص کے گھروں میں جاتی اور وہاں سارا دن دکانوں کا چکر کاٹتی تھی، خدا بہتر جانتا ہے کہ اس کی وہاں کیا حالت تھی، پھر اسے دینار بن دینار نے مسلمانوں کی "فئے" سے خرید کر تیرے باپ کو ہدیہ کیا، پس وہ تیرے ساتھ حاملہ ہوئی۔

پس تو ماں کے پیٹ میں بھی کیا ہی برا تھا اور پیدائش کے بعد بھی۔ پھر تیری نشو و نما ہوئی تو تو جبار اور بدبخت بنا، تو نے اپنے خط میں مجھے ظالم کہا ہے اور تیرا خیال ہے کہ تیری اور تیرے گھرانے کی عزت و حرمت مسلمانوں کے بیت المال سے وابستہ ہے، جس میں اہل قرابت، ضعیف، مسکین اور مسافر کا حق ہے تو انہی میں کا ایک ہے، جو ان کو ملے گا اتنا ہی تجھ کو ملے گا اور جو کچھ ان کے ذمہ ہوگا وہی تیرے ذمہ ہوگا۔ مجھ سے بڑا ظالم اور عہد الٰہی کا تارک کون ہوگا اگر میں تیرے جیسے نادان بچے کو عامل بنا دوں کہ تو مسلمانوں کے خون و مال میں اپنی من مانی کرتا پھرے جس کی نہ نیت صحیح ہو، نہ اولاد کی محبت کے سوا اس کے فیصلوں کی کوئی بنیاد ہو، حالانکہ یہ نہ

تو تیرے لئے جائز ہے، نہ اس کا تجھے حق ہے۔ پس ہلاکت ہے تیرے لئے اور تیرے باپ کے لئے۔ قیامت کے دن تم دونوں پر نالش کرنے والوں اور گردن میں کپڑا ڈالنے والوں کی تعداد کیا کچھ کم ہوگی؟ اور جس کے خلاف دعویٰ کرنے والوں کی تعداد اتنی زیادہ ہو اس کی نجات کی کیا سبیل ہو سکتی ہے؟ مجھ سے بڑا ظالم اور عہد الٰہی کا تارک کون ہوگا اگر میں مسلمانوں کی "فئے" اور اُن کے صدقات میں فلاں بربری عورت کا حصہ لگا دوں؟ تیری ماں تجھے گم پائے کیا اس عورت نے ہجرت کی ہے یا بیعتِ رضوان میں شریک ہوئی ہے کہ وہ مقاتلین (مجاہدین) کے حصہ کی مستحق ہو؟ اور مجھ سے بڑھ کر ظالم اور عہد الٰہی کا تارک وہ ہے جس نے قرۃ بن شریک ایسے اکھڑ، گنوار دیہاتی کو مصر کا عامل بنا ڈالا اور اُسے ناؤنوش، شراب اور ساز و سارنگی کی کھلی چھٹی دے رکھی اور مجھ سے بڑا ظالم اور عہد الٰہی کا تارک وہ ہے جس نے یزید بن ابی مسلم کو سارے مغرب پر مسلط کیا کہ وہ مالِ حرام سمیٹتا اور خونِ ناحق بہاتا رہے۔ ذرا صبر کر، اگر میرے چل چلاؤ کی تیاری جلدی شروع نہ ہوگئی اور میری عمر نے وفا کی اور اللہ تعالیٰ نے حقوق ان کے مالکوں کی طرف لوٹا دیئے تو میں تیرے گھرانے کے واسطے پوری طرح فارغ ہو جاؤں گا اور تمہیں سیدھی اور روشن روش پر قائم کرکے چھوڑوں گا، مدتِ دراز تک تم لوگوں نے راستہ کی چھوٹی چھوٹی پگڈنڈیوں کو اختیار کئے رکھا اور حق کو پس پشت ڈالا۔ علاوہ بریں ایک اور چیز جس کے بارے میں میں اُمید رکھتا ہوں کہ وہ بہتر رائے ہوگی، یہ ہے کہ میں تیری گردن کے بیچنے کا قطعی حکم دوں گا کیونکہ کتاب اللہ کے مطابق ہر مسلمان کا تجھ میں حصہ ہے۔

اور سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔ ہاں ظالموں کو اللہ کا سلام نہیں پہنچتا۔"

مصنفؒ فرماتے ہیں، ہمارے بعض اصحاب نے عبداللہ بن یوسف سے انہوں نے عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے عیسیٰ بن المثنی الکلبی اور محمد بن حجاج الخولانی سے سُنا وہ ذکر کرتے تھے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے ولید کے کسی لڑکے کے نام خط لکھا تھا (اس کا مضمون وہی اوپر کے مکتوب کا ہے البتہ) اس میں

"اللہ اعلم" والا فقرہ نہیں اور اس خط میں یہ بھی لکھا :-

"ہاں اگر تم چاہو تو میں بتاؤں کہ مجھ سے زیادہ ظالم اور عہد الٰہی کا تارک کون ہے؟ وہ تیرا باپ ہے جس نے بنی ابی عقیل کے غلام یزید بن ابی مسلم کو مغرب کے ۲/۵ حصہ پر مسلط کیا۔ جس کے لئے قتل کرنا، سولی دینا، اور ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالنا معمولی بات تھی۔" اور اس میں اس سے زیادہ اور اس سے بڑھ کر ناگوار باتیں تھیں۔" اور اگر وہ بات نہ ہوتی جو مجھے تجھ سے باز رکھتی ہے تو میں تیری طرف ایسے شخص کو بھیجتا جو تیری توہین و تذلیل کے لئے تیرا سر مونڈھ لاتا۔ مگر ابھی تک پانی سر سے اونچا نہیں ہوا" والسلام"

خلیفہ کے خصماء

مجھے بعض اہل علم نے بتایا ہے کہ سلیمان بن عبدالملک رحمہ نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے کہا - دیکھئے موسم حج میں کس کثرت سے لوگ جمع ہیں؟ فرمایا: امیرالمومنین یہ سب آپ کے خصما ہیں (قیامت کے دن دربار خداوندی میں آپ کے خلاف نالش کریں گے)

ولید کی تہمت اور اس کی اصلاح

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی نے ولید بن ہشام المُعَیطی کو قنسرین کا امیر لشکر اور فرات بن مسلم کو وہاں کا امیر خراج مقرر کیا - ان دونوں کے درمیان اَن بَن ہو گئی، ولید بن ہشام نے اس قصہ کو یہاں تک پہنچا دیا کہ قنسرین کے چار معمر افراد کو تیار کیا کہ وہ فرات کے خلاف یہ شہادت دیں کہ وہ نماز نہیں پڑھتا، صحت و اقامت کی حالت میں بھی رمضان کے روزے نہیں رکھتا غسل جنابت تک نہیں کرتا اور ماہواری کی حالت میں بیوی کے پاس جاتا ہے، یہ لوگ جن کی ڈاڑھیاں مہندی سے رنگین تھیں، حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی کے پاس آئے اور یہ گواہی دی، حضرت عمر رضی نے فرمایا: یہ تو خیر تم نے دیکھا ہوگا کہ اس نے نماز نہیں پڑھی، خدا جانے جان

بوجھ کر، یا سہو و نسیان کی وجہ سے۔ اور یہ بھی تم نے دیکھا ہوگا کہ بظاہر اسے کوئی مرض نہیں تھا اس کے باوجود اس نے رمضان میں روزہ نہیں رکھا، لیکن تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ وہ جنابت کا غسل نہیں کرتا اور خاص حالت میں بیوی کے پاس جاتا ہے؟ واللہ! یہ گالی کسی کو نہیں دی جا سکتی، بالخصوص فرات ایسے پاک دامن اور امانت دار شخص کو؟ اے غلام! ان بدکردار بڈھوں کو پولیس افسر کے حوالے کر اور اس سے کہو کہ ہر ایک کی چوٹی پر بیس کوڑے لگائے اور بتقاضائے عمر ذرا نرم ضربیں لگائیں اور ان کو وہی ذلت و رسوائی کافی ہے جس کی طرف یہ لوٹ کر جانے والے ہیں، بشرطیکہ اللہ تعالیٰ ان کے جرم کو معاف نہ کر دے۔ بعد ازاں ان سے ضمانتیں لیں کہ فرات ہی خود اگر ان سے اپنا حق وصول کریں یا انہیں معاف کر دیں اور معاف کر دینا تقویٰ سے زیادہ قریب ہے اور اللہ عزوجل کے ہاں قرب کا ذریعہ ہے پھر آپ نے ولید اور فرات کے درمیان صلح صفائی کرا دی۔

آئندہ سال ولید، قنسرین کے چند سربرآوردہ نبطیوں کی معیت میں آیا حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرات کو لکھا کہ وہ بھی آئیں، وہ آئے، یہ حضرت عمرؒ کے تخت کے پیچھے چھپے بیٹھے تھے کہ اتنے میں نبطی داخل ہوئے، حضرت عمرؒ نے ان سے فرمایا۔ تمہارے امیر (فرات) کے میرے یہاں آنے کے لئے تم لوگوں نے ——— زادِ سفر کے طور پر کیا کچھ مہیا کیا تھا؟ وہ بولے: امیر المؤمنین! کیا واقعی وہ آئے ہیں؟ فرمایا: تمہیں اس کا علم نہیں؟ عرض کیا: نہیں، فواللہ، امیر المؤمنین! ہمیں کچھ خبر نہیں۔

اب حضرت عمرؒ نے ولید کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ولید! ایک شخص قنسرین کی سرزمین کا بادشاہ ہے۔ وہ اپنے زیرِ سلطنت علاقے سے اور اپنی زیرِ حکومت زمین سے چل کر مجھ تک پہنچتا ہے مگر کسی کو کانوں کان اس کی خبر تک نہیں ہوتی وہ نہ کسی کو ہٹو بچو کہتا ہے، نہ کسی کو ڈراتا دھمکاتا ہے، کیا مناسب نہیں ہوگا کہ اسے تواضع کا خوگر اور عفیف باور کیا جائے؟

ولید نے کہا: امیر المومنین! وہ واقعتاً عفیف ہیں اور میری جانب سے ان پر ظلم و تعدی ہوئی، میں اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار کرتا ہوں۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا: اعترافِ خطا بڑی اچھی بات ہے، اور اصرار پر اس کی فضیلت بالکل واضح ہے۔ پھر حضرت عمرؓ نے ان دونوں کو اپنے عہدوں پر واپس کر دیا۔

ولید کی نمائش کا انجام

ولید نے محض نمائشی طور پر حضرت عمرؓ کے یہاں اپنی قیمت بڑھانے کے لئے آپ کو یہ خط لکھا "میں نے اپنے ماہانہ مصارف کا تخمینہ لگایا وہ اتنے درہم ہوتے ہیں اور میری تنخواہ میری ضروریات سے اتنی زیادہ ہے، اگر امیر المومنین کی رائے ہو تو زائد کی تخفیف فرما دی جائے۔"

حضرت عمرؓ نے فرمایا: ولید ایسی چیز کا نمائشی اظہار کیا چاہتا ہے جو میرے خیال میں اس میں نہیں پائی جاتی، اگر محض بر بنائے گمان کسی کو معزول کرتا تو اسے کرتا، پھر آپ نے اتنی تنخواہ کی تخفیف کر دی جس کی اس نے درخواست کی تھی اور اپنے ولیٔ عہد یزید بن عبد الملک کے نام یہ تحریر لکھوائی:۔

ولید بن ہشام نے مجھے اس مضمون کی درخواست بھیجی ہے، میرا بیشتر گمان یہ ہے کہ اس نے ایک ایسی چیز کا غلط اظہار کیا ہے، جس پر وہ قائم نہیں، اگر میں اپنے گمان پر عمل کرتا تو میری جانب سے کبھی اسے کوئی عہدہ نہ دیا جاتا۔ مگر میں ظاہر پر معاملہ کرتا ہوں اور غیب کا علم اللہ کے پاس ہے، میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ اگر مجھے کوئی حادثہ پیش آئے اور خلافت تیرے ہاتھ آئے اور ولید تجھ سے یہ درخواست کرے کہ اس کی یہ تنخواہ بحال کر دی جائے اور وہ یہ ذکر کرے کہ میں نے خواہ مخواہ اس کی تنخواہ کم کر دی تھی تو تیرے یہاں اپنی مراد میں وہ ہرگز کامیاب نہ ہو کیونکہ اس نے اسکے ذریعہ اللہ سے دغا بازی کی ہے،

اللہ تعالیٰ اسے اس دغا بازی کی سزا دے گا۔

چنانچہ یہی ہوا، حضرت عمرؒ کا وصال ہوا اور خلافت یزید کے سپرد ہوئی تو ولید نے اسے لکھا کہ عمرؒ نے مجھ پر ظلم کیا اور میری تنخواہ کم کر دی، لہٰذا میری تنخواہ بحال کی جائے " یزید یہ پڑھ کر غضب ناک ہوا اس کو معزول کر دیا اور حضرت عمرؒ کے زمانے سے اب تک جتنی تنخواہ وصول کر چکا تھا اس کا تاوان بھی اس پر ڈالا اور مرتے دم تک پھر اسے کوئی عہدہ نہیں ملا۔

حضرت عمر اور آپ سے پہلے کے تین خلیفہ

عبدالرحمان بن سلیمان بن عبدالملک کہتے ہیں: میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ کے خادم مزاحم بھی موجود تھے، آپ ایک کھردرے سے گدے پر تشریف فرما تھے، مجھے دیکھ کر فرمایا:۔

عبدالرحمٰن! قریب آجاؤ، میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اپنے ساتھ گدے پر بٹھا لیا، پھر فرمایا عبدالرحمٰن ان تینوں نے کیا کیا؟ میں نے عرض کیا: وہ تینوں کون؟ فرمایا: تیرا دادا (عبدالملک) تیرا باپ (سلیمان) اور تیرا چچا (ولید) میں نے عرض کیا: آپ کی طرح انہوں نے بھی خلافت کی باگ ڈور سنبھالی، پھر بلاوا آیا تو چلدیئے۔ فرمایا میں ان کا قصّہ بتاؤں؟ عرض کیا ضرور۔ فرمایا: دوسروں کی طرح میں بھی تیرے دادے کی صحبت میں رہا ہوں، اس کی تیمارداری میں بھی شریک رہا اس کے دفن میں بھی اوروں کے ساتھ شرکت کی۔ میں نے کسی کو اس سے زیادہ دنیا کا عالم نہیں دیکھا، پھر یہ تمام چیزیں تیرے چچا کے سپرد ہوئیں، میں اس کے پاس بھی رہا اس کی تیمارداری میں بھی شریک رہا، دوسروں کے ساتھ اس کے دفن میں حصہ لیا، میں نے کسی کو اس سے بڑھ کر دنیا پر غالب نہیں دیکھا، پھر یہ ساری چیزیں تیرے باپ کے سپرد ہوئیں، زندگی بھر میرا اس کا ساتھ رہا، اس کی تیمارداری اور کفن دفن میں بھی شریک ہوا، میں نے اس سے زیادہ دنیا کو کھاتے کسی کو نہیں دیکھا۔ اب یہ دنیا میری طرف متوجہ

ہوئی ہے اور مجھ سے میرے دین کا سودا کیا چاہتی ہے۔" یہ فرماتے ہوئے آپ پر گریہ طاری ہو گیا اور بے اختیار رو پڑے، یہ دیکھ کر آپ کے خادم مزاحم نے کہا: عبدالرحمٰن! تم اُٹھ جاؤ میں اُٹھ کر ابھی مکان کے دروازے تک نہیں پہنچا تھا کہ آپ کے رونے کی آواز اس طرح بلند ہونے لگی جیسے بیل کی آواز ہو۔

سیڑھیوں کی مرمت

ابن عیاش رح کہتے ہیں: حضرت عمرؓ کے مکان کے صحن سے اندر جانے کے لئے دو سیڑھیاں تھیں (یعنی مکان کا کمرہ صحن سے نشیب میں تھا، دو قدمچوں کے ذریعہ اس میں اترتے تھے) ان میں سے ایک اکھڑ گئی۔ آپ کے اعزہ میں سے کسی صاحب نے اس کی مرمت کرا دی، تاکہ آپ کو اترنے میں دقت نہ ہو، حضرت عمرؓ تشریف لائے اور اس پر نظر پڑی تو فرمایا یہ کس نے کیا، عرض کیا گیا: فلاں صاحب نے فرمایا: اسے بلاؤ، وہ صاحب آئے تو ان سے فرمایا: افسوس ہے تجھے اس پر حسد ہوا کہ عمر اینٹ پر اینٹ رکھے بغیر دنیا سے چلا جائے؛ اگر یہ اصلاح کے بعد تخریب نہ ہوتی تو میں اسے پہلی حالت کی طرف بدل دیتا۔

بیت المال کا مال کس کا حق ہے؟

عنبسہ بن سعید نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ سے کچھ مال کی درخواست کی تھی، اس پر انہیں فرمایا: عنبسہ! جو مال تیرے پاس پہلے سے موجود ہے اگر وہ حلال کا ہے تو تجھے وہی کافی ہے اور اگر حرام کا ہے تو اس پر مزید حرام کا اضافہ نہ کر۔ تم ہی بتاؤ کیا تم محتاج ہو؟ عرض کیا نہیں، فرمایا: کیا تمہارے ذمے قرض ہے؟ عرض کیا: نہیں، فرمایا: پھر تم یہ چاہتے ہو کہ میں بلاضرورت اللہ کا مال اٹھا کر تمہیں دیدوں اور فقراء مسلمین کو یونہی چھوڑ دوں؟ اگر تم مقروض ہوتے تو میں تمہارا قرضہ ادا کر سکتا تھا۔ یا اگر محتاج ہوتے تو بقدر کفایت تمہیں

دے سکتا تھا، لہٰذا جو مال تمہارے پاس موجود ہے اسی پر بس کیجیے، اسے کھایئے اور اللہ سے ڈرتے رہیئے اور سب سے پہلے تو یہ دیکھیئے کہ یہ مال کہاں سے جمع کیا اور اپنے نفس کی خبر لیجیئے قبل اس کے کہ اس ذات سے سابقہ پڑے جس کے ہاں نہ تمہارا کوئی معاہدہ ہے نہ کسی حیل وحجت کی گنجائش۔

اللہ کا مال، مسلمانوں کی ضروریات کے لئے

حضرت عمرؓ بن عبدالعزیزؒ کے پاس کسی علاقہ کا قاصد آیا، رات کے وقت حضرت عمرؒ کے دروازے پر پہنچا دستک دی، دربان باہر نکلا تو اس سے کہا کہ امیرالمومنین سے عرض کیجیے کہ فلاں گورنر کا قاصد دروازے پر حاضر ہے، دربان اندر گیا اور حضرت عمرؒ کو اطلاع کی، آپ سونے کی تیاری کر رہے تھے کہ اُٹھ کر بیٹھ گئے، اور فرمایا اسے بلالو، قاصد اندر داخل ہوا تو حضرت عمرؒ نے ایک بڑی شمع منگوالی جس کی روشنی کافی تیز تھی۔ قاصد سے اس علاقے کے حالات دریافت فرماتے رہے کہ وہاں کے مسلمانوں اور ذمیوں کی حالت کیسی ہے؟ عامل (گورنر) کا طور وطریق کیا ہے؟ بھاؤ اور نرخ کیسے ہیں؟ مہاجرین وانصار کی اولاد کے حالات کیا ہیں؟ مسافروں اور فقراء کی کیا کیفیت ہے؟ کیا ہر حقدار کو اس کا حق دیا جاتا ہے؟ کیا کسی کو شکایت تو نہیں؟ گورنر نے کسی سے بے انصافی تو نہیں کی؟" قاصد کو اس خطے کے متعلق جو کچھ معلوم تھا اس نے عرض کر دیا، آپ ایک ایک چیز کے بارے میں کُرید کُرید کر دریافت فرماتے رہے اور قاصد جواب دیتا رہا، جب آپ کے سوالات کا سلسلہ ختم ہوا تو قاصد نے آپ کی مزاج پرسی کی، صحت کیسی ہے؟ اہل وعیال اور دیگر متعلقین کے احوال دریافت کئے؟ حضرت عمرؒ نے پھونک سے شمع بجھادی اور فرمایا؛ او لڑکے! ذرا چراغ لائیو، چنانچہ ایک معمولی چراغ لایا گیا جس کی روشنی نہ ہونے کے برابر تھی، آپ نے فرمایا ہاں اب جو چاہو پوچھو! اس نے آپ کے، آپ کے اہل وعیال اور متعلقین کے حالات پوچھے

آپ جواب دیتے رہے، قاصد کو شمع بجھانے کے قصہ سے بڑا تعجب ہوا، عرض کیا: امیر المؤمنین یہ آپ نے ایک انوکھا کام کیا؟ فرمایا: وہ کیا؟

عرض کیا: جب میں نے آپ کی اور اہل وعیال کی مزاج پرسی کی تو آپ نے شمع گل کر دی۔ فرمایا: بندۂ خدا! یہ شمع جو میں نے بجھا دی تھی۔ اللہ کے مال اور مسلمانوں کے مال سے روشن تھی، پس جب تک مسلمانوں کے حالات وضروریات تم سے دریافت کر رہا تھا تو یہ مسلمانوں کی خاطر اور ان ہی کی ضرورت کے لئے میرے سامنے جل رہی تھی، مگر جب تو نے میری ذات اور میرے اہل وعیال کا قصہ شروع کیا میں نے مسلمانوں کی آگ بجھا دی۔

ہدیہ یا رشوت؟

عمرو بن مہاجر کہتے ہیں: حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی کی خدمت میں چند سیب پیش کئے گئے، آپ نے قبول نہیں فرمائے، عرض کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ہدیہ قبول فرما لیتے تھے، حضرت عمر رض نے فرمایا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تو واقعی ہدیہ ہوتا تھا مگر ہمارے لئے رشوت ہے اور مجھے اس کی ضرورت نہیں۔

بیت المال کا موتی اور خلیفہ کی صاحبزادی

آپ کی صاحبزادی نے آپ کے پاس ایک موتی بھیجا اور فرمائش کی کہ اس کے ساتھ کا ایک اور موتی (بیت المال) سے مل جائے تو کانوں کے آویزے بنا لوں، آپ نے آگ کے دو انگارے بھیج دیئے کہ اگر ان کو کانوں میں پہن سکتی ہو تو دوسرا موتی بھیج دوں گا۔

صبح وشام دو درہم

مسلم بن زیاد کہتے ہیں، حضرت عمرؒ اپنے اہل وعیال پر صبح وشام دو درہم صرف فرماتے تھے۔

ایک حکیمانہ نصیحت

مسلمہ فرماتے ہیں: میں نماز فجر کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے خلوت خانے میں حاضر ہوا، یہاں کوئی اور شخص داخل نہیں ہو سکتا تھا ایک لونڈی صیحانی کھجور کا تھال لائی، یہ آپ کو بہت مرغوب تھیں، آپ نے دونوں ہاتھ سے کچھ کھجوریں اٹھائیں اور فرمایا: مسلمہ! اگر کوئی شخص ان کو کھا کر پانی پی لے۔ کیونکہ کھجور پر پانی پینا بڑا اچھا رہتا ہے ـــــ تو کیا خیال ہے رات تک کے لئے کافی ہوں گی۔؟ میں نے عرض کیا۔ مجھے خبر نہیں۔ پھر اس سے کچھ زیادہ اٹھا کر فرمایا اور اتنی؟ عرض کیا: ہاں امیرالمؤمنین! اس سے کم بھی کافی ہو سکتی ہیں اور اتنی کافی کہ ان کے بعد پھر کسی اور کھانے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ فرمایا" پھر کاہے کے لئے آگ میں داخل ہوتے ہیں" مسلمہ کہتے ہیں: یہ نصیحت مجھے جتنی کارآمد ہوئی کبھی کوئی نصیحت کارآمد نہیں ہوئی۔

امیرالمؤمنین کا صبح و شام کا کھانا

ابو اسلم کہتے ہیں: مجھ سے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے ایک حبشی غلام نے بیان کیا کہ جاڑے کا دن تھا، میں دیر سمعان میں حضرت عمرؒ کے مکان گیا، دیکھا کہ آپ ایک کونے میں بیٹھے دھوپ تاپ رہے ہیں اور ایک چادر لپیٹ رکھی ہے۔ ابو اسلم نے اپنا کپڑا سر پر رکھا اور اسے رخساروں کی ایک جانب سے دونوں ہاتھوں سے پکڑا اور دونوں کہنیاں گھٹنوں پر رکھ کر کہا کہ خصی غلام نے مجھے حضرت عمرؒ کا نقشہ اس طرح بتایا تھا ـــ میں قریب گیا تو سلام عرض کیا، آپ نے سلام کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: بیٹھو، میں بیٹھ گیا آپ نے پھر فرمایا: نیچے ہو جاؤ، میرے دل میں القا ہوا کہ آپ جوتے اتارنے کو فرماتے ہیں میں نے جوتے اتار دیئے۔ پھر آپ مجھ سے باتیں کرنے لگے، میں کچھ بے تکلف اور مانوس

ہوا تو یہ گوارا نہ ہوا کہ میں یا سیدی سے آپ کو خطاب کروں کہ کہیں آپ کو ناگوار نہ ہو۔ اس لیے میں نے عرض کیا: امیرالمومنین! آپ اس طرح کیوں بیٹھے ہیں؟ فرمایا میں نے کپڑے دھوئے ہیں، عرض کیا: کتنے کپڑے ہیں آپ کے؟ فرمایا: بس قمیص چادر تہمند، ذرا دیر بعد عمرو بن مہاجر آئے۔ یہ آپ کے پہرے دار تھے۔ ان سے فرمایا: تم کہاں تھے؟ وہ بولے: میں باہر ایک ذمی کی داد رسی کر رہا تھا، فرمایا: فلاں کو بلاؤ ذرا سی دیر میں ایک نوجوان آیا، آپ نے اسے فرمایا: اس کا (یعنی میرا) کھانا ابھی لاؤ۔ وہ فوراً ایک موٹی سی صحنک لے آیا، جس میں روٹی کے ٹکڑوں پر پانی، نمک اور زیتون ڈالا تھا فرمایا: کھاؤ۔ جب میں کھانے لگا تو آپ اٹھ کر چلے گئے اور پیچھے سے ان کی پنڈلیوں کی چمک چادر کے نیچے سے مجھے صاف دکھائی دے رہی تھی۔ یہ تو آپ کے پاس میرے دن کے قیام کا واقعہ تھا اور جب رات ہوئی تو موذن نے مغرب کی اذان دی آپ نکلے اور نماز پڑھی، ہم چار آدمی تھے، ایک میں دوسرے عمرو بن مہاجر، اور دو آدمی انصار کے جو مدینہ سے آئے تھے، آپ نماز سے واپس آئے تو میں اور دونوں انصاری اوپر بالاخانے میں چلے گئے، تھوڑی دیر میں وہی صحنک، جس میں صبح کھانا کھایا تھا، پھر آگئی، اب اس میں مسور کی دال کا ثرید تھا، جس پر پیاز کے تراشے ڈالے گئے تھے، یہ صحنک آپ کے خدام اور دربان کے لیے تھی، خادم نے یہ صحنک پیش کرتے ہوئے کہا: اگر (امیرالمومنین حضرت) عمرؓ (بن عبدالعزیز) کے ہاں اس کے علاوہ کوئی اور کھانا ہوتا تو تمہیں ضرور کھلایا جاتا خود آپ نے بھی اسی سے روزہ افطار کیا ہے۔

نصرانیوں کو مناصب

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے عمال (گورنروں) کو لکھا:۔

اما بعد: مشرکین ناپاک ہیں، جب کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو شیطان کا لشکر ٹھہرایا ہے اور

انہیں ایسے لوگ قرار دیا ہے،" جو اعمال کے لحاظ سے سراسر خسارے میں ہیں، جن کی ساری محنت دینوی زندگی میں کھپ گئی اور وہ بزعم خود اچھے کام کر رہے ہیں" بخدا! یہ وہ لوگ ہیں جن پر ان کی محنت کی وجہ سے، اللہ تعالیٰ کی اور لعنت کرنے والوں کی لعنت پڑتی ہے۔ گزشتہ دور میں مسلمان جب کسی بستی میں جاتے جہاں مشرک آباد ہوتے، تو ان سے (بھی کاروبار مملکت میں) مدد لیا کرتے تھے، کیونکہ یہ لوگ تحصیلداری، کتابت اور نظم و نسق سے واقف ہوتے تھے اور اس سے مسلمانوں کو مدد ملتی تھی، مگر اب اللہ تعالیٰ نے امیرالمومنین کے ذریعہ یہ ضرورت پوری کر دی۔ اس لئے اگر تمہارے زیر سلطنت علاقے میں کوئی غیر مسلم کاتب (کلرک) یا کوئی اور منصب دار ہو تو اسے معزول کر کے اس کی جگہ مسلمانوں کو مقرر کرو کیونکہ ان کے عہدے اور منصب کا مٹانا درحقیقت ان کے دینوں کا مٹانا ہے، حقارت و ذلت کا جو مقام اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے تجویز کیا ہے انہیں اسی مقام پر رکھنا مناسب ہے اس لئے اس حکم کی تعمیل کرو اور اپنی کارگذاری کی اطلاع مجھے دو اور دیکھو کوئی نصرانی زین پر سوار نہ ہو، بلکہ وہ پالان پر سوار ہوا کریں۔ ان کی کوئی عورت اونٹ کے کجاوے میں سوار نہ ہو بلکہ پالان پر بیٹھیں اور یہ لوگ چوپاؤں پر ٹانگیں کشادہ کر کے نہ بیٹھیں، بلکہ دونوں پاؤں ایک طرف کو کر کے بیٹھیں اور سلسلہ میں اپنے تمام ماتحت افسران کو بھی پابند کرو، اور انہیں سختی سے گشتی فرمان جاری کرو، میرے لئے صرف تمہیں لکھنا کافی ہونا چاہیئے ولاقوۃ الاباللہ

ذمیوں کے بارے میں خاص ہدایات

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے پوری قلمرو میں حسب ذیل گشتی فرمان جاری کیا:۔

کوئی نصرانی سر میں مانگ نکالے بغیر اور چمڑے کی زنار پہنے بغیر نہ چلے پھرے، اسے قبا، جبہ، پنڈلی والی شلوار اور تسمہ دار جوتی پہننے کی اجازت نہیں ہوگی۔ اگر کسی نصرانی کے گھر اسلحہ پایا جائے تو اسے ضبط کر لیا جائے گا۔

چوپاؤں کے بارے میں ہدایات

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے بازاروں کے نگراں کے نام یہ حکمنامہ تحریر فرمایا:۔
"چوپاؤں کو موضع "رستن" کی بنی ہوئی بھاری لگام نہ دی جائے نہ انہیں ایسی چھڑی سے ہانکا جائے جس پر لوہے کا خول چڑھا ہو۔"
اور حضرت عمرؒ نے حیان گورنر مصر کو لکھا: "مجھے اطلاع ملی ہے کہ مصر میں باربرداری کے اونٹوں پر ہزار ہزار رطل بوجھ لادا جاتا ہے۔ جب میرا یہ خط ملے تو اس کے بعد کسی اونٹ پر چھ سو رطل سے زیادہ بوجھ لادنے کی اطلاع نہ آئے۔

ذمیوں کے تاوان موقوف

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے عمال (گورنروں) کے نام حسب ذیل فرمان جاری کیا کہ مجمع عام میں لوگوں کو پڑھ کر سنائیے۔ اما بعد: میرا یہ خط زمین والوں (ذمیوں) کو پڑھ کر سناؤ کہ اللہ تعالیٰ نے امیر المومنین کی وساطت سے وہ تمام ظالمانہ تاوان ان سے موقوف کر دیئے ہیں جو ان سے وصول کیے جاتے تھے۔ جن کی تفصیل یہ ہے: نوروز اور مہرجان کے تحائف، سرکاری خطوط اور قاصدوں کے اخراجات، پیغام رسانوں کے انعامات، رؤسا کے نذرانے، حکام کا سفر خرچ اور ان کی ضیافت، غلّہ کے نرخوں میں توازن پیدا کرنے کے لئے دراہم کی کٹوتی اور پیمانوں کے توازن کی کٹوتی جو ان سے وصول کی جاتی تھی۔ انہیں چاہیئے کہ اس پر اللہ رب العزت کا شکر کریں۔"

دیہاتیوں کی تعلیم کا اہتمام

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے یزید بن ابی مالک اور حارث بن محمد کو دیہات میں

بھیجا کہ لوگوں کی سُنت کی تعلیم دیں اور ان کا وظیفہ مقرر فرما دیا، یزید نے تو وظیفہ قبول کر لیا۔ مگر حارث نے یہ کہہ کر وظیفہ لینے سے انکار کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے جو علم مجھے عطا فرمایا ہے میں اس کی مزدوری نہیں لوں گا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے اس کا ذکر ہوا تو فرمایا: ہمارے علم کے مطابق یزید نے بھی وظیفہ قبول کر کے کچھ برا نہیں کیا، مگر حارث جیسے لوگ اللہ تعالیٰ ہمارے اہل زیادہ سے زیادہ پیدا کرے جو محض اللہ کی خاطر دین کی تبلیغ کریں۔

معاشرہ میں پھیلتی ہوئی بُرائی کو نہ روکنے کا انجام

عثمان بن کثیر بن دینار فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے بعض گورنروں کو یہ خط لکھا۔

"امابعد! کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی قوم میں کوئی بُرائی ظاہر ہو اور اس قوم کے نیک لوگ اس پر روک ٹوک نہ کریں پھر اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو کسی عذاب میں نہ پکڑا ہو۔ یہ عذاب کبھی براہِ راست اللہ کی جانب سے آتا ہے اور کبھی اس کے بندوں کے ہاتھوں ظہور پذیر ہوتا ہے اور لوگ اللہ کی گرفت اور سزا سے اسی وقت تک محفوظ رہتے ہیں، جب تک کہ اہل باطل کو دبا کر رکھا جائے اور گناہ علانیہ نہ ہونے پائیں، لوگوں میں یہ صلاحیت ہو کہ جونہی کسی سے ارتکاب حرام کا ظہور ہو فوراً اس سے انتقام لیں، لیکن جب محارم کا ارتکاب کھلے بندوں ہونے لگے اور معاشرے کے نیک اور صالح افراد بھی روک ٹوک کرنے میں تساہل کریں تو آسمان سے زمین پر عذابوں کا نزول شروع ہو جاتا ہے۔ گنہگاروں پر بھی اور تساہل پسند دینداروں پر بھی اور اس وقت توقع رکھنی چاہیئے کہ یہ مداہن دیندار بھی ان ہی کے ساتھ ہلاک ہو کر رہیں گے، اگرچہ وہ گنہ گاروں کے خلاف تھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی نازل کردہ کتاب میں جہاں ایسے عذاب کا ذکر فرمایا وہاں میں نے یہ نہیں سُنا کہ ایک کو ہلاک کر دیا ہو اور ایک کو بچا لیا ہو بجز ان لوگوں کے جو برائی سے روکتے تھے۔

اگر بالفرض اللہ تعالیٰ گنہ گاروں کو نہ تو آسمانی عذاب سے پکڑے، نہ بندوں کے ہاتھوں کوئی عذاب نازل کرے تب بھی یہ تو ضرور ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ان محارم میں مبتلا لوگوں پر خوف و ہراس اور ذلت و نفرت مسلط کر دے گا، بسا اوقات وہ ایک فاجر سے دوسرے فاجر کے ذریعہ اور ایک ظالم سے دوسرے ظالم کے ذریعہ انتقام لیتا ہے، پھر دونوں فریق اپنے اعمالِ بد کے ساتھ جہنم رسید ہو جاتے ہیں۔ اللہ کی پناہ کہ ہم ظالم یا ظالموں سے مداہنت برتنے والے بنیں۔ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تمہارے ہاں بدکاری عام ہو رہی ہے اور فاسق و بدکار شہروں میں مامون اور بے خوف ہیں اور وہ علانیہ محارم کا ارتکاب کرتے ہیں، یہ بات اللہ تعالیٰ کو نہایت ناپسند ہے اور وہ اس پر چشم پوشی کو برداشت نہیں کرتا۔ یہ چیز ان لوگوں میں علانیہ ظاہر نہیں ہوتی تھی، جنہیں اللہ کا ادب و احترام تھا اور وہ اس کی غیرت سے ترساں و لرزاں تھے۔ وہ اہل فجور سے معزز بھی تھے اور تعداد میں زیادہ بھی یہ تمہارے سلف کا راستہ نہیں، نہ اس کے ذریعہ اللہ کی نعمت تم پر پوری ہوئی، بلکہ تمہارے سلف کافروں پر سخت اور باہم شفیق تھے، مومنوں کے سامنے پست اور کافروں پر غالب تھے، وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے تھے اور کسی ملامت گر کی ملامت سے نہیں ڈرتے تھے۔

بخدا! جہاد فی سبیل اللہ ہی کا ایک شعبہ اہل محارم پر ہاتھ اور زبان سے سختی کرنا اور ان کی خاطر مشقتیں برداشت کرنا بھی ہے، خواہ وہ باپ بیٹے ہوں یا قبیلے اور برادری کے لوگ۔ اللہ کا راستہ، اس کی فرمانبرداری ہے۔ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ بہت سے لوگ ملامت کے اندیشہ سے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں سستی کرتے ہیں تاکہ لوگ انہیں خوش اخلاق، بے تکلف اور اپنی فکر کرنے والا سمجھیں، مگر یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک خوش اخلاق نہیں بداخلاق ہیں اور انہوں نے اپنی فکر نہیں کی بلکہ اپنے آپ سے پشت پھیر لی ہے اور یہ تکلف سے بری نہیں بلکہ اس میں بری طرح گر چکے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے حکم سے جو حالت ان کے لئے تجویز کی تھی اسے چھوڑ کر انہوں نے دوسری

روش اختیار کرلی ہے۔

ہاں بہت سے لوگوں کی زبان پر ایک آیت بار بار آتی ہے جسے وہ بے محل پڑھتے ہیں اور اس کی غلط تاویل کرتے ہیں۔ یعنی حق تعالیٰ کا ارشاد۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُم مَّن ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ

اے ایمان والو! تم اپنی فکر کرو، جب تم راہ پر چل رہے ہو تو جو شخص گمراہ رہے تو اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں۔

بلاشبہ حق تعالیٰ کا ارشاد حق ہے، کسی گمراہ کی گمراہی ہمارے لئے مُضِر نہیں جب کہ ہم ہدایت پر ہوں، نہ کسی کی ہدایت ہمارے لئے مفید ہے جبکہ خدانخواستہ ہم گمراہ ہوں، کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، مگر جو چیز خود ہماری ذات پر اور ان لوگوں پر لازم ہے اس میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم بھی تو شامل ہے جب کچھ لوگ حرام کا ارتکاب کریں تو خواہ وہ کوئی سے ہوں اور کہیں رہتے ہوں مگر لازم ہے کہ ان سے انتقام لیا جائے۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہمارے لئے اپنا شغل کافی ہے" اور یہ کہ "ہمیں لوگوں سے کیا پڑی؟" اگر سب اہل طاعت اسی نظریئے پر چل پڑیں تو نہ اللہ کی کسی طاعت پر عمل ہوگا نہ کسی معصیت سے بچاؤ کی صورت ہوگی، نتیجہ یہ کہ باطل پرست، حق پرستوں پر غالب آجائیں گے اور یہ دنیا انسانوں کی نہیں بلکہ چوپاؤں کی ہو جائے گی، بلکہ ان سے بھی بدتر اور گم کردہ راہ۔

اس لئے فاسقوں پر مسلط رہو خواہ تمہاری اور ان کی حیثیت کیسی بھی ہو، اپنی سچائی سے ان کے باطل کو اور اپنی بینائی سے ان کے اندھے پن کو دفع کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فاجر اور بدکاروں کے مقابلے میں نیکو کاروں کو کھلا غلبہ دیا ہے اور ان پر ان کا دبدبہ رکھا ہے، خواہ یہ نہ حاکم ہوں نہ رئیس اور جو شخص اپنے ہاتھ اور اپنی زبان سے برائی کو روکنے سے عاجز ہو اسے امام (خلیفہ) سے کہنا چاہیئے کیونکہ یہ بھی نیکی اور تقویٰ میں تعاون کی ایک صورت ہے، اللہ تعالیٰ اہل معصیت کے بارے میں فرماتے ہیں۔

اَفَاَمِنَ الَّذِیْنَ مَکَرُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ یَّخْسِفَ اللّٰہُ بِہِمُ الْاَرْضَ اَوْ یَاْتِیَہُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَیْثُ لَا یَشْعُرُوْنَ ۝ اَوْ یَاْخُذَہُمْ فِیْ تَقَلُّبِہِمْ فَمَا ہُمْ بِمُعْجِزِیْنَ۔ (النحل ۴۶/۱۴۵)

جو لوگ بری بری تدبیریں کرتے ہیں کیا ایسے لوگ پھر بھی اس بات سے بے فکر ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو زیر زمین دھنسا دے یا ان پر ایسے موقع سے عذاب آ پڑے جہاں سے ان کو گمان بھی نہ ہو، یا ان کو چلتے پھرتے (کسی آفت میں) پکڑ لے، سو یہ لوگ خدا کو ہرگز نہیں ہرا سکتے۔ (بیان القرآن)

فاجر لوگ باز آ جائیں ورنہ اللہ تعالیٰ انہیں باز رکھیں گے چنانچہ ارشاد ہے :-

لَنُغْرِیَنَّکَ بِہِمْ ثُمَّ لَا یُجَاوِرُوْنَکَ فِیْہَآ اِلَّا قَلِیْلًا (الاحزاب : ۶۰)

تو ضرور ہم آپ کو ان پر مسلط کر دیں گے پھر یہ لوگ آپ کے پاس مدینے میں بہت ہی کم رہنے پائیں گے

قسطنطنیہ کے مسلمان قیدی

بکر بن خنیس کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے قسطنطنیہ کے مسلمان قیدیوں کے نام خط لکھا۔

"امابعد: تم اپنے آپ کو قیدی تصور کرتے ہو؟ معاذ اللہ۔ تم قیدی نہیں، بلکہ اللہ کے راستہ میں محبوس ہو اور تمہیں علم ہونا چاہیے کہ میں اپنی رعایا میں کوئی چیز تقسیم کرتا ہوں تو تمہارے گھر والوں کو بہتر سے بہتر اور زیادہ سے زیادہ حصہ پہنچاتا ہوں اور میں تمہارے لئے پانچ پانچ دینار بھیج رہا ہوں اور اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ زیادہ بھیجنے کی صورت میں رومی طاغوت اس کو روک لے گا اور تم تک نہیں پہنچنے دے گا تو اس سے زیادہ بھیجتا اور میں فلاں صاحب کو تمہارے پاس بھیج رہا ہوں۔ وہ رومیوں کو منہ مانگا معاوضہ دے کر تمہارے چھوٹے بڑے، مرد، عورت آزاد غلام سب کو رہا کرائے گا۔ لہٰذا تمہیں بار بار خوشخبری دی جاتی ہے۔ والسلام"

بیت المال سے مقروضوں کے قرضے ادا کرنیکا حکم

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے عمال کو لکھا کہ مقروضوں کے قرضے بیت المال سے ادا کرو۔ آپ کو لکھا گیا کہ بعض افراد (مقروض تو ہیں مگر ان) کے پاس مکان، خادم، سواری اور گھر کا سامان موجود ہے (کیا ان کے قرضے بھی بیت المال ہی ادا کرے؟) حضرت عمرؒ جواباً تحریر فرمایا :-

ہر مسلمان کے پاس مکان کا ہونا ضروری ہے جس میں وہ سر چھپا سکے اور ایک خادم جو اس کے کاروبار میں ہاتھ بٹائے اور ایک گھوڑا جس پر وہ جہاد کر سکے اور گھر کا سامان جو گھر کی ضروریات میں کام آئے، اور اگر ان سب چیزوں کے باوجود وہ مقروض ہے تو اس کا قرض ادا کیا جائے۔

آئندہ تمہیں ایک درہم بھی نہیں دوں گا

عنبسہ بن سعید حضرت عمرؒ کے ہاں سے نکلے تو دروازے پر بنی امیہ کے لوگ جمع تھے، جن میں یزید بن عبدالملک بھی تھے، جو حضرت عمرؒ کے بعد ولی عہد تھے یہ لوگ عنبسہ کی آمد پر کھڑے ہوگئے اور ان سے حضرت عمر کی شکایت کی کہ ہمیں دس دس دینار بھیجے ہیں، ہمیں ان کی رنجش کا اندیشہ ہے، ورنہ یہ واپس کر دیئے ہوتے، یزید، ولی عہد نے کہا : انہیں بتا دیجئے کہ میں ان پر راضی نہیں، شاید ان کا خیال ہو گا کہ میں ان کے بعد خلیفہ نہیں ہوں گا ———— یہ سُنکر عنبسہ دوبارہ اندر گئے اور حضرت عمرؓ سے بات کی کہ آپ کی برادری کے لوگ دروازے پر بیٹھے ہیں، انہیں آپ سے شکوہ ہے کہ آپ نے ان کو فی کس دس دینار پر ٹرخا دیا اور انہوں نے مجھ سے کہا ہے کہ میں آپ سے بات کروں اور آپ کو بتاؤں کہ وہ ان پر راضی نہیں اور یزید ـ ولی عہد ـ نے تو یہاں تک کہا کہ شاید عمر کا خیال ہو گا کہ ان کے بعد خلیفہ

بھنسنے والا نہیں ہوں۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا: ان سے میرا اسلام کہو، سلام کے بعد انہیں میری طرف سے بتاؤ کہ اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں میں نے یہ ساری رات جاگتے اور اللہ تعالیٰ سے دعا و استغفار کرتے کاٹی ہے اس بات پر کہ میں نے دوسرے مسلمانوں کو چھوڑ کر تمہیں فی کس دس دینار کیوں دے ڈالے؟ سو واللہ العظیم، آئندہ تمہیں ایک درہم بھی نہیں دوں گا الا یہ کہ تمام مسلمانوں کو بھی ملے۔

باقی رہے اے یزید تم! میں تمہیں اس اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ اگر تم میری بیعت توڑ ڈالو اور مسلمان مجھے خلافت سے معزول کر دیں اور تم خلافت سنبھال لو تو کیا تم مجھ سے اتنا گھٹیا معاملہ کر سکتے ہو، جتنا میں نے (خلیفہ ہوتے ہوئے) خود اپنے آپ سے کر رکھا ہے؟ جب کاروبارِ خلافت تمہارے سپرد ہوگا تو جو جی میں آئے کیجیو۔

عنبسہ باہر نکلے تو ان سے یہ سارا قصہ بیان کیا اور کہا یہ خود تم ہی لوگوں کا کیا دھرا ہے۔ تم لوگوں نے عمر بن خطابؓ کے خاندان سے عاصم کی بیٹی کا رشتہ لیا، اس نے عمر جیسا بیٹا جنا۔ مزید کہا: بھائیو! جس کی زمین ہے وہ جا کر اپنی زمین کی دیکھ بھال کرے یہاں کچھ نہیں ملے گا۔

اللہ کے سامنے کھڑا ہونے کا خوف

ایک شخص حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور عرض کیا: اے امیر المومنین! (آپ کے سامنے) میرے اس کھڑا ہونے سے آپ (بارگاہِ الٰہی میں) اپنا کھڑا ہونا یاد کیجیے۔ جس دن دعویٰ کرنے والوں کی کثرت آپ کو اللہ سے اوجھل نہیں کر سکے گی، جس دن آپ اللہ کے سامنے پیش ہوں گے مگر نہ تو عمل پر کوئی اعتماد ہوگا نہ گناہ سے چھٹکارے کی کوئی صورت ہوگی۔

حضرت عمرؓ نے یہ سن کر فرمایا: ارے میاں! اپنی بات دوبارہ کہیو۔ اس نے پھر دہرا دی، حضرت عمرؓ رو رہے تھے اور بار بار فرما رہے تھے: ہاں ذرا پھر دہرانا؟

حضرت عمرؒ سے قبل

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے (اپنی خلافت سے قبل) فرمایا: شام میں ولید (حاکم ہے) عراق میں حجاج یمن میں محمد بن یوسف، حجاز میں عثمان بن حیّان، مصر میں قرۃ بن شریک اور مغرب میں یزید بن ابی مسلم[1] واللہ! زمین ظلم سے بھر گئی۔

درمیانہ طبقہ

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے عدی بن اَرطاۃ کو لکھا: تیرے امین درمیانے طبقہ کے لوگ ہونے چاہئیں کیونکہ وہ بہترین لوگ ہیں نہ حق کو چھوڑتے ہیں نہ باطل کماتے ہیں، نہ تو ہے نہ قاری مسند، نہ فاسق مبرز[2]

قتل صرف شاتم رسولؐ کی سزا ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں ایک خارجی شخص نے نعرۂ "تحکیم" بلند کیا۔ ابوبکر بن محمد اس وقت نماز پڑھا رہے تھے۔ اس نے تلوار سونت لی اور سب کی نماز خراب کر دی ابوبکر نے یہ قصہ حضرت عمرؒ کو لکھ بھیجا، حضرت عمرؒ کا جواب آیا تو اُسے پڑھ کر سنایا گیا، اس نے حضرت عمرؒ کو اس خط کو اور خط لانے والے کو گالیاں دینا شروع کر دیں، ابوبکر نے اس کی گردن اڑا دینے کا ارادہ کیا، مگر حضرت عمرؒ سے مشورہ سمجھا، آپ کو بتایا کہ اس شخص نے آپ کو گالیاں دیں اور میں نے اس کے قتل کا ارادہ کیا تھا مگر آپ سے مشورہ ضروری سمجھا حضرت

---

[1] پہلے گذر چکا ہے کہ مغرب میں یزید بن ابی مسلم کا حاکم ہونا، حضرت عمرؒ کے دور تک تاریخی طور پر صحیح نہیں۔ مترجم

[2] آخری فقرے کا مفہوم واضح نہیں۔ مترجم

عمرؒ نے لکھا: "اگر تو اسے قتل کر دیتا تو اس کے بدلے میں تجھے قتل کرتا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور کو گالی دینے پر کسی کو سزائے موت نہیں دی جا سکتی۔ جب میرا یہ خط ملے تو اسے قید کر کے، مسلمانوں سے اس کے شر کو روک دو اور ہر مہینے اسے توبہ کی دعوت دو، جب توبہ کر لے تو رہا کر دو۔"

یہ شخص حضرت عمرؒ کے حین حیات قید رہا، حضرت عمرؒ کی وفات ہوئی تو یزید بن عبدالملک نے اسے قتل کرا دیا۔

دو خارجیوں سے گفتگو

دو خارجی حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس آئے (اور آپ سے ان کی حسب ذیل گفتگو ہوئی)

خارجی :- السلام علیک، یا انسان

خلیفہ :- وعلیکما السلام، اے انسانو!

خارجی :- اللہ کی طاعت ہی زیادہ مستحق ہے کہ تو اس کی پیروی کرے۔

خلیفہ :- جو اتنا بھی نہیں جانتا وہ گمراہ ہے۔

خارجی :- اموال، دولت مندوں کے درمیان گردش کرنے والی دولت نہیں ہو سکتے۔

خلیفہ :- وہ ان سے محروم کر دیے گئے۔

خارجی :- اللہ کا مال اس کے اہل پر تقسیم ہو گا۔

خلیفہ :- اللہ نے اپنی کتاب میں ان کی تفصیل بتا دی ہے۔

خارجی :- نماز اپنے وقت پر ہونی چاہیئے۔

خلیفہ :- یہ بھی نماز کا ایک حق ہے۔

خارجی :- نماز میں صفیں درست کرنا۔

خلیفہ: یہ کمالِ سنت ہے

خارجی: ہمیں ایک پیغام دے کر تیرے پاس بھیجا گیا ہے۔

خلیفہ: پہنچاؤ، ڈرو نہیں۔

خارجی: لوگوں کے درمیان حق و انصاف قائم کیجئے۔

خلیفہ: اللہ تعالیٰ تم سے پہلے یہ حکم دے چکے ہیں۔

خارجی: "اللہ کے سوا کسی کا حکم نہیں"۔ [1]

خلیفہ: بات تو سچی ہے اگر اس کے معنی غلط نہ لو۔

خارجی: اپنے دوستوں کو امین بناؤ۔

خلیفہ: میرے اعوان و مددگار یہی لوگ ہیں۔

خارجی: خیانت سے ڈر۔

خلیفہ: چور سے ڈرنا ہی چاہیئے۔

خارجی: شراب اور خنزیر؟

خلیفہ: مشرک ان کے زیادہ مستحق ہیں۔

خارجی: جو اسلام میں داخل ہو وہ مامون ہے۔

خلیفہ: اسلام نہ ہوتا تو ہم مامون نہ ہوتے۔

خارجی: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدے والے (ذمی)؟

خلیفہ: ان سے عہد بدستور قائم ہے۔

خارجی: انہیں طاقت سے زیادہ زحمت نہ دو۔

خلیفہ: اللہ کسی نفس کو بھی اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

---

[1] ان الحکم الا للہ۔ یہ خارجیوں کا مخصوص نعرہ تھا (مترجم)

خارجی : گرچہ ویران ہو گئے ۔

خلیفہ : یہ میری رعیت کی بہتری کی علامت ہے ۔

خارجی : قرآن سے کوئی نصیحت کیجیے ۔

خلیفہ : اس دن سے ڈرو، جس دن تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔"

خارجی : جنہوں نے ہمیں بھیجا ہے۔ ان کی طرف ہمیں واپس کیجیے ۔"

خلیفہ : میں تمہیں روکتا کب ہوں!

خارجی : ہم اپنے بھائیوں سے کیا کہیں ۔

خلیفہ : جو تم نے دیکھا، سنا ۔

خارجی : ہمیں ڈاک کی سواریوں پہ واپس کریں گے ؟

خلیفہ : جی نہیں! وہ اللہ کا مال ہے، اس کو تمہارے واسطے ہم درست نہیں سمجھتے ۔

خارجی : ہمارے پاس خرچ نہیں ۔

خلیفہ :۔ پھر تم مسافر ہو، تمہارا خرچ میرے ذمے ہے ۔

موت کو یاد کر لیا کرو

قریش کا ایک شخص، جو خلفاء کے ہاں اپنی ضرورت لے کر آتا تو ناکام نہیں جاتا تھا، حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور کوئی ضرورت پیش کی، حضرت عمرؓ نے فرمایا: "یہ تو جائز نہیں" وہ اپنے مقصد میں ناکام ہوا تو غضب ناک ہو کر چل دیا۔ حضرت عمرؓ نے اسے دوبارہ بلایا اسے خیال ہوا کہ شاید اب ان کی رائے بدل گئی ہے، میری ضرورت اب پوری ہو جائے گی، واپس آیا تو حضرت عمرؓ نے اس سے فرمایا: "جب دنیا کی کسی چیز کو دیکھو اور وہ تم کو پسند آئے تو موت کو یاد کر لیا کرو، اس سے وہ غم ہلکا ہو جائے گا" جاؤ یہ نصیحت اس چیز سے بہتر ہے جس کا تم نے مطالبہ کیا تھا۔

ایک مسلمان قیدی کا واقعہ

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے شاہِ روم کے پاس ایک قاصد بھیجا، یہ قاصد ایک دن بادشاہ کے پاس سے اٹھا تو گھومتے پھرتے ایک ایسی جگہ پہنچا، جہاں ایک شخص کے قرآن پڑھنے اور چکی پیسنے کی آواز آرہی تھی، یہ اس کے پاس گیا اور اسے سلام کیا، مگر اس نے جواب نہیں دیا اس نے دو تین مرتبہ سلام کیا بالآخر اس نے یہ کہا کہ اس شہر میں سلام کیسا؟ قاصد نے بتایا کہ وہ شاہِ روم کے نام امیر المؤمنین کا ایک پیغام لے کر آیا ہے اور اس سے دریافت کیا کہ تمہاری سرگذشت؟ اس نے بتایا کہ مجھے فلاں جگہ سے قید کیا گیا تھا۔ مجھے شاہ روم کے سامنے پیش کیا گیا، بادشاہ نے مجھے دعوت دی کہ میں نصرانی ہوجاؤں، مگر میں نے انکار کردیا، بادشاہ نے دھمکی دی کہ اگر ایسا نہیں کروگے تو آنکھیں نکال دی جائیں گی، مگر میں نے آنکھوں کے بجائے دین کو ترجیح دی چنانچہ گرم سلائیوں سے میری آنکھیں ضائع کردی گئیں اور مجھے یہاں پہنچا دیا گیا، یومیہ اتنی گندم پیسنے کو ملتی ہے اور ایک روٹی کھانے کو۔

قاصد حضرت عمرؒ کے پاس گیا تو اس شخص کا قصہ بھی پیش کیا، قاصد کا بیان ہے کہ میں ابھی پورا قصہ بیان نہیں کر پایا تھا کہ حضرت عمرؒ کی آنکھوں سے آنسوؤں کا چشمہ ابل پڑا، جس سے ان کے آگے کی جگہ تر ہوگئی، پھر شاہِ روم کے نام خط لکھا۔

"اما بعد: مجھے فلاں صاحب کی خبر پہنچی ہے (یہاں اس قیدی کے احوال ذکر کیے گئے) اور میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ اگر تو نے اس کو رہا کر کے میرے پاس نہیں بھیجا تو میں تیرے مقابلہ میں ایسا لشکر بھیجوں گا، جس کا پہلا دستہ تیرے پاس ہوگا اور پچھلا میرے پاس"

قاصد پھر شاہِ روم کے یہاں گیا، اس نے کہا: بڑی جلدی دوبارہ آئے؟ قاصد نے حضرت عمرؒ کا خط پیش کیا، اس نے پڑھ کر کہا: ہم نیک آدمی کو لشکر کشی کی زحمت نہیں دیں گے

بلکہ قیدی واپس کردیں گے۔

قاصد کا بیان ہے کہ مجھے اس کی رہائی کے انتظار میں چند دن وہاں ٹھہرنا پڑا، ایک دن بادشاہ کے دربار میں گیا تو عجیب منظر دیکھا، بادشاہ اپنے تخت سے نیچے بیٹھا ہے اور چہرے پر حزن و ملال کے آثار ہیں۔ مجھے دیکھتے ہی کہا: جانتے ہو میں اس طرح کیوں بیٹھا ہوں؟ میں نے کہا مجھے خبر نہیں مگر آپ کی نشست کا منظر میرے لئے موجب حیرت ضرور ہے۔ بادشاہ نے کہا: مجھے بعض علاقوں سے خبر پہنچی ہے کہ اس نیک آدمی (حضرت عمرؓ) کا انتقال ہو گیا اس کے سوگ میں اس طرح بیٹھا ہوں، پھر کہا: کوئی نیک آدمی جب بُرے لوگوں میں گھرا ہوا ہو تو اسے بہت کم مدت رہنے دیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ ان کے درمیان سے ہٹ جاتا ہے۔

قاصد کہتا ہے: مجھے اس اطلاع سے اس مظلوم قیدی کی رہائی سے مایوسی ہوئی، اس لئے میں نے بادشاہ سے کہا کہ مجھے واپسی کی اجازت ہو، بادشاہ نے کہا: یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم ان کی زندگی میں ان کی بات مان لیں اور ان کی موت کے بعد اس سے پھر جائیں، چنانچہ اس قیدی کو رہا کر کے میرے ساتھ بھیج دیا۔

خلیفہ کا گھر ویران اور رعایا کا گھر آباد

عراق کی ایک عورت حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس آئی، آپ کے دروازے پر پہنچی تو کہنے لگی، امیر المؤمنین کے دروازے پر دربان نہیں ہوتا؟ اسے بتایا گیا کہ یہاں کوئی دربان نہیں، اندر جانا چاہتی ہو تو جا سکتی ہو، یہ عورت زنان خانہ میں فاطمہ (حضرت عمرؒ کی زوجہ محترمہ) کے پاس گئیں، فاطمہ گھر میں روئی ٹھیک کر رہی تھیں، سلام دعا کے بعد فاطمہ نے بیٹھنے کو کہا، اس نے بیٹھ کر اِدھر اُدھر دیکھا، گھر میں کوئی خاص چیز نظر نہ آئی تو بولی: "میں تو اس ویران گھر سے اپنا گھر آباد کرنے آئی تھی؟" فاطمہ نے کہا: "تیرے گھر جیسے گھروں کی آبادی ہی نے تو اس گھر کو اجاڑا ہے؟" اتنے میں حضرت عمرؒ گھر آئے اور گھر کے کنویں سے پانی کے ڈول نکا!

نکال کر مٹی پر جو گھر میں پڑی تھی، ڈالنے لگے اور آپ کی نظر بار بار فاطمہ پر پڑ رہی تھی۔ اجنبی عورت نے فاطمہ سے کہا: اس مٹی بنانے والے مزدور سے پردہ تو کر لو، میں دیکھ رہی ہوں کہ یہ تمہاری طرف ہی گھور رہا ہے۔ فاطمہ نے کہا۔ یہ مزدور نہیں، امیر المومنین ہیں۔

حضرت عمرؓ اس کام سے فارغ ہو کر فاطمہ کی طرف آئے، سلام کیا، گھر میں اپنی جائے نماز کی طرف گئے، نماز پڑھی، پھر فاطمہ سے اس عورت کا حال دریافت کیا، اس نے بتایا کہ یہ فلاں عورت ہے، آپؒ نے توشہ دان اٹھایا اس میں کچھ انگور تھے، چن چن کر اس خاتون کو دیئے، پھر دریافت فرمایا: تم کس ضرورت سے آئیں؟ اس نے بتایا کہ وہ عراق سے آئی ہے۔ اس کی پانچ بے کس و بے سہارا لڑکیاں ہیں اور وہ آپ سے حسنِ شفقت کی تلاش میں آئی ہے، آپؒ "بے کس و بے سہارا" کا لفظ دہرا دہرا کر رونے لگے، پھر آپ نے کاغذ قلم لیا اور والیٔ عراق کے نام خط لکھنا شروع کیا، عورت سے فرمایا: ہاں بڑی لڑکی کا نام بتاؤ، اس نے نام بتایا تو آپؒ نے اس کا وظیفہ مقرر کر دیا، عورت نے کہا الحمد للہ، پھر دوسری، تیسری اور چوتھی کا نام دریافت فرماتے اور ایک ایک کا وظیفہ مقرر فرماتے جاتے اور عورت ہر ایک وظیفے پر الحمد للہ کہتی جاتی، جب چوتھی لڑکی کا وظیفہ ہوا تو عورت خوشی سے بے قرار ہو گئی، آپ کو دعائیں دیں اور جزاک اللہ کہا۔ اس پر آپ نے ہاتھ روک لیا اور فرمایا: جب تک تو مستحقِ حمد۔ اللہ تعالیٰ۔ کا شکر کرتی رہی ہم وظیفہ لگاتے رہے مگر اب تو نے جو میرا شکریہ ادا کیا تو اس کے بعد کا وظیفہ نفسانیت پر مبنی ہوگا) پس ان چاروں لڑکیوں کو کہنا کہ اسی میں سے پانچویں کو بھی دے دیا کریں۔

عورت یہ تحریر لے کر عراق پہنچی اور خط والیٔ عراق کے سامنے پیش کیا، اس نے خط پڑھا تو روتے روتے اس کی ہچکی بندھ گئی، کچھ سنبھلا تو بولا: اللہ تعالیٰ صاحبِ خط پر رحم فرمائے، عورت بولی: کیا ہوا؟ کیا ان کا انتقال ہو گیا؟ کہا: جی ہاں۔ یہ سنکر عورت چیخنے اور واویلا کرنے لگی اور واپسی کا ارادہ کیا، والیٔ عراق نے کہا: ٹھہرو! فکر کی بات نہیں

میں کسی بھی معاملے میں ان کی تحریر کو رد نہیں کر سکتا، پھر اس کی تعمیل کی اور اس کی لڑکیوں کا وظیفہ لگا دیا۔

خلیفہ کے خانگی معمولات اور احساس ذمہ داری

حضرت عطا نے فاطمہ بنت عبدالملک (حضرت عمرؓ کی زوجۂ محترمہ) کو پیغام بھیجا کہ مجھے حضرت عمرؓ کے (حالات بھجوایئے، فاطمہ نے کہا: ضرور! حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ذات کو مسلمانوں کے لئے اور اپنے ذہن کو ان کے کاموں کے لئے فارغ کر لیا تھا، اگر شام ہو جاتی اور وہ مسلمانوں کے کام سے فارغ نہ ہو سکے ہوتے تو دن کے ساتھ رات بھی ملا لیتے اور رات گئے تک کام کرتے رہتے، جب یومیہ کام ختم ہو جاتے تو اپنا دیا منگوا لیتے، پھر دوگانہ پڑھتے، اور سر گھٹنوں پر رکھ کر اکڑوں بیٹھ جاتے، رخساروں پر آنسوؤں کی نہریں بہتیں اور اتنی زور کی آواز سے روتے گویا بادل پھٹ جائے گا اور روح نکل جائے گی، رات بھر یہ کیفیت رہتی صبح ہوتی تو روزہ رکھ لیتے۔

(ایک بار) میں آپ کے قریب گئی اور عرض کیا: امیرالمومنین! (رات بھر) جو کچھ ہوا کیا آپ ہی کی طرف سے نہیں ہوا، فرمایا! "ہاں، ہاں، جا! تو اپنی حالت پر رہ اور مجھے میری حالت پر چھوڑ دے" میں نے عرض کیا کہ میں چاہتی ہوں کہ میں بھی کچھ نصیحت پکڑ لوں فرمایا "اچھا میں تجھے بتاتا ہوں۔ میں نے غور کیا تو پایا کہ میں اس امت کے سیاہ و سفید پر حاکم ہوں، پھر مجھے بھوکے فقیر، بے حال مسافر، مظلوم قیدی کم مال اور کثیر عیال کے افراد اور وہ لوگ یاد آئے، جو دور دور کے علاقوں اور زمین کے گوشے گوشے میں پھیلے ہوئے ہیں، پھر مجھے یقین ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس سب رعایا کے بارے میں مجھ سے سوال کریں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سب کی طرف سے میرے مقابلے میں وکیل استغاثہ ہوں گے۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں میرے کسی عذر معذرت کو نہیں سنیں گے، نہ رسول اللہ

کے مقابلہ میں مجھ سے کوئی حجت پیش کی جا سکے گی۔ فاطمہ! اللہ کی قسم! مجھے اپنے نفس پر اتنا رحم آیا کہ میرے آنسو نکل پڑے اور دل درد سے بھر گیا، میں اس منظر کو جتنا زیادہ سوچتا ہوں میرے خوف میں اتنا ہی اضافہ ہوا جاتا ہے۔ اب تیرا جی چاہے تو نصیحت پکڑ یا نہ پکڑ۔"

علم کی ترغیب

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا ارشاد ہے: علم سیکھو، کہ یہ غنی کی زینت ہے اور فقیر کے لئے معاون۔ میں یہ نہیں کہتا کہ فقیر علم کے ذریعہ مانگتا پھرے گا، بلکہ مطلب یہ ہے کہ علم اسے قناعت پر آمادہ کرے گا۔

تمت بحمد اللہ دعونہ

محمد یوسف عفی اللہ عنہ الکرنوی